اصول دین

مصنف

شیخ محمد حسن آل یاسین

فہرست

مقدمہ ناشر
مقدمہ
عرض مترجم
توحید
عدل الٰھی
نبوت
امامت
قیامت

کتاب:اصول دین
مؤلف:علامہ شیخ محمد حسن آل یاسین

مقدمہ ناشر
الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ الطیبین الطاھرین۔
قارئین کرام ! واجب الوجود خداوندعالم اور اصول دین کے اثبات کے سلسلہ میں انسانی عقل کی رسائی کا خلاصہ واضح و روشن بیان کے ساتھ آپ کے ھاتھوں میں موجود ھے، جس میں مؤلف (خدا ان کو بہترین اجر وثواب عنایت فرمائے) نے صدیوں کے تجربات اور علم وسائنس کے کشفیات اور الکٹرونک وغیرہ کے ذریعہ وجود خدا کو ثابت کیا ھے، جو در حقیقت بہت سے زخموں کی دوا اور اپنے گمشدہ کی تلاش میں مشعل راہ ھے جس کے ذریعہ انسان اسباب ایمان اور خداوندعالم کی معرفت تک پہنچ سکتا ھے، تاکہ خداوندتبارک وتعالیٰ،انبیاء کرام علیھم السلام اور اس کی کتاب پر اس کا ایمان پختہ ھوجائے۔
اسی وجہ سے مؤسسہ امام علی علیہ السلام نے اردو متکلمین کے ذریعہ اس کتاب کا ترجمہ کرایا جس میں قرآن وسنت اور عقلی دلائل واضح اور بہترین انداز میں بیان کئے گئے ھیں،تاکہ ھمارا اپنا واجب فریضہ بھی ادا ھوجائے، کلمہ حق سرفراز اور ہدایت کا راستہ واضح اور روشن ھوجائے۔
ھم خدا وندعالم کی بارگاہ میں دست بدعا ھیں کہ ھماری اس ناچیز خدمت دین کو شرف قبولیت عطا فرمائے ، اور ھماری توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ ھو حسبنا ونعم الوکیل۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
شیخ ضیاء جواھری
موسسہ امام علی علیہ السلام

مقدمہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت علامہ سید مرتضیٰ حکمی دامت برکاتہ

ادیان عالم میں دین اسلام ایک امتیازی شان کا حامل ھے کیونکہ اس دین کی بنیاد فطرت اور عقلی برھان پر قائم ھے، چنانچہ اس دین کے معارف کا سرچشمہ یھی فطرت انسانی ھے، اور اس کی تعلیمات عقل وشعور کے چشموں سے پھوٹتی ھیں اس کے نتائج عقلی منطق پر مشتمل ھوتے ھیں، جب بھی انسان اس دین سے وابستہ ھوگا تو اس کی فکری طاقتوں میں کمال پیدا ھوگا ، اس کی غور وفکر میں ایک جولانی کیفیت طاری ھوگی، اس کی ذاتی قدرت میں چار چاند لگ جائیں گے۔

چنانچہ یھی دین اسلام ھے جس کی بنا پر انسان کی ذاتی فطرت میں کمال پیداھوتا ھے ، اوریھی دین اسلام ھے جو انسان کو اقوام عالم میں سربلندی وسرفرازی عطاکرتا ھے ، حقیقت تلاش دل اور ہدایت حاصل کرنے والی آنکھیں اور کان عطا کرتا ھے، اور ایسی مہذب زبان عطا کرتا ھے جس سے کلمہ خیر کے علاوہ اور کچھ صادر نھیں ھوتا، اور یھی دین اسلام ، انسانی روح کو وہ بلندی عطا کرتا ھے جس کے بعد کمال کا کوئی درجہ متصور نھیں ھوسکتا۔

المختصر اسی اسلام کی وجہ سے انسان معرفت اور کمال کے آخری درجات پر پہنچتا ھے، چنانچہ خدا پر ایمان رکھنا اور تقویٰ الٰھی اختیار کرنا اسی اسلام کا ایک ثمرہ ھے، اسی طرح عدل الٰھی پر عقیدہ رکھنا انسان کے دل ودماغ کو حیاتی معراج عطا کرتا ھے، اور خدا کی آسمانی رسالت پر ایمان رکھنا انسان کو اس منزل پر پھونچادیتا ھے کہ اس میں ھر خیر وشر کے ادارک کا مادہ پیدا ھوجاتا ھے اسی طرح قیامت پر ایمان رکھنے سے انسان ھر ھر قدم پر اپنی ھمیشگی جائگاہ پر نظر رکھتا ھے،اسی طرح عقیدہ امامت انسانی فکر کو محکم اور استوار بناتا ھے جس سے اس کی اسلامی شخصیت بلند ھوجاتی ھے، بشرطیکہ عقیدہ امامت سے ھمیشہ متمسک رھے۔

بھر کیف اسلامی عقائد انسان کی اسلامی شخصیت کو معراج عطا کرتے ھےں، اور زندگی میں ان کے اثرات ظاھر ھوتے رہتے ھیں، اسی وجہ سے علامہ شیخ محمد حسن آل یاسین صاحب نے اسلامی عقائدومعارف سے متعلق جدید اور واضح اسلوب پر مشتمل چند علمی کتابیں مرتب کیں، جو انسان کوراہ ضلالت سے نکال کر راہ ہدایت پر گامزن کرتی ھیں۔

اور چونکہ علامہ موصوف؛ حضرت آیت اللہ العظمیٰ خوئی رحمة اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد تھے، لہٰذا خوئی صاحب نے آپ سے فرمائش کی کہ اسلامی اصول عقائد کے بارے میں جدید طریقہ سے کوئی ایسی کتاب لکھیں جس میں دور حاضر کے لحاظ سے اسلامی حقانیت کو ثابت کیا جائے اور اس سلسلہ میں ھوئے نئے نئے اعتراضات کا بھی کافی وشافی جواب دیا جائے۔

اور جب علامہ موصوف نے کتاب ہذا کو مترتب کیا تو آیت اللہ خوئی صاحب نے اس کی نشر واشاعت میں بھر پور تعاون فرمایا، اور کتاب کو بہت جلد چھپوادیا۔

لہٰذا کتاب ہذا کی اھمیت کے پیش نظر آپ حضرات سے گزارش ھے کہ اس کتاب کو دقت نظرسے مطالعہ کر کے بغیر کسی شک وشبہ کے اسلامی حقائق سمجھنے کی کوشش فرمائیں ۔

امید ھے کہ موصوف کی یہ کاوش اسلامی عقائدسمجھنے کے سلسلہ میں مشعل راہ قرار پائے۔

سید مرتضیٰ حکمی

نجف اشرف ، ۱۳/ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

عرض مترجم

خدائی مخلوق کے شاہکارحضرت انسان نے جب اس دنیا میں قدم رکھا تو اسی وقت سے اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ھوا کہ اس کی خلقت کیسے اور کیونھوئی اور اس زندگی کے بعد اس کی بازگشت کھاں ھے؟ ! انھیں تمام سوالات کے پیش نظر اس نے ماوراء طبیعت کا پتہ لگانا چاھا اس کی فطرت نے مدد کی اور خدا شناسی کے راستوں کو ھموار کیایھاں تک کہ اس نے یقین کرلیا کہ اس کا وجود بغیر بنانے والے کے نھیں پیدا ھوا، کوئی ایسی طاقت ھے جس نے اسے خلق کیا ھے، اور وہ ذات ھے خداوندعالم کی۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تاریخ بشریت اس بات کی گواہ ھے کہ ھر زمانہ میں انسان خدا کی الوھیت کا عقیدہ رکھتا تھا، یہ اور بات ھے کہ بعض زمانہ میں اور بعض محدود مقامات پر خدا کے وجود کا انکار کردیا گیا جیسا کہ آج بھی بہت سے لوگ اپنی فطرت کا گلا گھونٹتے ھوئے خدا کے وجود کا انکار کرتے ھیں اورکہتے ھیں کہ یہ دنیا ”مادّہ“ کی مخلوق ھے، لیکن آج جبکہ سائنس ترقی کررھا ھے تو وجود خدا کے دلائل مزید واضح وروشن ھوتے جارھے ھیں اور خود سائنس اس بات کی ردّ کرتا ھے کہ مادہ کسی چیز کا خالق ھو۔

بھر حال یہ بات مسلم ھے کہ خدا ھی انسان کا خالق ھے، وھی عالمین کا ربّ حقیقی ھے، تب ھی اس نے انسان کی دوسری ضروریات کی طرح ہدایت کا انتظام بھی فرمایااور ھر زمانہ میں انبیاء بھیجے، اور جیسے جیسے انسانی معاشرہ نے ترقی کی اسی لحاظ سے انبیاء علیھم السلام کو بھیجا گیا یھاں تک کہ سر زمین مکہ پر ھمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمآخری نبی بنا کر بھیجے گئے، اور آپ نے اسلام کی تبلیغ اس طرح فرمائی کہ خدا کو کی سند دینا پڑی، لیکن جب یہ آخری نبی بھی اس دنیا سے جانے لگا تو چونکہ نبوت کا سلسلہ بند ھوچکا تھا، ہدایت کے بغیر انسان کفر وضلالت کے دلدل میں پھنس جاتا، مگراللہ نے اپنے محبوب رسول کے ھاتھوں غدیر خم میں امامت وولایت کا سلسلہ قائم اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ معین فرمادیا، اور اسی امامت کی وجہ سے ڈوبتی ھوئی کشتی اسلام نہ جانے کتنی بارساحل پر لگی، اور آج بھی اسی امامت کے ذریعہ انسانیت ہدایت سے فیضیاب ھورھی ھے اور ایک دن وہ آئے گا جب اسی امامت کے ذریعہ؛ ظلم وجورسے بھری دنیا عدل وانصاف سے بھرجائے گی، تب اس کے بعد دنیا کا خاتمہ ھوگا، اس دنیاوی زندگی کے بعد ایک روز حساب وکتاب کے لئے رکھا گیا ھے، کیونکہ ھر صاحب عقل نیک کام کو اچھا اور برے کام کا برا سمجھتا ھے، نیز نیک کام پر مستحق مدح وثواب اور برے کام پر مستحق ذم وعذاب پر انسانی عقل شھادت دیتی ھے، اور اسی عذاب وثواب کے دن کو قیامت کھا جاتا ھے، جس دن خدا عدل وانصاف کے ساتھ جزا یا سزا دے گا۔

انھیں تمام باتونکی تفصیل پر مشتمل ھے عالیجناب علامہ شیخ محمد حسن آل یاسین صاحب کی یہ کتاب ”اصول دین“ ،جس میں موصوف نے عمدہ انداز، بہترین استدلال، مستحکم بیان اور جدید طرز پر اپنے قلم کے جوھر دکھائے ھیں،اور خدا شناسی، عدل الٰھی ، نبوت،امامت،مہدویت اور قیامت کے بارے میں مفصل استدلال اور برھان قائم کئے ھیں،نیز اس سلسلہ میں بہت سے اعتراضات اور شبہات کے جوابات بھی دئے، واقعاً کتاب ہذاایک جامع اور بہترین کتاب ھے۔

مؤسسہ امام علی علیہ السلام کے مدیر اعلیٰ حجة الاسلام والمسلمین شیخ جواھری صاحب نے اس عظیم کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری اس بندہ ناچیز کو عنایت فرمائی، حقیر کو اپنی ناتوانی کے ساتھ قلم کی ناتوانی کا بھی اقرار ھے جس کے پیش نظرحقیر کے لئے اس عظیم ذمہ داری کا نبھانا لمحہ فکریہ تھا، لیکن خدا کے لطف و کرم اوراس کی توفیق کے سھارے کمر ھمت باندھ کرترجمہ شروع کردیا۔ کسی مؤلف کی بات کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا اور اس کی روانگی اور سلاست کو باقی رکھنا واقعا”کارے دارد“ ۔ علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں مختلف استدلال کے اندر عربی اصطلاحات کے علاوہ سائنس کی اصطلاحات بھی کافی استعمال کی ھیں جن کی اردوکے ساتھ انگلش تلفظ کو حتی الامکان تلاش کرکے لکھ دیا گیا ھے ،اور باب توحید کے علاوہ دوسرے تمام ابواب میں اکثر آیات کا حوالہ تحقیق کرکے رقم کر دیا ھے، لیکن کھاں تک کامیاب ھوا ھوں اس کا فیصلہ آپ حضرات فرمائیں گے۔

آخر میں ان دوستوں اور احباب کو بھی فراموش نھیں کیا جاسکتا جنھوں نے کتاب کی تصحیح، کمپوزنگ، اور پروف ریڈنگ وغیرہ میں ھر ممکن تعاون کیا ، خداوندعالم ھم سب سے اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے اور مزید توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔ والسلام

اقبال حیدر حیدری ۔
حوزہ علمیہ، قم، ایران
۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ
IHH2001@YAHOO.COM

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خدا کی معرفت عقل و فطرت کی روشنی میں

" أَفِی اللهِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض"[1]
''کیا تم کو خدا کے بارے میں شک ھے جوسارے آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ھے۔؟''
حضرت امام حسین علیہ السلام:
''کیف یستدل علیک، بما ھو فی وجودہ مفتقر الیک، أیکون لغیرک من الظھور مالیس لک حتی یکون ھو المظھر لک، متی غبت حتی تحتاج الی دلیل یدل علیک، ومتی بعدت حتی تکون الآثار ھی التي توصل الیک۔''
(بارالہٰا ! تیری معرفت کا ذریعہ وہ شیٔ کیسے قرار دی جاسکتی ھے جس کا وجود خود تیرا محتاج ھے، کیا تیرے علاوہ بھی کوئی ایسی شیٔ ھے جوبذات خود ظاھر ھو جب تک تو اس کا مظھر قرار نہ پائے؟ تو کب غائب تھا کہ ھمیں تیری راہنمائی کے لئے کسی راہنما کی ضرورت ھو؟ اور تو کب ھم سے دور تھا کہ ھم ان وسائل (آثار)کو تلاش کریں جو ھمیں تجھ تک پھونچائیں؟)
قدیم شاعر:

فواعجبا کیف یعصی الالہ
ام کیف یجحدہ الجاحد

ولله فی کل تحریکة
وفی کل تسکینة شاہد

وفی کل شیء لہ آیة
تدل علی انہ واحد

اس انسان پرتعجب ھے جو اپنے پروردگار کی (عمداً) معصیت کرتا ھے، بھلا خدا جیسی ذات کا کوئی انکار کرنے والا انکار کرسکتا ھے؟ !کیونکہ ذات پروردگار وہ ہستی ھے جس کی معرفت کے لئے ھر شیٔ میں نشانی موجودھے جو خداوندعالم کے وحدہ لاشریک ھونے پر دلالت کرتی ھے۔

مقدمہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمدلله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ الطیبین الطاھرین۔
جب سے انسان نے اس فرش زمین پر لباس وجود زیب تن کرکے قدم رکھا ھے اسی وقت سے اس نے اپنی حیات کے خلق اور عنایت کرنے والے کے بارے میں غور و فکر کرنا شروع کردیا، لہٰذا واجب الوجود (خدا) کے بارے میں لوگوں کی گفتگو صرف آج کی پیدوار نھیں بلکہ یہ گفتگو قدیم زمانہ سے چلی آرھی ھے، البتہ زمانہ قدیم کے لوگ اپنی خالص فطرت، محدود مدرک علمی اوراپنی کم صلاحیت کے اعتبار سے مورد بحث قرار دیتے تھے یعنی جتنی ان کے پاس بحث کرنے کے لئے مدارک اور محدود ذہنی سطح تھی اسی لحاظ سے بحث کیاکرتے تھے، لیکن آج جب زمانہ نے ترقی کی اور انسان وسیع الذہن ھوا تو اس (خدا) کے بارے میں گفتگو کا میدان بھی وسیع ھوا، یعنی جیسے جیسے عقل وشعورنے ترقی کی اور ذہن انسانی میں وسیع نشوونما ھوئی یھاں تک کہ اس فلسفی زمانہ میں عقل اپنے کمال تک پھونچی تو یہ واجب الوجود کے بارے میں بحث ومباحثہ بھی اسی بلندی کے ساتھ لوگوں میں رائج قرار پایا،جس میں جاھل اور منکرین خدا کے لئے کسی طرح کا کوئی اشکال واعتراض کرنے کا راستہ نھیں رہ جاتا۔
چنانچہ آج جبکہ علم اور سائنس کافی ترقی کررھا ھے بعض اسلام دشمن عناصر نے دین اسلام سے مقابلہ کی ٹھان لی ھے اور اسی سائنس وعلم کے ذریعہ خدا کے وجود کا انکار کرتے ھیں اور مسلمانوں کے عقائد کو کمزور وضعیف کرنے کی کوشش کرتے رہتے ھیں، چنانچہ کہتے ھیں کہ یہ عقلی قاعدہ(کہ ھر مخلوق کے لئے ایک خالق اور ھر موجود کے لئے ایک موجِد کا ھونا ضروری ھے) درست نھیں ھے! بلکہ یہ کائنات خود بخوداور اتفاقی طور پر پیدا ھوگئی ھے!!۔
خلاصہ یہ کہ اس سلسلہ میں انھوں نے بہت سے اعتراضات او رشبہات ایجاد کردئے اور بعض جھوٹی اور مظنون چیزوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کو مشہور کرکے ڈھول بجادیا کہ ”مادہ“ ازلی ھے !اور یہ ھمیشہ باقی رھے گا، چنانچہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے نظریات میں شکوک وشبہات ڈالنے شروع کردئے لہٰذا وہ لوگ جن کے عقائد تقلیدی اور سنے سنائے اور بغیر دلیل کے تھے وہ ان اعتراضات وشبہات کے دریا میں بہنے لگے۔
اور چونکہ ھم یہ عقیدہ رکھتے ھیں کہ اسلام کبھی بھی علم وعقل سے نہیں ٹکراتا، بلکہ اسلام تو علم وعقل پر قائم ھے، لہٰذا ھمارے لئے اس ماحول میں ”الوھیت“ (خدا کی معرفت) کی بحث اسی علم وسائنس کی روشنی میں بیان کرنا ضروری تھا جس طرح سائنس داں افراد نے اسی علم وسائنس کے ذریعہ اس سلسلہ میں تخریب کاری کی ھے، چنانچہ اس سائنس کے بعض نتائج کا خلاصہ یہ ھے کہ آج کے علم کی جدید ایجادات واکتشافات ھی ھیں جو خدا پر ھمارے ایمان کو زیادہ کردیتے ھیں،اور ھمارے لئے یہ علم ایسے ایسے استدلال وبرھان قائم کرتا ھے جن کا تذکرہ گذشتہ مولفین ومحققین کے یہاں نہیں ملتا، لہٰذا یھی سائنس (مکمل وضاحت کے ساتھ) ان لوگوں کے نظریہ کو باطل کردیتا ھے جو کہتے ھیں کہ مادہ ازلی ھے اور کائنات میں خلق وایجاد کے یہ اثرات اسی مادہ کے ھیں، یعنی ان لوگوں کے تمام نظریات باطل ھوجاتے ھیں جو کہتے ھیں کہ یہ تمام کائنات خود بخود (اتفاقی طور پر) پیدا ھوگئی ھے۔
اور چونکہ ھماری یہ کتاب موضوع کے تمام اطراف وجوانب پر مشتمل ھے لہٰذا ھم نے مناسب سمجھا کہ اس میں فطرت سلیم، فلسفہ اور علم کلام کے دلائل کو اختصار کے طور پر بیان کر کے قرآن کریم سے تفصیل کے ساتھ برھان واستدلال نقل کریں کیونکہ قرآنی استدلال ھی بہترین استدلال ھیں، جن میں عقل وشعور اوراحساس سب کچھ پایا جاتا ھے ، اور پھر اس کے بعد سائنس کے ذریعہ خدا کے وجود پر دلیل وبرھان قائم کریں گے۔
بھرحال ھماری اس بحث کا مقصد یہ ھے کہ محترم قارئین اس سے استفادہ اور ہدایت حاصل کریں اور ھم بھی اجر وثواب کے مستحق قرارپائےں۔
و[3]
”شکر ھے اس خدا کا جس نے ھمیں اس (منزل مقصود) تک پہنچادیا اور اگر خدا
ھمیں یہاں نہ پہچاتا تو ھم کسی طرح یہاں نہ پہنچ سکتے ۔
اے ھمارے پالنے والے (جب) ھم نے ایک آواز لگانے والے (پیغمبر) کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے یوں پکارتا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ھم ایمان لائے، پس اے ھمارے پالنے والے ھمارے گناہ بخش دے اور ھماری برائیوں کوھم سے دور کردے اورھمیں نیکو کاروں کے ساتھ (دنیا سے) اٹھالے۔“
واللہ ولی التوفیق۔
شیخ محمد حسن آل یاسین کاظمین
، عراق۔

خالق ازلی کے وجود کی ضرورت
وجودخالق کائنات کے دلائل کی بحث ایک قدیم زمانہ سے چلی آرھی ھے اور مختلف زمانہ میں مختلف طریقوں سے بحث ھوتی رھی ھے نیز دلائل وبرھان بھی بدلتے رھے ھیں۔
اور جب سے انسان نے شعور اور ترقی کی طرف قدم اٹھانا شروع کیا ھے اسی وقت سے اس کی دلی خواہش یہ رھی ھے کہ وہ ”ماوراء الغیب“ کی باتوں کا پتہ لگائے، کیونکہ اس کی فطرت میں یہ بات داخل ھے کہ وہ مختلف اشیاء کے حقائق اور انتھا کا پتہ لگانے کے لئے بے چین ر ھے ، اوراس کے ذہن میں ھمیشہ یہ سوال اٹھتا رہتا ھے کہ وہ کھاں سے آیا؟ اور اس کی کیسے خلقت ھوئی؟ اوراسے آخر کھاں جانا ھے۔؟
چنانچہ اسی فطرت کے تحت اس نے کائنات کے بارے میں معلومات کرنا شروع کی اور اس سلسلہ میں غور وفکر سے نھیں گھبرایا اپنی استعداد کے مطابق اس نے ھر زمانہ میں اپنی کوشش جاری رکھی اور مبداء اول (وہ خداجو تمام چیزوں کو وجود بخشنے والا ھے)کے وجود کی بحث اوراس کائنات کے اسرار کی معلومات ایک مقدمہ رھی ھے جس کا سمجھنا مشکل کام رھا ھے اگرچہ انسان نے اپنی بھر پور کوشش صرف کردی ھے۔
اور جب انسان نے اشیاء کے حقائق سمجھ لئے تو اس نے سب سے پھلے وجود کو محدود اور بسیط پایا اس کے بعد اس نے مرور زمان کے ساتھ اپنی معرفت کے لحاظ سے اس دائرہ معرفت کو وسیع کیا چنانچہ اس نے اپنی عقل کے معیار کے مطابق اس کائنات کے خالق کے وجود کے بارے میں اعتقاد پر دلیل قائم کی۔
اسی وجہ سے ھم دیکھتے ھیں کہ اس قدیم زمانہ میں انسان نے حیوانات، ستاروں اور دوسرے جمادات کی عبادت کی اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ان کو اپنا خدا تصور کیا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یھی موت وحیات دیتے ھیں یھی خلق کرتے ھیں یھی رزق دیتے ھیں یھی عطا کرتے ھیں اور کسی چیز میں مانع ھوتے ھیں اور صرف ان کی عبادت یا ان کی تصدیق پر ھی اکتفاء نہ کی بلکہ یہ ان کے لئے قربانی کیا کرتے تھے اور ان سے قریب کرنے والے کاموں کو کیا کرتے تھے تاکہ ان تک خیر وبرکت پھونچے اور ان سے بلاء وشر دور رھے۔

چنا نچہ انسانوں کے ایک گروہ نے جب سورج کو دیکھا کہ وہ سب چیزوں کو حیات ورُشد عطا کرتا ھے اور اس کے بغیر کو ئی بھی چیز زندہ نہیں رہ سکتی لہٰذا اسی کو خدا مان بیٹھے۔

جب انھوں نے چاند کو رات کے اندھیروں میں بھٹکتے ھوئے لوگوں کو نور دیتے ھوئے دیکھا تو اسی کو خدا مان لیا۔

جب انھوں نے ان ستاروں کود یکھا جو اپنی شعاعونکی چمک دمک کو ایک دور درازمقام سے زمین کی طرف بھیجتے ھیں جو انسان کو سرگرداں اور حیران کردینے والی ھیں جو فکر انسان کو متحر ک کرکے مسدود کردیتی ھیں تو انسان یہ سمجھا کہ یھی نجوم خدا ھیں جن کی چمک دمک کائنات کو حیران وپریشان کئے ھوئے ھے۔

اورآخر میں جب انھوں نے بعض ان حیوانات کو دیکھا جن کے ذریعہ سے ان کے کھانے پینے یا پہننے کی چیزیں حاصل ھوتی ھیں یا ان میں عجیب وغریب چیزیں پائی جاتی ھیں یا ان کی قوت اور بھاری جسم کو دیکھا تو اس اعتقاد کے ساتھ کہ یھی خدا ھیں ان کی ھی عبادت شروع کردی۔!!

یہ باتیں صرف اس بات پر دلالت کرتی ھیں کہ انسان اپنی فکر وعقل میں کمزور تھا جس طرح سے یہ بات بھی واضح ھے کہ انسان کی صحیح وسالم فطرت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ھے کہ کوئی خدا ھے جس نے اس کائنات کو خلق کیا ھے۔

لیکن جب خداوندعالم نے آسمانی کتابیں اور انبیاء ومرسلین بھیجے تو انسان کو یہ معلوم ھوا کہ ان تمام چیزوں کا خالق ھی ھمارا ربّ ھے۔

[4]

''جس نے سات آسمان تلے اوپر بنا ڈالے ،کیاتجھے خدا کی آفرینش میں کوئی کسر نظر آتی ھے؟ تو پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ھے پھر دوبارہ آنکھ اٹھاکر دیکھ تو (ھر بار تیری) نظر ناکام او رتھک کر تیری طرف پلٹ آئے گی''

بے شک انسان اپنی فطرت کے ذریعہ ھی اپنے رب کو پہچان کر اس پر ایمان لاسکتا ھے، چنانچہ یھی فطرت انسانی (جس کو لا شعو رکہتے ھیں) انسان کو اس کائنات کے خالق کے وجود تک پھونچاتی ھے جس نے ان تمام موجودات کو خلق کیا اوران کو عدم سے وجود بخشا ، ھر چیز کے لئے ایک مخصوص نظام وقوانین وضع فرمائے تاکہ ان کے تحت وہ سب اپنے فرض کو پورا کرتی ھوئی اپنے اغراض ومقاصد تک پھونچ جائیں اور وہ نظام بھی ایسا ھو جو دقیق اور مرتب ھو جس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ھو۔

اور جیسا کہ فرانس کے بعض ماھرین نے وسطی افریقا، انڈومان نیکوبار جزائر نیز جزیرۂ مابقہ اور فلپین کے بعض علاقوں میں پائی جانے والی قوم''اقزام''(ایک پستہ قد قوم جو بڑی بھادر ھوتی ھے) کی حیات کے بارے مینتحقیق کی تو اس نتیجہ تک پھونچے کہ یہ قوم ایک قدیم ترین طور وطریقہ اور ثقافت کی نشاندھی کرتی ھے جس کی بنا پر ھمیں بشر کے جنسی طور وطریقہ اور ثقافت کے بارے میں معلومات فراھم ھوتی ھےں اور ھمیں پتہ چلتا ھے کہ یہ قوم ابتداء میں مشرقی ایشیاء کے جنوبی ممالک کے تمام قوم وقبیلہ پر حاکم تھی۔

چنانچہ اس جماعت کے عقائد کے بارے میں تحقیق کرنے والے ماھر ''ینشمٹ'' وغیرہ نے کوئی ایسا اثر ونشانی نہیں پائی جس کی بنا پر یہ سمجھا جاسکے کہ یہ لوگ مادیات اور ارواح کی عبادت کرتے تھے لیکن ان کا سحر وجادو پر اعتقاد رکھنا یہ ناقص اور کم سے کم عقیدہ تھا،بلکہ مزید تحقیقات سے پتہ چلا کہ وہ ایک موجود اسمی کی عبادت کرتے تھے جس کے بارے میں یہ کھا جاسکتا ھے کہ وہ سید عالم (خدا) ھے۔

ھمارے لئے کافی ھے کہ ھم ان قدیم قبیلوں اور ان کے عقائد کو دیکھیں لیکن یہ تاریخ ادیان خطرناک کشف ھے کیونکہ وہ (مستحکم اور قطعی دلائل کی بنیاد پر) فطرت انسان اور توحید (خدا) کے بارے میں ایک خاص رابطہ کا اقرار کرتے تھے۔[5]

چنانچہ اسکاٹ لینڈ کے ایک دانشمند ''لانج'' کہتے ھیں:

''ھر انسان اپنے اندر ''علت'' کا نظریہ لئے ھوئے ھے اور اس کا اس کائنات کے بنانے والے خالق کا عقیدہ رکھنے کا نظریہ کافی ھے۔''[6]

لہٰذا انسان نے اسی فطرت کے ذریعہ اس حقیقت کو سمجھا اورجب انسان کی یھی فطرت بسیط (غیر واضح) تھی تو اس کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دلیل بھی غیر واضح رھی اور جب فطرت انسانی واضح اور مکمل ھوگئی تو انسان کی دلیل بھی واضح اور مکمل ھوگئی، اس حیثیت سے کہ انسان اسی فطرت کے تحت اس بات کو مانتا رھا ھے کہ ھر اثر اپنے مؤثر پر دلالت کرتا ھے اور ھر موجود اپنے موجد (بنانے والے) پر دلالت کرتا ھے کیونکہ اونٹ کے پیر کے نشان اونٹ کے وجود پر دلالت کرتے ھیں اسی طرح پیروں کے نشانات گذرنے والوں پر دلالت کرتے ھیں توپھر یہ زمین وآسمان کس طرح لطیف وخبیر (خدا) پر دلالت نہیں کرتے۔؟!!

قارئین کرام ! انسانی فطرت اور اس کی وجہ سے خدا پر ایمان رکھنے والی مثال کی طرح درج ذیل واقعہ بھی ھے:

''ھم ایک روز بغداد میں دینی مسائل کے بارے میں تقریرکررھے تھے کہ اچانک ایک دھریہ اس تقریر کے دوران آگیا اور اس نے خدا کے وجود کے لئے دلیل مانگی، چنانچہ صاحب مجلس نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے متکلمین کے پاس ایک شخص کو بھیجا لہٰذا وہ شخص ایک متکلم کے پاس گیا اور واقعہ کی تفصیل بیان کی چنانچہ اس متکلم نے اس شخص سے کہا کہ تم چلو میں آتا ھوں۔

ادھر سب لوگ اس کے منتظر تھے لیکن جب بہت دیر ھوگئی اور لوگ اٹھنا ھی چاہتے تھے تو وہ متکلم بڑبڑاتے ھوئے مجلس میں وارد ھوا، اور صاحب مجلس سے اپنی تاخیر کی عذر خواھی کی اور کہا کہ میں نے خواہ مخواہ دیر نہیں کی بلکہ میں راستے میں ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھ کر مبھوت رہ گیا اور مجھے وقت کا احساس نہ ھوا اور جب کافی دیر کے بعد مجھے احساس ھوا تو میں دوڑتا ھوا چلا آیا۔

اور جب اس سے اس تعجب خیز واقعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''جب میں آتے وقت دجلہ کے ساحل پر پھونچا تو میں نے ایک بہت بڑے درخت کو دیکھا کہ وہ دجلہ کی طرف جھکا اور خود بخود اس کے برابر تختے کٹتے چلے گئے او رپھروہ تختے آپس میں مل گئے یہاں تک وہ ایک بہترین کشتی بن گئی اور ساحل پر آکر رگ گئی اور میں اس کشتی میں سوار ھوگیا اور وہ بغیر چلانے والے کے چل پڑی یہاں تک کہ اس نے مجھے دریا کے اس طرف چھوڑدیا او رپھر دوسرے لوگ اس میں سوار ھوئے تو ان کو اُس طرف لے جاکر چھوڑ دیا اور وہ اسی طرح چلتی رھی، میں کھڑا اس منظر کو دیکھتا رھا، اوریھی میری تاخیر کا سبب ھے''

ابھی ان صاحب کی گفتگو تمام ھی ھوئی تھی کہ اس دھریہ نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور اس کا مذاق بناتے ھوئے کہا:

''واقعاً مجھے اپنے اوپر افسوس ھورھا ھے کہ میں نے اس شخص کے انتظار میں اپنا اتنا وقت برباد کیا! میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ بے وقوف اور احمق شخص نہیں دیکھا ! کیا کسی انسان کی عقل اس بات کو قبول کرسکتی ھے کہ کوئی درخت خود بخود کٹے،اس کے تختے بنیں اور وہ آپس میں جڑےں اور کشتی بن جائے او ر پھر وہ کشتی خود بخود چل پڑے اور مسافروں کو ادھر سے ادھر پھونچائے؟!!

یہ سن کر وہ متکلم بول اٹھے:

''جب اس چھوٹی سی کشتی کا بغیر بنانے والے کے بن جانا عقلی طور پر ناممکن ھے اور بہت ھی تعجب او ربے وقوفی کی بات ھے، تو پھر یہ زمین وآسمان، چاند وسورج او راس کائنات کی دوسری چیزیں خود بخود کس طرح بن سکتی ھیں؟!! او راب بتا کہ میری باتیں تعجب خیز ھیں یا تیری؟۔

یہ سن کر وہ دھریہ خاموش ھوگیا ، اس کا سر جھک گیا اور اس کے سامنے اپنے غافل ھونے کے اقرار کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ دکھائی نہ پڑا۔

اس طرح فطرت انسان دلیلِ اعتقاد بن سکتی ھے اور یہ وہ راستہ ھے جس کے ذریعہ انسان آسان طریقہ سے فلسفی دلیل وبرھان اور اس کی اصطلاحات کے دلدل میں پھنسے بغیر وجود خالق پر دلیل قائم کرسکتا ھے ۔

وجود خدا پر عقلی اور فلسفی دلائل

قارئین کرام ! فلسفہ کی دلیل وبرھان کے مختلف طریقے ھیں چنانچہ فلاسفہ حضرات نے وجود خدا کے بارے میں منطقی اور عقلی برھان قائم کئے ھیں جو خداوندعالم کے وجود پر ایمان کو پختہ اور شبہات واعتراضات کا خاتمہ کردیتے ھیں۔

چنانچہ فلاسفہ حضرات کی سب سے واضح دلیل یہ ھے:

''اگر کوئی موجود ''واجب الوجود'' ھو تو ھمارا مقصود ثابت ھوجاتا ھے اور اگر وہ وجود واجب الوجود نہ ھوتو پھر'' دور'' "Viciouscircle" یا'' تسلسل''"Infinitc Regress" لازم آئے گا جو عقلی طور پر محال ھے۔

توضیح :

جو چیز ھمارے سامنے موجود ھے اگر وہ ''واجب الوجود'' ھے توھمارا مقصود ثابت ھے اور اگر ممکن الوجود ھو تو اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے لئے کوئی ایسی مؤثر شئے کا ہونا ضروری ہے جو اس کو وجود عطا کرے اور اگروہ مؤثر شے واجب الوجود ہو تو ہمارا مقصود ثابت ہے اور اگر وہ مؤثر شے ممکن الوجود ہو تو وہ بھی ایک ایسے مؤثر کی محتاج ہوگی جو اس کو وجود عطا کرے، اور اگر وہ مؤثر شے واجب الوجود ہوگی تو ہمارا مقصود ثابت، اور اگر وہ بھی ممکن الوجود ہو تو پھر اس طرح تسلسل لازم آتا ہے جو عقلی طور پر باطل ہے۔

مزید وضاحت :

جو چیز ہمارے سامنے موجود ہے اس کے وجود میں کسی کو بھی شک نہیں ہوتا او راگر یہ وجود اپنی ذات کے لئے واجب ہو (یعنی اس کا وجود ذاتی ہو جس طرح آگ کے لئے حرارت) توہمارا مقصود ثابت ہے (یعنی وہی خدا ہے) اور اگرو ہ چیز اپنی ذات میں ممکن ہو، تو پھر یہ چیز اپنے وجود میں کسی مؤثر کی محتاج ہے اور اگر وہ مؤثر اپنی ذات میں واجب ہے تو بھی ہمارا مقصود ثابت ہے او راگر وہ بھی اپنے وجود میں کسی مؤثر کی محتاج ہو او روہ غیر خود اپنے نفس کے لئے مؤثر ہو تو اس صورت میں ”دور“ لازم آتا ہے جو محال ہے کیونکہ اس وقت ہر ایک بذات خود دوسرے پر موقوف ہوگی ،جبکہ مؤثر کا اثر پر مقدم ہونا لازم ہے۔

اور اگر وہ مؤثر کوئی دوسری چیز ہو تو پھر درج ذیل حالات سے خالی نہیں:

۱۔ وہ چیز ایسے وجود پر جاکر رکے جو اپنی ذات میں واجب ہو۔

۲۔ اس سلسلہ کی کوئی انتہا نہ ہو۔

اگر پہلی صورت ہو تو ہمارا مقصود ثابت ہے جبکہ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ ہر ممکن شے کے لئے ایک مؤثر کا ہونا ضروری ہے اور یہ مؤثر تین حال سے خالی نہیں ہے:

۱۔ کوئی چیز بذات خود اپنے لئے مؤثر ہو۔

۲۔اس مینکوئی اندرونی شے مؤثر ہو۔

۳۔ کوئی بیرونی شے اس میں مؤثر ہو۔

پہلی صورت ناممکن او رمحال ہے کیونکہ مؤثر کا اثر سے پہلے ہونا ضروری ہے کیونکہ کسی چیز کا اپنے نفس پر مقدم ہونا عقلی لحاظ سے ممنوع ہے۔

دوسری صورت بھی محال ہے کیونکہ کسی چیز کا مؤثر ہونا اس کے ہر جز میں مؤثر ہونا چاہئے اور اگر اس کا کوئی جز مؤثر ہو تو پھر خود اپنے نفس میں مؤثر ہونا لازم آتا ہے او راپنے اثر میں بھی مؤثر کا ہونا لازم آتا ہے اور یہ دونوں محال ہیں پہلی صورت اس لئے محال ہے کہ ”تقدم الشی علی نفسہ“ (کسی چیز کا اپنے اوپر مقدم ہونا) لازم آتا ہے اور دوسری صورت اس لئے محال ہے کہ ”دور“ لازم آتا ہے اور دور بھی محال وباطل ہے۔

اور جب پہلی دوصورت باطل ہیں تو پھر تیسری صورت صحیح ہے یعنی ہر چیز میں کسی بیرونی شے کا مؤثر ہونا، او راگر وہ بیرونی شے ممکنات میں سے ہے ،تو وہ اپنی ذات کے لئے ممکن نہیں بن سکتی ،کیونکہ اگر ایسا ہو(یعنی اپنی ذات کے لئے ممکن ہو) تو پھر وہ شی اس میں داخل ہے، بلکہ اس چیز کا بیرونی ہونا ضروری ہے اور یہی ہماری بات کو ثابت کردتیا ہے۔

مذکورہ دلیل کا خلاصہ :

”بے شک اس کائنات کا پیدا کرنے والا کوئی نہ کوئی ہے کیونکہ کسی چیز کا خود بخود عدم سے وجود میں آنا ممکن نہیں ہے تو پھر اس پیدا کرنے والے کا وجود بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بات بھی مسلم ہے کہ کسی امر عدمی کے ذریعہ کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی، تو پھر یہ پیدا کرنے والا یا تو واجب الوجود ہے یا واجب الوجود نہیں ہے۔

اور اگر واجب الوجود ہو تو ہمارا مقصد ثابت ہوجاتا ہے (کہ یہی واجب الوجود ذات خدا ہے)

اور اگر واجب الوجود نہیں ہے تو اس کے لئے ایک مؤثر کی ضرورت ہے جو اس کو وجود عطا کرے اور اگر یہ مؤثر اور سبب واجب الوجود ہو تو بھی ہمارا مقصود ثابت ہے اور اگر واجب الوجود نہ ہو پھر اس کے لئے بھی ایک مؤثر کی ضرورت ہے ، اسی طرح ہم آگے بڑھتے رہیں گے یہاں تک کہ وجود خالق اور واجب الوجود جو اس کائنات کا خالق ہے اس تک پہونچ جائیں ورنہ تو درج ذیل دو چیزوں میں سے ایک چیز لازم آئے گی (جو محال ہے):

۱۔ ”تسلسل“ تسلسل کے معنی یہ ہےں کہ ہر موجود اپنے موجد (بنانے والے) پر موقوف ہو او رپھر یہ موجود دوسرے مو جود پر موقوف ہوگا او رپھر وہ دوسرے پر ، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے اور عقلِ انسانی نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جس سلسلہ کی کوئی انتہا نہ ہو وہ باطل ہے کیونکہ انسان اس سے کسی نتیجہ پرنہیں پہنچ سکتا۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۲۔ ”دَور“ دور کے معنی یہ ھےں کہ موجدِ مؤثر نے ایسی چیز کو خلق کیا جس کو اثر کھا جاتا ھے او رخود اس اثرنے اس موجدِ مؤثر کو خلق کیا اور یہ واضح البطلان ھے کیونکہ اس کا مطلب یہ ھے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے پر موقوف ھےں۔
جیسا کہ ھم نے بیان کیا جب تسلسل او ردور دونوں باطل ھیں تو پھر ضروری ھے کہ ھم ایسے پیدا کرنے والے موجد کا اقرار کریں جس کا وجود اپنی ذات کے لئے واجب ھے (یعنی جو واجب الوجود ھے) اور وھی خدا کی ذات ھے۔

متکلمین کا استدلال
قارئین کرام ! خداوندعالم کے وجود کے سلسلے میں متکلمین حضرات نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا ھے جس میں صرف عقلی طریقہ پر اعتماد کیا گیا ھے جس میں کسی طرح کی آیات وروایات اور تقلید سے کام نھیں لیا گیا چنانچہ ان کے دلائل میں سے بعض دلائل اس طرح ھیں، ان کا کہنا ھے:
”تمام اجسام (بدن) حادث ھیں اور ان کے حدوث کی دلیل یہ ھے کہ ان میں تجدّد (تبدیلی اور نیا پن) ھوتارہتا ھے (یعنی تمام چیزیں ھمیشہ ایک سی نھیں رہتیں بلکہ بدلتی رہتی ھیں) اور جب یہ چیزیں تجدد سے خالی نھیں ھیں تو پھر ان کا محدث ھونا ضروری ھے اور جب ان کا حادث ھونا ثابت ھوگیا ھے تو پھر اپنے افعال کے بارے میں قیاس کرسکتے ھیں کہ ان کا بھی حادث کرنے والا ھے، مثلاً:
”یہ جھان محدث ھے، پھلے نھیں تھا بعد میں وجود میں آیا، کیونکہ کائنات کی ان تمام چیزوں میں خلقت کے آثار پائے جاتے ھیں بعض چیزیں چھوٹی ھیں بعض بڑی، کسی میں زیادتی ھے کسی میں کمی، اور ان سب کی حالتیں بدلتی رہتی ھیں جیسا کہ رات دن سے بدل جاتی ھے، لہٰذا خداوندعالم ھی ان تمام چیزوں کا خالق ھے کیونکہ ھر چیز کے لئے ایک بنانے والے کا ھونا ضروری ھے اور ھر کتاب کے لئے لکھنے والے کا نیز مکان بنانے کے لئے ایک معمار کا ھونا ضروری ھے“

مذکورہ استدلال کا خلاصہ :
یہ عالم؛ جس میں جمادات، نباتات اور دیگر موجودات شامل ھیں، یہ حادث ھے یعنی پھلے نھیں تھا بعد میں موجود ھوا جیسا کہ ان تمام میں واضح طور پر آثار وجود پائے جاتے ھیں کہ ان چیزوں میں کمی وزیادتی طول وقصر موجود ھے اور ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتے رہتے ھیں یا اسی طرح کے دوسرے آثار جن سے ان کے حادث ھونے کا پتہ چلتا ھے کہ یہ چیزیں عدم سے وجود میں آئی ھیں۔
اور جب اس کائنات کی تمام چیزوں میں تغییر وتبدیلی پائی جاتی ھے اور ھمارے افعال وحرکات کے ذریعہ ان چیزوں میں تبدیلی آتی رہتی ھے اس طرح ھمارے افعال بھی خود بخود نھیں ھوتے بلکہ ھم ھیں جو ان کو انجام دیتے ھیں جیسا کہ ھم دیکھتے ھیں کہ کھانا پینا، حرکت کرنا، لکھنا، پڑھنا اور ھمارے روز مرّہ کے امور انجام دینے والے کا ھونا ضروری ھے تو اس کائنات کا خلق کرنے والے کا بھی ھونا ضروری ھے اور وہ خداوندعالم کی ذات اقدس ھے جس طرح ھر چیز کے لئے بنانے والے ،کتاب کے لکھنے کے لئے کاتب اور مکان کے بنانے کے لئے معمار کا ھونا ضروری ھے۔

قرآن کریم سے استدلال
ھم اس وقت قرآن کریم کی ان آیات کو بیان کرتے ھیں جن کے ذریعہ اس حقیقت کی واضح طور پر برھان ودلیل قائم کی گئی ھےں۔
قارئین کرام ! قرآن کریم وجود خالق پر مختلف طریقوں سے بہت سی دلیلیں اور برھان بیان کرتا ھے اور اس سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام کیا ھے جبکہ دوسری آسمانی کتابوں میں اس قدر اہتمام نھینکیا گیا ھے بلکہ جس قدر قرآن کریم نے وجود خدا پر دلائل وشواہد پیش کئے ھیں کسی بھی(آسمانی) کتاب میں نھیں ھیں، قرآن کریم میں سوئی ھوئی عقلوں کو مکمل طور پر بیدار کردیا گیا ھے۔
شاید یھی سبب ھو کہ توریت میں ملحدین اور خدا کے بارے میں شک کرنے والوں کو قانع کرنے کا کوئی اہتمام نھیں کیا گیا کیونکہ توریت میں ان لوگونکو مخاطب کیا گیا ھے جو اسرائیل کے خدا پر ایمان رکھتے تھے، اور اس کے وجود میں ذرا بھی شک نھیں کرتے تھے بلکہ توریت میں خدا کے غضب سے ڈرایا ھے او رغیر خدا پر ایمان لانے والوں کی عاقبت سے باخبرکیا گیا ھے اور اگر ان کو اپنے واجبات میں غفلت کرتے دیکھا گیا تو ان کو خدا کے وعدہ اوروعید کی یاد دھانی کرائی گئی ھے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی طرح انجیل (جبکہ بعض تواریخ میں کئی انجیل بتائی گئی ھیں) اور مذھب اسرائیل میں وجود خدا کے سلسلے میں کوئی اختلاف نھیں تھا بلکہ سب سے بڑا اختلاف یہ تھا کہ اس قوم کے سردار نفاق کے شکار ھوگئے تھے اور انھوں نے دین کا مذاق بنا رکھا تھا اور مال ودولت ا ورجاہ وحشم کے پیچھے پڑے ھوئے تھے (چنانچہ انجیل میں ان سب چیزوں کے بارے میں توجہ دلائی گئی ھے)

اور جب اسلام کا ظھور ھوا، او رقرآن کریم نازل ھوا تو اس وقت لوگوں میں وجود خدا کے بار ے میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا تھا اس دور میں ملحد(دھریہ)مشرک اور توریت وانجیل کے ماننے والے پائے جاتے تھے او ران سب کا خدا اور اس کے طریقۂ عبادت میں اپنا الگ الگ نظریہ تھا لہٰذا قرآن کریم کے لئے اس سلسلے میں خاص اہتمام کرناضروری تھا کیونکہ اس دور میں سبھی لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا تھی اور ان کو قانع کرنا اور راہ راست کی طرف ہدایت کرنامنظور تھا۔

اور چونکہ اسلام خاتم الادیان اور قرآن کریم خاتم الکتب ھے، اور اس دین اور اس کتاب کی خصوصیت یہ ھے کہ اس میں قیامت تک کے لوگوں کے لئے اعتقادی اور دنیاوی پھلوؤں کو بیان کیا گیا ھے لہٰذا قرآن کریم میں ان تمام پھلوؤں پر توجہ بہت ضروری تھی، لہٰذا قرآن کریم میں وجودِ خداوندعالم پر دلائل بیان کئے ھیں اور ملحدین ومشککین اور جاھلوں کو اس کائنات کے خالق اور ان عظیم آثار کی طرف توجہ دلائی جو خداوندعالم کے وجود او رکمال پر دلالت کرتے تھے ،لہٰذا اس سلسلہ میں موجود ھر طرح کے شبہات واعتراضات کا سدّ باب کردیاگیا۔

چنانچہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات نے ان موضوعات کی طرف عقل انسانی کو بہت ھی نرم انداز میں متوجہ کیا او راس کو اصلی ہدف ومقصد کی راہنمائی کی اورنرم لہجہ میں راہ مستقیم کی ہدایت کی اور انسان کے سامنے خلقت کے آثار وشواہد کو مکمل طور پر واضح کردیا اور کائنات کے دقیق حقائق پر حکمت کے ذریعہ متوجہ کیا اور انسان میں اٹھتے ھوئے طوفان کویقین وقناعت کے ساحل پر لگادیا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ھوتا ھے:< إِنَّ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِی تَجْرِی فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللهُ مِنْ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْیَا بِہِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَبَثَّ فِیہَا مِنْ کُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِیفِ الرِّیَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآیَاتٍ لِقَوْمٍ یَعْقِلُونْ >[7]

”بے شک آسمان وزمین کی پیدائش اور رات دن کے ردّ وبدل میں اور کشتیوں (جھازوں) میں جو لوگوں کے نفع کی چیزیں (مال تجارت وغیرہ) دریا میں لے کر چلتے ھیں اور پانی میں جو خدا نے آسمان سے برسایا ھے پھر اس سے زمین کو مردہ (بے کار) ھونے کے بعد جلا دیا (شاداب کردیا) اور اس میں ھر قسم کے جانور پھیلا دئے اور ھواؤں کے چلانے میں اور ابر میں جو آسمان وزمین کے درمیان (خدا کے حکم سے) گھرا رہتا ھے (ان سب باتو ں میں) عقل والو ں کے لئے (بڑی بڑی) نشانیاں ھیں۔“

< إِنَّ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ لَآیَاتٍ لِأُولِی الْأَلْبَابِ>[8]

”اس میں تو شک ھی نھیں کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے پھیر بدل میں عقلمندوں کے لئے (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ھیں“

قارئین کرام ! درج ذیل تمام قرآنی آیات خداوندعالم کے وجود پر دلالت کرتی ھیں بشرطیکہ خلقت انسان او ردیگر مخلوقات کی پیچیدگیوں اور دوسرے امور میں توجہ کی جائے کیونکہ یہ تمام مخلوق بغیر کسی قادر کی قدرت اور بغیر کسی خالق کے ارادہ کے وجود میں نھیں آسکتی۔

ارشاد خداوندعالم ھوتا ھے:

[9]

”جس نطفہ کو تم (عورتوں کے) رحم میں ڈالتے ھو کیا تم نے دیکھ بھال لیا ھے؟ کیا تم اس سے آدمی بناتے ھو یا ھم بناتے ھیں؟“

[10]

”تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا ھوا ھے؟ اچھلتے ھوئے پانی (منی) سے پیدا ھوا جو پشت اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ سے نکلتا ھے۔“

[11]

”کیا یہ لوگ کسی کے (پیدا کئے) بغیر پیدا ھوگئے ھیں یا یھی لوگ (مخلوقات کے) پیدا کرنے والے ھیں؟“

[12]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

''اور اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے یہ بھی ھے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ،پھر یکایک تم آدمی بن کر (زمین پر) چلنے پھرنے لگے''
< وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّہَاتِکُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ شَیئًا وَجَعَلَ لَکُمْ السَّمْعَ وَالأبْصَارَ وَالأَفْئِدَۃَ>[13]
''اور خدا ھی نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا (جب) تم بالکل نا سمجھ تھے او رتم کو کان دئے آنکھیں (عطا کیں) اور دل عنایت کئے''
تو کیا انسان کی یہ عجیب وغریب خلقت اور دوسرے شواہد خداوندعالم کے وجود پر دلالت نہیں کرتے ؟!!

سائنس کے نظریات
جیسا کہ آج کا سائنس کہتا ھے :
''انسان کا اصل وجود ایک خَلیہ " Cell "(جسم کا مختصر ترین حصہ)سے ھوا ھے او ریھی ایک خلیہ"Cell" ھر مخلوق کی بنیاد ھے اورھر خلیہ ایک باریک پردہ مینلپٹا ھوا ھوتا ھے (جو غیر جاندار ھوتا ھے) اور یھی پردہ، خلیہ کی شکل وصورت کو محدود کرتا ھے، پھر اس پردہ کے اندر سے خلیہ کا احاطہ کرلیتا ھے ایک اور جاندار پردہ، جو نہایت صاف و شفاف اور رقیق ھوتا ھے اور یھی وہ پردہ ھے جو خلیہ میں دوسرے جزئیات کو داخل ھونے کی اجازت دیتا ھے اور بعض جزئیات کو اس سے خارج ھونے کا حکم دیتا ھے۔
اس کے بعد اس میں مختلف قسم کے لاکھوں کیمیاوی "Chemistry" (کیمسٹری) اجزاء پائے جاتے ھیں لیکن یہ اجزاء بہت ھی محدود ھوتے ھیں ، چنانچہ ان میں سے بعض تو اتنے نازک ھوتے ھیں کہ صرف دوذرّوں والے ھوتے ھیں (جیسے کھانے کا نمک) اور بعض تین ذرووں والے ھوتے ھیں (جیسے پانی کے اجزاء) اور بعض چار، پانچ، دس، سو اور ہزار اجزاء والے ھوتے ھیں جبکہ بعض لاکھوں ذرات سے تشکیل پاتے ھیں (جیسے پروٹن "Proten" اور وراثتی "Geneticcs"اجزاء)
اسی طرح ہزاروں قسم کے اجزاء کا سلسلہ جاری رہتا ھے جن میں سے انسانی حیات کے لئے بعض قسم کے اجزاء پیدا ھوتے ھیں اور بعض ختم ھوجاتے ھیں اور یہ سب ایک دقیق کیمیاوی مشین کے ذریعہ فعالیت جاری رکھتے ھیں جن کے سامنے انسانی فکردنگ رہ جاتی ھے۔
آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی ھم اس بات پر قادر نہیں ھیں کہ پروٹن کا ایک چھوٹا سا جز بھی بنالیں،جبکہ خود خلیہ کے اندر چندسیکنڈ کے اندر بن جاتا ھے۔
اور صرف پروٹن ھی نہیں ھیں بلکہ کیمیاوی مختلف عملیات ھےں جو بہت زیادہ دقیق ، نظام دقیق خلیہ اور اس کی ھیئت کے قانون کے زیر نظر جاری ھوتی ھے ، اور اسی کو خلیہ کا کیمیاوی ادارہ کھا جاتا ھے۔
اسی خلیہ اوراس پر حاکم ادارہ کے اندر بہت سے اھم امور تشکیل پاتے ھیں۔ چنانچہ اس خلیہ میں دو جزء پائے جاتے ھینجو دونوں اس کی زندگی میں بہت قیمتی جزء ھوتے ھیں جن کے نام درج ذیل ھیں:
پھلا : حامض ھے، جس کو ''حامض ڈی اوکسی ریبو نیوکلیک'' "Deoxy Ribonuclec acid"کھا جاتا ھے جس کا مخفف "h.d,n"ھوتا ھے۔
دوسرا: حامض اس کو ''حامض ریبو نیو کلیک '' "Ribonuclec Acid "کھا جاتا ھے اوراس کا مخفف ''ح۔ر۔ن'' "h.r.n"ھوتا ھے۔
لیکن ''ح۔ ڈ ۔ ن'' ، '' ح۔ر۔ن''سے بہت زیادہ شباہت رکھتا ھے صرف تھوڑا سا فرق ھے لیکن یہ کیمیاوی فرق ھی عالم خلیہ "Cells"میں اصل ھے مثلاً وراثتی "Geneticcs" اجزاء میں ''ح۔ ڈ ۔ ن''ھی اصل ھے اور ''ح۔ر۔ن''کا درجہ اس سے کم ھے۔
لہٰذا خلیہ کی زندگی اسی طریقہ ''ح۔ ڈ ۔ ن''ھی کی وجہ سے یہ اجزاء بڑھتے ھیں اور ان ھی کی وجہ سے اصل کے مطابق شکل وصورت بنتی ھے چنانچہ اس کے تحت کروڑوں سال سے انسان کی شکل وصورت اسی طریقہ پر ھوتی ھے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اسی طریقہ سے گدھا اور مینڈھک میں بھی ھےں کہ وہ اسی طرح کی شکل وصورت رکھتے ھیں اورا نہیں اپنے اپنے خلیوں کی بنا پر انسان بنتا ھے ، گدھا اور مینڈھک بنتا ھے او رھر مخلوق کی تمام صفات انہیں ''ح۔ ڈ ۔ ن''کی بنا پر بنتی ھیں۔
اور یھی ''ح۔ ڈ ۔ ن'' ''ح۔ ر۔ ن''کو دوسرے اجزاء کے بنانے کے لئے معین کرتے ھیں تاکہ چھوٹے چھوٹے وہ اجزاء جن پر فعالیت کرنا اس ''ح۔ ڈ ۔ ن''کی شایان شان نہیں ھے ان ''ح۔ر۔ن'' فعالیت انجام دیں اور یہ ''ح۔ ر ۔ ن''چھوٹے چھوٹے اجزاء

پر حکومت کرتے ھیں یھاں تک کہ ان اجزاء کی تعداد اس قدر زیادہ ھوجاتی ھیں جو معمہ کی شکل بن جاتی ھے۔
چنانچہ اس ایک خلیہ"Cell" کی ترکیب وترتیب سے انسان بنتا ھے اور انھیں سے انسان کے تمام اعضاء وجوارح بنتے ھیں اس کی وجہ سے بعض انسان پستہ قد اور بعض دیگر لوگ بلند قد ھوتے ھیں بعض کالے اور بعض گورے ھوتے ھیں، در حقیقت انسان کی حیات اسی خلیہ کی بنا پر ھوتی ھے،جبکہ آج کا سائنس اس ترکیب کو کشف کرسکتا ھے اس کی حرکت کا مقایسہ کرسکتا ھے اور اس کے مادہ کی تحلیل اور طریقہ تقسیم کو معلوم کرسکتا ھے لیکن اس میں چھپے حیاتی اسرار کو جاننے والے ماھرین بھی اس بات کا اعتراف کرتے ھیں کہ یہ کام صرف اور صرف خداوندعالم کی ذات کا ھے۔
چنانچہ شکم مادر میں جو بچہ ھوتا ھے کس طرح اپنی غذا حاصل کرتا ھے، کس طرح سانس لیتا ھے اور کس طرح اپنی حاجت کو پورا کرتا ھے ،کس طرح اپنے اندر موجود اضافی چیزوں کو باھر نکالتا ھے اور کس طرح اپنی ماں کے شکم سے جڑا ھوتا ھے جس کی وجہ سے وہ غذا حاصل کرکے اپنی آخری منزل تک پھونچتا ھے، کیونکہ بچہ کی غذا اس تک پھونچنے سے پھلے کس طرح تیار ھوتی ھے اور اس تک پھونچتی ھے یا جو غذا اس کے لئے باعث اذیت ھوتی ھے کون سی چیز اس تک پھونچنے میں مانع ھوتی ھے؟!
اور جب حمل (بچہ) اپنی آخری منزل پر پھونچ جاتا ھے تو پھر وہ کثیر غدد (رحم مادر)سے جدا ھوجاتا ھے کیونکہ وہ غدد مختلف اغراض کے لئے ھوتے ھیں ان میں سے بعض تو وہ ھوتے ھیں جن کی وجہ سے رحم کھلتا او ربند ھوتا ھے ان میں ھی سے بعض وہ ھوتے ھیں جن کی وجہ سے بچہ پیر پھیلاسکتا ھے اور انھیں میں سے بعض وہ ھوتے ھیں جن کی وجہ سے بچہ کی پیدائش طبیعی طور پر ھونے میں مدد ملتی ھے۔
اور چونکہ پستان بھی ایک غدہ ھے اور جب حمل پورا ھوجاتا ھے تو پھر اس میں دودھ پیدا ھوجاتا ھے جو ھلکے زرد رنگ کا ھوتا ھے اور واقعاً یہ عجیب چیز ھے کہ یہ دودھ ایسے کیمیاوی اجزا سے بنتا ھے جو بچے کو بہت سی بیماریوں سے بچاتا ھے لیکن یہ ولادت کے بعد ھی پیدا ھوتا ھے اور واقعاً نظام قدرت کس قدر عظیم ھے کہ پستان مادر میں ھر روز اس دودھ میں اضافہ ھوتا رہتا ھے اور اس دودھ کے اجزاء میں تبدیلی ھوتی رہتی ھے کیونکہ شروع میں یہ پانی کی طرح ھوتا ھے جس میں اجزاء رشد اور شکر کم ھوتی ھے لیکن (بچہ کی ضرورت کے تحت) اس میں اجزاء رشد ونمو ، شکر اور چربی بڑھتی رہتی ھے۔
اور جب بچہ بڑا ھوجاتا ھے تواس کے منھ میں دانت نکلنا شروع ھوتے ھیں کیونکہ اس وقت بچہ کچھ کھانا کھاسکتا ھے چنانچہ انھیں دانتوں کو خدا کی نشانیوں میں شمار کیا جاتا ھے اور یہ بھی مختلف طریقہ کے ھوتے ھیں کچھ کھانا کاٹنے کے لئے ھوتے ھیں تو کچھ چبانے کے لئے اور ان میں چھوٹے بڑے بھی ھوتے ھیں تاکہ کھانے کو اچھی طرح چبایا جاسکے، اگرچہ بعض ماھرین نے انسان کے مصنوعی دانت بنالئے ھیں یا دانتوں میں تبدیلی کے طریقے بنالئے ھیں لیکن وہ بھی خدا کی قدرت کا اقرار کرتے ھوئے کہتے ھیں کہ انسان کے اصلی دانت ھی طبیعی نظام کو مکمل کرسکتے ھیں اگرچہ انھوں نے طبیعی دانتوں کی طرح مصنوعی دانت بنالئے ھیں ۔
اسی طرح جب بچہ کا دودھ چھڑایا جاتا ھے اور وہ کھانا کھانا شروع کردیتا ھے تو خداوندعالم کی بہت سی نشانیاں ظاھر ھونے لگتی ھیں کیونکہ ھم دیکھتے ھیں کہ انسان کے اندر کتنی عجیب خلقت ھے جو انسان کی زندگی کو محفوظ کرتی ھے، مثلاً انسان کے منھ میں تین راستہ ھوتے ھیں ایک ناک والا، ایک سانس والا اور ایک حلق والا راستہ ھوتا ھے۔
چنانچہ آج کا علم طب کہتا ھے کہ اگرکچھ گرد وغبار سانس والے راستہ سے جانا چاھے تو وہ خود بخود رک جاتا ھے اس طرح سانس والے راستہ سے غذا بھی نھیں جاسکتی جبکہ یہ سب راستے ایک دوسرے سے ملے ھوئے ھوتے ھیں اور اگر غبار کا ایک ذرہ بھی (کھانے پینے کی چیزیں تو دور کی بات ھے) سانس والی نالی میں پھونچ جائے تو انسان فوراً مر جائے گا اور اس کام کے لئے ”چھوٹی زبان“ کا کردار عجیب وغریب ھے جو کھانے کے راستہ سے صرف غذائی چیزوں ھی کو جانے دیتی ھے اور اس زبان کی خلقت کتنی عجیب ھے کہ دن میں سیکڑوں مرتبہ انسان کھاتاپیتا ھے لیکن کبھی بھی یہ زبان غلطی نھیں کرتی بلکہ غذا کو اپنے مخصوص راستہ ھی سے اندرجانے دیتی ھے۔
اس کے بعد اس غذا کے ھاضمہ کی بات آتی ھے تو واقعاً کتنے منظم اور دقیق لحاظ سے یہ کھانا ھضم ھوتا ھے کیونکہ ایک خاص مشین کی دقیق فعالیت کے ذریعہ کھانا ھضم ھوتا ھے جو اس بات کی بہترین دلیل ھے کہ اس بہترین نظام کو خلق کرنے والی اللہ کی ذات ھے۔
کیونکہ انسان دن بھر مختلف چیزیں کھاتا ھے چاھے وہ بہنے والی ھوں یا منجمد (جمی ھوئی)، سخت ھوں یا نرم، ھلکی ھو ں یا بھاری، کڑوی وتیز ھوں یا میٹھی، ٹھنڈی ھوں یا گرم یہ سب کی سب صرف ایک ھی چیز اور ایک ھی طریقہ سے ھضم ھوتی ھیں کیونکہ اس غذا پر ایک ترش (کڑوے) قسم کے غدہ سے کچھ رس نکلتا ھے جو اس غذا کو ھضم کرتا ھے او راگر یہ رس ذرا بھی کم ھوجائے تو غذا ھضم نھیں ھوگی اور اگر تھوڑا بھی زیادہ ھوجائے تو انسان کا جسم جلنے لگے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

او رپورے بدن میں سوزش ہونے لگے۔
اور جس وقت غذا منہ میں رکھی جاتی ھے تو ھاضمہ سسٹم کا پھلا کام شروع ھوجاتا ھے کیونکہ یہ غذا لعاب دہن سے مخلوط ھوتی ھے اور لعاب لعابی غدود سے نکلتا ھے جو کھانے کوہضم کرنے کا پھلا مرحلہ ھوتا ھے کیونکہ جس طرح یہ لعاب کڑوی ، تیز اور تکلیف دہ چیزوں کے اثر کو ختم کرنے میں اصلی عامل ھے، اور اسی کی وجہ سے کھانے کے درجہ حرارت کو کم کیا جاتا ھے اور ٹھنڈی چیزوں کی ٹھنڈک کو کم کیا جاتا ھے چاھے وہ برف ھی کیوں نہ ھو،بھرحال جب یہ غذا دہن میں اپنے لعاب کے ذریعہ خوب چباکر مھین کرلی جاتی ھے تووہ پھر وہ آہستہ آہستہ حلق تک پھونچتی ھے اس کے بعد آنتوں کے ذریعہ معدہ تک پھونچتی ھے، اور یہ معدہ ”کلور وٹریک حامض“ جدا کرتا ھے، کیونکہ یہ کلور معدہ سے خاص نسبت رکھتا ھے اور اس کی نسبت ہزار میں چار یا پانچ ھوتی ھے، اور اگر اس حامض کلورکی نسبت زیادہ ھوجائے تو پھر پورا نظام معدہ جل اٹھے گا،چنانچہ یھی کلور حامض مختلف اجزا میں جدا ھونے کے بعد کھانے کو اچھے طریقہ سے ہضم کردیتا ھے، لہٰذا یہ آنتوں کا عصارہ اور عصارہٴ زردنیز ”بنکریاس“ وغیرہ یہ تمام عصارات اس غذا سے ملائمت رکھتے ھیں۔
اسی طرح آج کاسائنس یہ بھی کہتا ھے کہ وہ پانی جو معدہ او رآنتوں سے نکلتا ھے اس طرح وہ پانی جو ان کے پردوں میں ھوتا ھے یہ دونوں ان اھم عاملوں میں سے ھیں جو مختلف قسم کے مکروب"Microbe سے لڑتے ھیں کیونکہ جب یہ عصارات (پانی) نکلتے ھیں تو دوسرے قسم کے پانی ان دونوں کے درمیان حائل ھوجاتے ھیں اور ایک دوسرے سے ملنے نھیں دیتے یھاں تک وہ فضلہ کے ساتھ انسان سے خارج ھوجاتے ھیں۔
چنانچہ ابھی چند سال پھلے تک یہ بات معلوم نھیں تھی کہ ان ”صمّاء غدوں“ (بھرے غدوں) کاکیا کام ھے۔
او رکیمیاوی چھوٹے عامل جسم کی ضروری ترکیبات کو پورا کرتے اور ان کے کروڑوں اجزاء ھوتے ھیں، اور اگر ان مینسے کوئی ایک جزء بھی ناکارہ ھوجائے تو انسان کا پورا جسم متاثر ھوجاتا ھے کیونکہ ان غدوں سے نکلنے والا پانی جو ایک دوسرے کی تکمیل کا باعث ھوتا ھے ،چنانچہ ان میں ذرا سا بھی اختلال، انسان کے لئے خطرۂ جان بن جاتا ھے۔
اور واقعاً یہ بھی عجیب بات ھے کہ آج کا سائنس اس نتیجہ پر پھونچ چکا ھے کہ انسان کے جسم میں موجود انتڑیاں ساڑھے چھ میٹر کی ھوتی ھیں او ران کے اندر دو طرح کی حرکت ھوتی ھے:
۱۔ ”حرکت خلط“ جس کے ذریعہ کھانے کو اچھی طرح باریک کیا جاتا ھے اور آنتوں میں موجود مختلف قسم کے عصارات سے وہ کھانا بالکل ہضم ھوجاتا ھے۔
۲۔ ہضم شدہ کھانے کو جسم کے مختلف اعضاء تک پھونچانا اور آنتوں میں جس وقت کھانا ہضم ھوتا ھے تویہ کھانا دوحصوں میں تقسیم ھوجاتا ھے ہضم شدہ کھانا (غذائیت) اور غلاظت، لہٰذا اس حرکت کی بنا پر انسان کے جسم سے صرف غلاظت باھر نکلتی ھے جس کے باقی رہنے سے کوئی فائدہ نھیں ھوتا (بلکہ نقصان ھوجاتا ھے)
اسی انسان کے جسم میں ان پیچیدہ مختلف کیمیاوی مادوں کے علاوہ دوسرے” میکروب “ "Microbe"، جراثیم"Virus" اور باکٹریا "Bacteria" بھی ھوتے ھیں جیسا کہ ماھرین علم کا کہنا ھے کہ اگر میکروب اور جراثیم میں کسی قسم کا کوئی اضافہ ھوجائے یا ان میں سے کوئی اپنا کام کم کرنے لگے یا ان کا تناسب کم وزیاد ھوجائے تو انسان ھلاک ھوجاتا ھے۔
اور یھی غدّے اور ان سے نکلنے والا مختلف قسم کا پانی ھی آٹومیٹک طریقہ سے کھانے کو مشکل سے آسان ، سخت سے نرم اور نقصان دہ سے فائدہ مند بنادیتے ھیں چنانچہ ماھرین علم نے معدہ کے اندر ان میکروب اور جراثیم کی تعداد ایک مربع سینٹی میٹر(C.M) میں ایک لاکھ بتائی ھے ۔
اسی طرح ھمارے پورے جسم پرجو کھال ھوتی ھے اس کے اندرایسے سوراخ ھوتے ھیں جن کے ذریعہ بدن سے فاضل پانی (پسینہ) نکلتا ھے لیکن قدرت کانظام دیکھئے کہ اس کھال کے سوراخوں سے باھر کا پانی اندر نھیں جاتا اور چونکہ فضا میں موجود جراثیم جب اس کھال کے اوپر حملہ آور ھوتے ھیں تو یھی کھال ان کو مار ڈالتی ھے اور جب بیرونی جراثیم اس کھال پر غلبہ پانا چاہتے ھیں اور منطقہ جلدکو اکھاڑپھینکنا چاہتے ھیں تو یھاں پر ایک جنگ کا دور شروع ھوجاتا ھے اور اس جگہ نگھبان جراثیم جو جلد کی حفاظت کی خاطر پائے جاتے ھیں وہ جلدی سے اس جنگ کے موقع پر حاضر ھوجاتے ھیں اور اپنے دشمن کے اردگرد ایک مضبوط حصار بنادیتے ھیں اس کے بعد یاتویہ ان باھری جراثیم کو جسم سے دور کرنے میں کامیاب ھوجاتے ھیں یا پھر ھمارے جسم کا نگھبان جراثیمی گروہ حملات کی تاب نہ لاکر موت کے گھاٹ اترجاتا ھے لیکن فوراً اس کے بعد جسم کا نگھبان دوسراگروہ حاضر ھوجاتا ھے اور وہ بھی بیرونی جراثیم سے مقابلہ کرنا شروع کردیتا ھے اور جب یہ گروہ بھی تاب مقاومت کھوبیٹھتا ھے تو پھر تیسرا گروہ آتا ھے اسی طریقہ سے یکے بعد دیگرے بیرونی جراثیم سے مقابلہ کرنے کے لئے جسم کے نگھبان گروہ آتے رہتے ھیں یھاں تک کہ یہ نگھبان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گروہ بیرونی جراثیم کوشکست دینے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، اور یہ جسم کے نگہبان گروہ خون کے ذرات ہوتے ہیں ، جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار بلین"30,000,000,000,000,000) "Billion,) ہوتی ہے جس میں کچھ ذرے سفید ہوتے ہیں اور کچھ سرخ۔

چنانچہ جب آپ کھال کے اوپر کسی سرخ پھنسی کو دیکھیں کہ جس کے اندر پیپ پیدا ہوچکا ہے تو سمجھ لیں کہ وہ گروہ جوجسم کی حفاظت کے لئے مامور تھا وہ اپنے دشمن سے مقابلہ کرنے میں مرجاتا ہے کیونکہ یہ اپنے وظیفہ کی ادائیگی میں مارا گیا ہے اور یہ پھنسی کے اندر جو سرخی ہے یہ خون کے وہی ذرات ہیں جو اپنے خارجی دشمن کے سامنے ناکام ہونے کی صورت مینپھنسی کی شکل میں پیدا ہوگئے ہیں۔

اسی طرح اگر ہم کھال پر تھوڑی سی دقت کریں تب ہمیں اس کی عجیب خلقت کا احساس ہوگا کیونکہ جب انسان اس خلقت پر توجہ کرتا ہے تو یہی انسان کا سب سے بڑا عضو دکھائی دیتا ہے چنانچہ ایک متوسط قامت انسان کی کھال تقریبا تین ہزار بوصہ (دو میٹر) ہوتی ہے اور ایک مربع بوصہ میں دسیوں چربی کے غدے اور سیکڑوں عرق کے غدے اور سیکڑوں عصبی خلیے "Cells" ہوتے ہیں جن میں چند ہوائی دانہ ہوتے ہیں اور ملیونوں خلیے ہوتے ہیں۔

اور اس کھال کی ملائمت اور لطافت کے بارے میں اگر ہم بات کریں تو اس کو ہماری آنکھیں جس طریقہ سے دیکھ رہی ہیں در حقیقت یہ کھال ویسی نہیں ہے بلکہ اگر اس کو میکرواسکوپ"Maicroscope" کے ذریعہ دیکھیں تو یہ کھال اس سے کہیں زیادہ فرق رکھتی ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں، چنانچہ جب ہم اس میکرواسکوپ کے ذریعہ دیکھیں گے تو اس کے اندربہت سے ابھاراور بہت سے گڑھے نظر آئیں گے جیسے بال کی جڑوں کے سوراخ، جن کے اندر سے روغن نکلتا ہے تاکہ ہماری کھال کی سطح کو چربی مل سکے، اور انھیں جڑوں کے ذریعہ پسینہ نکلتا ہے اور یہ پسینہ وہ سسٹم ہے کہ جب درجہ حرارت شدید ہوتا ہے تو جلد کو شدت گرمی سے محفوظ رکھتا ہے۔

اسی طرح اگر آپ کھال کے باہری حصہ کو میکرواسکوپ کے ذریعہ مشاہدہ کریں تو اس میں واضح طور پر ان اسباب کو دیکھیں گے جن کی وجہ سے کوئی چیز باہر نکلتی ہے، جس طرح پھاڑوں، پتھروں وغیرہ میں ہوتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے جسم کی کھال کجھلانے یا دھونے سے بعض چیزیں خارج ہوتی ہیں، اور اس کھال سے بعض مواد کے خارج ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کھال پر ایک باریک پردہ پیدا ہوتا ہے جس کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن اگر اس کو میکرواسکوپ کے ذریعہ دیکھیں تو گویا بہت سے مردہ خلیے ہیں جو اپنی اصلی حالت کو کھوبیٹھے ہیں، چنانچہ ہر روز اسی طرح ہماری کھال پر ہزاروں باریک باریک پردہ بدلتے رہتے ہیں ،لیکن اگر یہی مردہ کھال تبدیل نہ ہو تو انسان کی صورت مسخ شدہ حیوان کی طرح دکھائی دے، لہٰذا ان مردہ خلیوں او رمردہ کھال کے لئے ضروری ہے کہ یہ تبدیل اور تعویض ہوتی رہے، تاکہ ان مردہ کھال کی جگہ نئی کھال آجائے، اور یہ سلسلہ اس زندگی میں چلتا رہتا ہے ، بہر کیف ہر جسم کے لئے اسی طرح کی کھال کا بدلتے رہنا ضروری ہے گویا یہ خلیوں کا ایک طبقہ ہوتا ہے، جبکہ کھال کے اندر سے ان کی غذا ان تک پھونچتی رہتی ہے تاکہ دن میں لاکھوں خلیے بنتے رہیں اور مردہ ہوکر باہر نکلتے رہیں۔

اسی طرح ہمیں انسان کے جسم کے بارے میں بھی توجہ کرنی چاہئے !کیونکہ اسی انسان کے کان کے ایک جز میں ایسا سلسلہ ہوتا ہے جو چار ہزارباریک اور ایک دوسرے سے بندھے ہوئے قوس(کمان) سے بنتا ہے، جو حجم اور شکل وصورت کے لحاظ سے ایک عظیم نظام کی نشاندھی کرتا ہے۔

چنانچہ ان کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ گویا یہ ایک آلۂ موزیک ہے کیونکہ ان ہی کے ذریعہ انسان کی سنی ہوئی باتیں عقل تک پھونچتی ہیں ، چاہے وہ معمولی آواز ہو یا بجلی کی آواز سبھی کوعقل انسانی سمجھ لیتی ہے کہ یہ کس چیز کی آواز ہے۔

اسی طرح انسان میں عجیب وغریب گذشتہ چیزوں کے علاوہ دوسری چیزیں بھی موجود ہیں جیسے قوت سامعہ (کان)، قوت باصرہ، (آنکھ) قوت شامہ (ناک) اور انسانی ذوق، انسان کی ہڈیاں، رگیں، غدے، عضلات ونظام حرارت وغیرہ۔

المختصر یہ کہ طرح انسانی وجود میں ہزاروں دلیلیں موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسانی جسم کا یہ نظام ایک اتفاق نہیں ہے اور نہ ہی اتفاقی طور پر پیدا ہوگیا ہے اور نہ ہی ”بے جان مادہ“ کی حرکت کا نتیجہ ہے (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں)۔

ہم اس سلسلے کی اپنی بحث کے اختتام پر سائنس کے کشف شدہ نتیجہ پر ختم کرتے ہیں جو کہتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک عجیب وغریب سسٹم ہے جس کو ”کروموسوماٹ“ "Chromosomic" کہا جاتا ہے۔

کیونکہ ”کروموسوماٹ“ بہت ہی دقیق اور باریک ریشہ ہوتا ہے جس کی تشکیل ایسے ذرات کرتے ہیں جن پر ایک

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

باریک پردہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اطراف کی تمام چیزوں سے جدا ومحفوظ رہتا ہے، گویا یہ باریک ریشہ اپنے اس مقصد کے تحت اپنا پورا کام بغیر کسی رکاوٹ کے انجام دیتا رہتا ہے، لیکن یہ باریک پردہ دوسرے کیمیاوی مرکبات سے مل کر بغیر کسی رکاوٹ کے رشد ونموکرتے ہیں،جو"سیٹوپلازم" "Cytoplasm"سے اس باریک پردہ کی طرف مندفع ہوتے ہیں، تاکہ ان کیمیاوی مرکبات کے ذریعہ "کروموسوماٹ" سے اجزاء تشکیل پائیں، اور زندگی کے مورد نیاز عناصر کی تخلیق ہوسکے۔

کیونکہ کروموسوماٹ کی ترکیب "D.N.A"کے اجزاء سے ہوتی ہے جس کو " وراثتی "Geneticcs"" اجزاء بھی کہا جاتا ہے،اس کی وجہ سے انسان لمبا اور ناٹا ہوتا ہے اور اسی کی بنا پر انسان کے جسم، آنکھ اور بالوں کا رنگ تشکیل پاتا ہے اور ان تمام سے بالا تر انسان کی آدمیت تشکیل پاتی ہے اور انہیں وراثتی اجزاء کی بناپر گھوڑے سے گھوڑا ہی پیدا ہوتا ہے او ربندر سے بندر، چنانچہ اسی کے باعث ہر مخلوق اپنی خاص شکل وصورت پر پیدا ہوتی ہے اور کروڑوں سالوں سے ہر مخلوق اپنی گذشتہ صنف کے مشابہ پیدا ہوتی ہے، چنانچہ کبھی آپ نے یہ نہ دیکھا ہوگا کہ کسی انسان سے گدھا متولد ہوا ہو، یا کسی گدھے سے بندر پیدا ہوا ہو؟! اور کسی درخت سے پھولوں کی جگہ پرندے پیدا ہوئے ہوں؟!!۔

کیونکہ یہ تمام صفات "D.N.A"کی بناپر ہوتے ہیں۔

اوران "جزئ"(اجزاء)کی تشکیل کا طریقہ کار بہت ہی عمدہ اور بہترین ہے ،اور یہ گول قسم کے ہوتے ہیں اور باہم ملے ذرات سے مل کر کبھی تو "ریبوز" نامی سوگر "Sugar"پیدا ہوتی ہے ، جس کا پتہ ماہرین آج تک نہیں لگاپائے کہ کہاں سے آتی ہے او رکیسے پیدا ہوتی ہے، اور ریبوز"فاسفیٹ""Phoohate" کے ذرات سے مرتبط ہے،اور یہ عمل کروڑوں مرتبہ تکرار ہوتا ہے فاسفیٹ اور شوگر کے درمیان،اور اس کا ہمیشہ ایسے عمل کرتے رہنا ضروری ہے۔

چنانچہ اس شکل کے درجات کیمیاوی ماہرین کے تعریف سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں، جو چار قوانین کے تحت تشکیل پاتے ہیں:

۱۔"آڈنین"۔

۲۔"ثمین"۔

۳۔"غوانین"

۴۔"سیٹوسین"

یہاں پرسوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میں کا پہلا تیسرے سے یاچوتھے سے کیوں نہیں بدلتا؟ اور کون ہے جو اس میں مانع ہے؟

لہٰذا اس کے منع میں دوران ہندسہ ، دوری اور زاویہ مانع ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہرایک کے لئے محدودیت ہے جو ان میں سے دوسرے کے علاوہ صرف ایک میں حلول کرتا ہے۔

اور شاید یہ عظمت اور خوبصورتی کے بہترین عکاس ہینجو ان عملیات میں جو ایک نئے جز کے بنانے کے وقت آپ مشاہدہ کریں، چنانچہ یہ دائرہ نما شکل اپنے اطراف میں ملیونوںالٹے چکر لگاتی رہتی ہے جو آخر میں ایک بغیر بنی رسی نما بن جاتی ہے ، چنانچہ آج کا سائنس ابھی تک اس بات کو کشف کرنے سے عاجز ہے کہ اس میں ایسی طاقت کہاں سے آئی ؟!

اسی طرح کسی قادر کی قدرت کے ذریعہ اس چیز میں دو شگاف ہوجاتے ہیں وہ بھی اس طرح جیسے کسی آری سے دوٹکڑے کردئے گئے ہوں، اور ملیونوں مرتبہ یہ شگاف پیدا ہوتا ہے تب جاکے کہیں اس ذرہ کی پیدائش ہوتی ہے، اور پھر اس پردہ کی طرف سے جزئیات کے اندر یا شوگر، فوسفات، آڈینین، ثیمین، غوانین اور سیٹوسین کے اندر داخل ہوتا ہے ، اور یہ تمام سوائے فوسفات کے علاوہ جادوئی طریقہ سے بن جاتے ہیناس کے بعد اپنی شکل کے اطراف میں گھومنے لگتے ہیں، جبکہ ان میں سے بعض تو اس شکل کے دوسری (بیرونی) طرف گھومتے ہیں جن کی وجہ سے شوگر اور فوسفات بنتے ہیں اور ان سب سے مل کر اس کے دوبڑے جزء بنتے ہیں ، اور اس کے بعد ان عملیات کی دس کروڑبار تکرار ہوتی ہے تب جاکے ایک شکل بنتی ہے اور پھر دسیوں کروڑ بار یہ عملیات جاری ہوتے ہےں اسی طریقہ سے اس کی شکلیں بنتی جاتی ہیں تاکہ پروٹن کے ذرات تشکیل پائیں۔

جبکہ D.N.A. کے اجزاء انسان سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ تمام زندہ چیزونکے مکروب سے لے کر حشرات او رھاتھی وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں اور یہی اساسی او ربنیادی اجزاء ہیں جن کی بنا پرحیات مکمل ہوتی ہے۔

حالانکہ علم کیمیاء نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ وہ قواعد جن کی بنا پر تمام چیزوں مینجو لازمی اجزاء ہوتے ہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تو وہ تمام کائنات میں ان کی ترکیب میں اختلاف نہیں ہوتا، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمام کائنات کی چیزیں ایک دوسرے سے الگ کیوں ہیں؟!!
چنانچہ بعض ماہرین نے اس اختلاف کی وجہ یہ بتائی ہے کہ D.N.A.کے اجزاء کی مقدار اور گذشتہ چار قواعد کی بنا پر ان تمام چیزوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
لیکن کسی بھی ماہر نے کوئی ایسی مطمئن بات نہیں بتائی جس کوانسان قبول کرسکے۔
کیونکہ جن ماہرین نے حیات کے اسرار کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھیں ہیں ان سب میں ''شاید'' ، ''بالفرض'' ،''بسااوقات'' جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً شاید اس کی وجہ یہ ہے ،بالفرض اس کی وجہ یہ ہو، جو اس بات پر بہترین دلیل ہے کہ وہ ابھی تک حیاتی اسرار سے پردہ نہیں اٹھاپائے ہیں۔
کیونکہ اس شکل میں کروموساٹ ہوتے ہیناور کروموساٹ ژین اور وراثتی اجزاء بنتے ہیں ، اور یہ وراثتی اجزاء D.N.A.کے اجزاء سے بنتے ہیں اور یہ D.N.A.جزئیات سے بنتے ہیں اور یہ جزئیات چھوٹے چھوٹے ذرات سے بنتے ہیں، گویا یہ ایک ایسی عمارت ہے جس کے اندر ایک کمرہ اس کمرہ میں ایک اور کمرہ اور اس کمرہ میں ایک اور کمرہ-----

وجود خدا پر قرآنی آیات
قارئین کرام ! آئیے قرآن مجید کی ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں خداوندعالم کے وجود کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ درج ذیل آیات میں حیوانات کی خلقت اور دوسرے دقیق نظام کو بیان کیا گیا ہے جن کے مطالعہ کے بعد انسان کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ حساب شدہ نظام یونہی اتفاقی طور پر پیدا نہیں ہوا۔
ارشاد خداوندی ہوتا ہے:
< وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّاءٍ فَمِنْہُمْ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْہُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْہُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی أَرْبَعٍ یَخْلُقُ اللّٰہُ مَایَشَآءُ [14]>
''اور خدا ھی نے تمام زمین پر چلنے والے (جانوروں) کو پانی سے پیدا کیا اوران میں سے بعض تو ایسے ھیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ھیں اور بعض ان میں سے ایسے ھیں جو دو پاؤں سے چلتے ھیں اور بعض ان میں سے ایسے ھیں جو چار پاؤں پر چلتے ھیں ، خدا جو چاہتا ھے پیدا کرتا ھے۔''
[15]
''اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چار پایوں کی بھی رنگتیں طرح طرح کی ھیں''
< وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُکُمْ>[16]
''زمین میں جو چلنے پھرنے والا (حیوان) یا اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا پرندہ ھے ان کی بھی تمھاری طرح جماعتیں ھیں''
< اَوَلَمْ یَرَوا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَہُمْ صٰفّٰتٍ وَیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلاَّ الرَّحْمٰنُ>[17]
''کیا ان لوگوں نے اپنے سروں پر پرندوں کو اڑتے نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رہتے ھیں اور سمیٹ لیتے ھیں کہ خدا کے سوا انھیں کوئی روکے نہیں رہ سکتا''
[18]
''اسی نے چار پایوں کو بھی پیداکیا کہ تمھارے لئے ان (کی کھال اور اُون) سے جاڑوں (کاسامان) ھے اس کے علاوہ اور بھی فائدے ھیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ھو اور جب تم انھیں سرِشام چرائی پر سے لاتے ھو جب سویرے ھی چرائی پر لے جاتے ھو تو ان کی وجہ سے تمھاری رونق بھی ھے اور جن شھروں تک بغیر بڑی جان کپھی کے پہنچ نہ سکتے تھے وھاں تک یہ چوپائے تمھارے بوجھ اٹھائے لئے پھرتے ھیں، اس میں شک نہیں کہ تمھاراپروردگار بڑا شفیق مھربان ھے اور (اسی نے) گھوڑوں ،خچروں اور گدھوں کو(پیدا کیا)تاکہ تم ان پر سوار ھو اور (اس میں) زینت (بھی) ھے (اس کے علاوہ) اور چیزیں بھی پیدا کرے گا جن کو تم نہیں جانتے''

اقسام حیوانات
ماھرین علم نے حیوانوں کی بہت سی قسمیں بیان کی ھیں، اور ان حیوانوں کے رہنے کی جگہ بھی مختلف ھے مثلاً:
خشکی، دریا جن میں مختلف حیوانات رہتے ھیں اور ان حیوانات کے مختلف طریقوں کے ساتھ ایک بہت بڑا اختلاف نظر آتا ھے کیونکہ ھر حیوان اپنی زندگی کے لئے ایک مخصوص گھر بناتا ھے او ران کی غذا بھی مختلف ھوتی ھے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہ منھ ھاضمہ کے لئے سب سے پھلا مرحلہ ھے اور اس کے لئے ایک عظیم فکر کی گئی ھے جو فکر وتصمیم گیری کرنے والے اور ان چیزوں کے خلق کرنے والے کی عظمت پر دلالت کرتی ھے۔
ان حیوانات میں کچھ ایسے ھیں جو صحرائی اور جنگلی ھوتے ھیں جیسے شیر اور بھیڑئے ، ان کے لئے وھاں کوئی غذا نھیں ھوتی مگر جس کا وہ شکار کرلیں چنانچہ ان کے لئے تیز اور سخت دانت اور بہت طاقتور ھاتھ اورپیروں کی ضرورت ھوتی ھے تاکہ یہ شکار کرسکیں ،اسی طرح ان کے لئے پنجونمیں طاقتور ناخن اور قوی ھاضمہ کا ھونا ضروری ھے تاکہ گوشت اور اپنے سخت کھانے کو ہضم کرسکےں۔
اور کچھ حیوانات ایسے ھیں جو چراگاہ میں زندگی گذارتے ھیں جن سے انسان خدمت لیتا ھے انسان ان کے قوام کے لئے نباتات اور چھوٹے چھوٹے درختوں اور گھاس وغیرہ کے ذریعہ غذا فراھم کرتا ھے، چنانچہ ان کے ھاضمہ کاسسٹم ان کے جسم کے لحاظ سے بنایا گیا ھے ،اسی وجہ سے ان کے منھ نسبتاً بڑے ھوتے ھیں، لیکن ان کا منھ کچھ مخصوص دانتوں سے خالی ھوتا ھے، جن کے بدلے ان کو اللہ نے ایسے دانت دئے ھیں جن کے ذریعہ مختلف درختوں اور گھاس وغیرہ کو بہت جلد کھا جاتے ھیں، اور اس کو ایک دفعہ میں نگل جاتے ھےں لیکن اس کے ہضم کے لئے عجیب مشین موجود ھے ،وہ جو کچھ بھی کھاتے ھےں وہ معدہ میں جاتا ھے جو کھانے کا مخزن ھے اور جب حیوان کھانا کھالیتا ھے اور آرام کے لئے بیٹھتا ھے تو پھر یہ کھانا معدہ سے ایک دوسرے'' تجویف''نامی جگہ کی طرف چلا جاتا ھے اور پھراس معدہ کے منھ تک آتا ھے تاکہ ا سکو اچھی طرح کوٹ لے اس کے بعد پھر ایک دوسری تجویف میں چلا جاتا ھے اور پھر چوتھی بار بھی اسی طرح ھوتا ھے کیونکہ یہ تمام فعالیت حیوان کے لئے فائدہ مند ھوتی ھے۔
چنانچہ آج کے سائنس کا کہنا ھے کہ حیوان کے جسم کے لئے جگالی کرنا نہایت ضروری اور حیاتی ھے کیونکہ گھاس کا ہضم ھونا ایک مشکل کام ھے کیونکہ اس میں ایسے اجزاء اور سلیلوز ھوتے ھیں جن پر سبزی کے خلیے کے غلاف ھوتے ھینجن کو ہضم کرنے کے لئے حیوان کو کافی وقت کی ضرورت ھوتی ھے اور اب اگر یہ حیوان جگالی نہ کرے اور اس کے لئے حیوان کے پاس مخزن نہ ھو تو اس صورت میں حیوان کا چارہ چرنے میں کافی وقت ضایع ھوگا یھاں تک وہ صبح سے شام تک بھی چرتا رھے گا تب بھی پیٹ نہ بھرے گالہٰذا حیوان کی غذا ہضم ھونے کے لئے ضروری ھے کہ اس کے پاس ایک ایسا مخزن ھو جس میں وہ اپنی غذا کو جگالی کے ذریعہ تحلیل کرے تاکہ بدہضمی کا شکار نہ ھو اور یہ غذا اس کے لئے سود مند ثابت رھے۔
لیکن پرندوں کے ھاضمہ کا سسٹم مذکورہ حیوانوں سے بالکل الگ ھوتاھے کیونکہ ھر پرندہ کی صرف ایک چونچ ھوتی ھے جس میں ہڈی نما دانت بھی ھوتے اوران کے نہ منھ ھوتا ھے اورنہ ھونٹ ھوتے ھیں چنانچہ پرندہ غذا کو بغیر چبائے کھاتا ھے۔
ان پرندوں کی غذا کی طرح ان کی چونچ بھی الگ الگ طرح کی ھوتی ھیں ان میں جو شکاری پرندے ھوتے ھیں ان کی چونچ قوی اور لمبی ھوتی ھے تاکہ گوشت کو خوب کوٹ لیں اور ''بطخ'' اور'' ہنس'' کی چوڑی چونچ ھوتی ھیں تاکہ وہ اپنی غذا مٹی اور پانی دونوں سے تلاش کرسکیں اور چونچ کے اطراف میں چھوٹی چھوٹی کچھ اضافی چیز بھی ھوتی ھے (جس طرح چھوٹے چھوٹے دانت) جو ان کی غذا کے کاٹنے میں مدد کرتی ھیں لیکن چڑیا ،کبوتر اور دوسرے پرندوں کی چونچ چھوٹی ھوتی ھیں تاکہ وہ اپنے ہدف تک پھونچ سکیں۔
ان کے علاوہ بھی ھم اس مخلوقات کی عظیم او رمنظم چیزوں کا مشاہدہ کرتے ھیں مثلاً حیوانات کے پیر، جن کی وجہ سے حیوان چلتا پھرتا، دوڑتااور بوجھ اٹھاتا ھے، کیونکہ یھی پیر حیوان کو تیز دوڑنے کی صلاحیت عطا کرتے ھیں اورحیوان کے ھر پیر مینکُھر ھوتے ھیں جو دوڑتے وقت احتمالی ضرر سے محفوظ رکھتے ھیں۔
لیکن گائے اور بھینس کے پیر چھوٹے اور مضبوط ھوتے ھینجن میں کھُر ھوتے ھیں جو زراعتی اور نرم زمین پر چلنے میں مدد کرتے ھیں، اسی طرح اونٹ کے پیر اس قسم کے ھوتے ھیں جو اس کو ریت پر چلنے میں مدد کرتے ھیں اسی طرح اس کے پیروں پر موٹی اورسخت کھال ھوتی ھے جو اس کو کنکریوں اور ریت پر بیٹھنے میں مدد کرتی ھے۔
اسی طرح پرندوں کے پیر بھی ان کی طبیعت کے لحاظ سے مختلف ھوتے ھیں چنانچہ ان میں سے بعض گوشت خوار ھوتے ھیں اور ان کے پنچے سخت او رمضبوط ھوتے ھیں تاکہ وہ شکار کرنے میں ان کی مدد کریں جیسے باز اور گدھ،لیکن وہ پرندے جو اناج اور دیگر دانے وغیرہ کھاتے ھیں جیسے مرغ اور کبوتر ان کے پنچوں میں ا یسے ناخن ھوتے ھیں جن سے صرف زمین کھود سکتے ھیں (تاکہ اس میں چھپے دانوں کو نکال سکےں)، لیکن وہ حیوانات جو اپنی غذا پانی میں تلاش کرنے پر مجبور ھیں ان کی انگلیوں کے درمیان ایک پردہ ھوتا ھے جس کی وجہ سے وہ پانی میں تیر کر اپنی غذا تلاش کرتے ھیں۔
اسی طرح انھی عجیب وغریب خلقت میں سے مینڈھک کی خلقت بھی ھے ، کیونکہ اس کی زبان دوسرے زندہ موجودات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے لمبی ہوتی ہے اور اس کی لمبائی اس کے قدکے نصف ہوتی ہے اور اس میں چپک ہوتی ہے جس سے وہ مکھیوں کا آسانی سے شکار کرتا ہے، کیونکہ مینڈھک بالکل کوئی حرکت نہیں کرتا مگر یہ کہ مکھی اس کے قریب ہوجائے اور جب زبان باھر نکالتا ہے تو اپنے سامنے موجود مکھیوں کا شکار کرلیتا ہے۔
اور واقعاً مینڈھک میں یہ بات کتنی عجیب ہے کہ اگر اس میں وہ گردن نہ ہوتی جس سے وہ اپنے سر کو حرکت دے کر اپنے اطراف میں دیکھتا ہے تو پھر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں جو چاروں جانب (گردن کے حرکت کرنے کی بنا پر) حرکت کرتی ہیں۔
قارئین کرام ! آج کے سائنس نے یہ بات کشف کی ہے کہ اکثر پستاندار "Mammals"حیوانات میں'' قوۂ شامہ'' (سونگھنے کی قوت)قوی ہوتی ہے برخلاف قوت باصرہ کے، جبکہ پرندوں میں دیکھنے کی قوت زیادہ تیز اور قوی ہوتی ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ حیوانات کی غذا معمولاً زمین پر ہوتی ہے اور وہ اس کو سونگھ کر حاصل کرسکتے ہیں لیکن پرندے معمولاً آسمان میں پرواز کرتے ہیں لہٰذا ان کو اپنی غذا کی تلاش میں تیز آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ دور سے اپنی غذا کو دیکھ سکیں۔
لیکن ''مُحّار''(ایک دریائی حیوان) جس کی آنکھیں ہماری طرح ہوتی ہیں البتہ ہماری صرف دو آنکھیں ہوتی ہیں لیکن اس کی کئی عدد ہوتی ہیں اور ان میں لاتعداد چھوٹی چھوٹی پتلیاں ہوتی ہیں جن کا احصاء ممکن نہیں ، اور کہا یہ جاتا ہے کہ ان کی مدد سے داہنے سے اوپر کی طر ف دیکھ سکتی ہیں، اور چھوٹی چھوٹی پتلیاں انسانی آنکھوں میں نہیں پائی جاتیں، تو کیا یہ پتلیاں اس محار میں اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ اس میں انسان کی طرح سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی؟
اسی طرح کہا یہ جاتا ہے کہ بعض حیوانوں میں دو آنکھیں اور بعض میں ہزار آنکھیں ہوتی ہیں جو سب کی سب الگ ہوتی ہیں تو کیا طبیعت علم مرئیات میں اتنے عظیم مرتبہ پر فائز ہے۔؟! یعنی کیا یہ تمام کی تمام دقیق اور حساب شدہ چیزیں بغیر کسی خالق کے وجود میں آسکتی ہیں؟!!
اسی طرح مچھلی میں عجیب وغریب حس پائی جاتی ہے جس کی بنا پر دریاؤں کے پتھروں اور دوسری چیزوں سے نہیں ٹکراتی ، چنانچہ بعض ماھرین نے اس سلسلہ میں غور وخوض کرکے یہ نتیجہ پیش کیا ہے کہ مچھلی کے دونوں طرف ایک طولانی خط (لکیر) ہوتا ہے ، جبکہ یہ خط اتنا باریک ہوتا ہے کہ صرف دوربین ھی کے ذریعہ دیکھا جاسکتا ہے اور اس میں قوت حس کے بہت سے اعضاء ہوتے ہیں چنانچہ مچھلی انہیں کے ذریعہ پتھر یا کسی دوسری چیز کا احساس کرلیتی ہے جب پانی پتھروں اور دوسری چیزوں سے ٹکراتا ہے اور یہ پتھر وغیرہ کو دیکھ کر اپنا راستہ بدل دیتی ہے۔
اسی طرح چمگادڑکی خلقت بھی کتنی عجیب وغریب ہے جیسا کہ ماھرین نے اس پر توجہ دلائی ہے، یہ چمگادڑ رات میں اڑتا ہے لیکن اپنے راستہ میں کسی مکان ، درخت یا کسی دوسری چیز سے نہیں ٹکراتا،چنانچہ اٹلی کے ایک ماھراور سائنسداں نے اس کی قدرت کے سلسلہ میں تحقیق کی، اس نے ایک کمرے میں کچھ رسیاں باندھیں، ہر رسی میں ایک چھوٹی گھنٹی باندھی کہ اگر رسی سے کوئی بھی چیز ٹکرائے تو وہ گھنٹی بجنے لگے ، اس کے بعد اس نے کمرے کو بالکل بند کردیا اور اس میں چمگادڑ کو چھوڑ دیا چنانچہ چمگادڑ اس کمرے میں اڑنے لگا لیکن کسی بھی گھنٹی کی کوئی آواز سنائی نہ دی، یعنی وہ کسی بھی رسی سے نہیں ٹکرایا ، اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ چمگادڑ میں ایسی طاقت ہوتی ہے کہ جب وہ اڑتاھے تو اس کے اندر سے ایک ایسی آواز نکلتی ہے جو کسی بھی چیز سے ٹکراکر واپس آتی ہے اور اسی واپس آئی آواز کے ذریعہ وہ اس چیز کا احساس کرلیتا ہے ، پس ثابت یہ ہوا کہ اس کے احساس کا طریقہ بالکل ''راڈار'' کی طرح ہے۔
اسی طرح اونٹ کی خلقت بھی بڑی عجیب ہے،چنانچہ اس کو خدا کی عظیم نشانیوں میں شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ خداوندعالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:
[19]
''تو کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف غور نہیں کرتے کہ کیسا (عجیب) پیدا کیا گیا ہے''
چونکہ اونٹ کی زندگی زیادہ تر جنگل اور ریگستان میں بسر ہوتی ہے چنانچہ خداوندعالم نے اس کو ایسا خلق کیا ہے جس سے وہ ایک طولانی مدت تک بغیر کچھ کھائے پئے رہ سکے، اور اپنی بھوک وپیاس پر کافی کنٹرول رکھ سکے۔
اسی طرح اونٹ کی لمبی اور گھنی پلکیں ہوتی ہیں جن کی بنا پر شدید طوفان او رآندھی میں بھی اپنی آنکھیں کھولے رکھتا ہے اور اس کی آنکھیں محفوظ رہتی ہیں ، اور جس طرح ھم آندھی کے وقت اپنی آنکھوں کے بند کرنے پر مجبور ہوتے ہیں وہ اپنی آنکھوں کو بند کرنے پر مجبور نہیں ہوتا۔
اسی طرح اس کے پاؤں اس طرح نرم ہوتے ہیں جن سے وہ ریت پر آسانی سے چل سکتا ہے اور اس کے پیر ریت اور ریگستان میں نہیں دھنستے، اور اس کی ناک بھی آندھی کے وقت کھلی رہتی ہے لیکن پھر بھی اس میں کوئی گرد وغبار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نھیں جاتا، اور اس کا اوپر والا ھونٹ نکلا ھوا ھوتا ھے تاکہ اس کے ذریعہ کانٹوں والی گھاس وغیرہ کا آسانی سے پتہ لگاسکے۔
اسی طرح چیونٹی کی خلقت بھی کتنی عجیب ھے چنانچہ چیونٹی میں بہت سی خدا کی نشانیاں بتائی جاتی ھیں، کیونکہ اس میں فھم وادراک، صبراور احساس اس قدر ھوتا ھے کہ کوئی شخص اس کے چھوٹے سے جسم اور حجم کو دیکھنے کے بعد نھیں سمجھ سکتا، اور شاید آج کی بہت سی جدید چیزیں اسی میں غور وفکر کرنے سے وجود میں آئی ھیں کیونکہ اس کی خلقت میں بہت ھی دقت اور نظم وترتیب کا لحاظ رکھاگیا ھے۔
چنانچہ بعض چیونٹی سردی کے زمانہ میں دوسری ان چیونٹیوں کے لئے کھانے دانے کا انتظام کرتی ھیں جو باھر نھیں نکل سکتیں، اسی طرح ان میں سے بعض وہ ھوتی ھیں جو دانوں کاآٹا بناتی ھیناور وہ ھمہ وقت اسی کام میں مشغول رہتی ھےں۔
اور بعض چیونٹیاں ایسی ھوتی ھیں جن کی فطرت میں کھانا کھانے کا مخصوص گھر بنانے کا میلان ھوتا ھے ، جن کو کھانے کا باغیچہ کھا جاسکتا ھے اور وھاں پر مختلف کیڑے مکوڑوں کا شکار کرکے لاتی ھیناور وھاں پر آرام سے بیٹھ کر کھاتی ھینان میں سے بعض ان شکار شدہ کیڑے مکوڑوں کے اندر سے ایک طریقہ کا رس نکالتی ھیں جو شہد کے مشابہ ھوتا ھے تاکہ اس کا کھاتے وقت مزہ لیں۔
اسی طرح ان میں سے بعض وہ بھی ھوتی ھیں جو اپنے گروہ کوایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ھیں اور ان میں محافظ کا کام کرتی ھیں ، نیز بعض چیونٹیاں اپنے لئے گھر بنانے کی ذمہ داری نبھاتی ھیں جبکہ دوسری چیونٹیاں اس طرح کے پتّے کاٹتی ھیں جو ان کے اندازہ کے مطابق ھوتے ھیں،اور ان میں سے بعض اپنے گھر کے اردگرد پھرہ داری کرتی ھیں۔
قارئین کرام ! ان تمام تفصیلات کے پیش نظر کیا مادہ کے لئے یہ ممکن ھے کہ وہ اتنی دقیق چیزوں کو پیدا کرے جن میں ایک چیونٹی بھی ھے جو اتنے دقیق حساب وکتاب سے رہتی ھے؟
پس ان تمام چیزوں کے پیش نظر حیوانات قابل توجہ ھیں چنانچہ قرآن مجید نے اس بارے میں پھلے ھی بیان کردیا ھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ھوتا ھے:
< حَتَّی إِذَا أَتَوْا عَلَی وَادِی النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یَاأَیُّہَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاکِنَکُمْ لاَیَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمَانُ وَجُنُودُہُ وَہُمْ لاَیَشْعُرُونَ >[20]
”یھاں تک کہ جب (ایک دن) چیونٹیونکے میدان میں آنکلے توایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو ! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ھو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمھیں روند ڈالے اور انھیں خبر بھی نہ ھو۔“
اس کے صدیوں بعد کھیں علم نے ان حقائق اور معلومات کو ثابت کیا ھے۔
قارئین کرام ! مذکورہ حیوانات کے علاوہ اور بھی بہت سی مختلف قسم کے حیوانات اور جانور ھوتے ھیں،مثلاً یھی مرغ جس سے ھم زیادہ سروکار رکھتے ھیں ان کی آواز بھی مختلف ھوتی ھے چنانچہ جب مرغی چھوٹے بچوں کو دانے ملنے کی بعد آواز لگاتی ھے تو اس کی آواز اور ھوتی ھے اسی طرح جب ان کو اپنے گھر کی طرف بلاتی ھے تو اس کی آواز کچھ اور ھوتی ھے۔
اسی طرح شہد کی مکھی جب کھیں پھولوں والی زمین میں جاتی ھے تو اپنے ایک خاص انداز میں گھومتی ھے جیسے انگریزی میں "8"کا ھوتا ھے اور پھول میں شہد ھوتا ھے تو اس کو حاصل کرلیتی ھے۔
چنانچہ ایک ماھر دانشور جس نے چیونٹی کے متعلق تحقیق کی ھے وہ کہتا ھے کہ میں نے ایک چیونٹی کو اپنے بل سے دور دیکھا جس نے اپنے ڈنک سے ایک مکھی کاشکار کیا اور اس کو تھوڑی دیر کے لئے وھیں پر ڈال دیا تقریباً بیس منٹ بعد جب اس کومکھی کے مرنے کا یقین ھوگیا تو اس کو اٹھاکر اپنے بل کی طرف چلنا شروع کیا ، لیکن جب اس میں لے جانے کی طاقت نہ رھی تو اس نے تنھا جاکراپنے ساتھیوں کو باخبر کیا تو ان چیونٹیوں کا ایک گروہ اس کے ساتھ نکلا یھاں تک کہ سب نے مل کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے اور پھر سبھوں نے اس کے مختلف اجزاء کو اٹھایا،اور اپنے بل میں لے گئیں، اب یھاں سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ جب وہ پھلی چیونٹی ،تنھا بغیر کچھ لئے اپنے بل میں گئی تو اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو دیکھ کر دوسری چیونٹیوں کو اس شکار کے بارے مینمعلوم ھوتا تو پھر اس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو کس زبان میں باخبر کیا کہ میںنے ایک بہترین شکار کیا ھے آؤ مدد کرو تاکہ اس کو اپنے بل میں لے آئیں۔(پس معلوم ھوا کہ ان کی بھی ایک خاص زبان ھے جس سے وہ سمجھتی اور سمجھاتی ھیں)۔
اسی طرح آپ ھاتھی کی خلقت پر غور کریں تو اس میں بھی عجیب وغریب قدرت کے آثار ملاحظہ کریں گے مثلاًھاتھیوں کا جھنڈ جب ایک ساتھ چلتا ھے تو ان کے درمیان سے مسلسل ھمھمہ کی آواز آتی رہتی ھے لیکن جب یھی ھاتھی اپنے گروہ سے جدا ھوکر الگ الگ چلتے ھیں توان کی وہ آواز ختم ھوجاتی ھے، آخر ایسا کیوں ھے؟!۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی طرح جناب کوے کی آواز کس قدر مختلف اور بامفہوم ہوتی ہے چنانچہ وہ خطرہ کے وقت رونے جیسی آواز نکالتا ہے تاکہ اس کے دوسرے ساتھی خطر ہ سے مطلع ہوجائیں ، اور یہی کوا جب کوئی خوشی کامقام دیکھتا ہے تو ایسی آواز نکالتا ہے جو قہقہہ اور ہنسی سے مشابہت رکھتی ہے۔

قارئین کرام ! حیوانات میں کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس کو سب سمجھتے ہوں ، بلکہ ان میں سے ہر صنف کی الگ الگ زبان ہوتی ہے، مثلاً آپ مکڑی کو دیکھیں ، یہ جب جالا بناتی ہے تو اس جالے کے تار ان کے درمیان گفتگو کاوسیلہ بنتے ہےں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب جالے کے ایک طرف مذکر اور دوسری طرف مونث ہو تو اسی جالے کے تارکے ذریعہ ان کے درمیان تبادلہ خیالات ہوتا ہے،اور اس کی مادہ اپنے شوھر کے استقبال کے لئے اسی جالے کے تار کے ذریعہ رابطہ قائم کرتی ہے، جس طرح آج کل فون کے ذریعہ گفتگو کی جاتی ہے۔

اور جب ہم مرغی کو دیکھتے ہیں تو اس کے اندر الٰھی شاہکار کی بہت سی عجیب وغریب نشانیاں پاتے ہیں، چنانچہ ہمارے لئے درج ذیل حقائق پر نظرکرکے خالق خائنات کی معرفت حاصل کرنا ہی کافی ہے:

ایک امریکی ماھر نے مرغی کے انڈے سے بغیر مرغی کے بچہ نکالنا چاھا ،چنانچہ اس نے انڈے کو ایک مناسب حرارت (گرمی) میں رکھا ، جس مقدار میں مرغی انڈے کو حرارت پھونچاتی ہے ، لہٰذا اس نے چند عدد انڈوں کو جمع کرکے ایک مشین میں رکھا ،وھاں موجود ایک کاشتکار نے اس کو بتایا کہ انڈوں کو الٹتا پلٹتا رھے، کیونکہ اس نے مرغی کو دیکھا ہے کہ وہ انڈوں کو الٹتی پلٹتی رہتی ہے، لیکن اس ماھر نے اس کاشتکار کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ مرغی اس لئے انڈے کو بدلتی ہے تاکہ اپنے جسم کی گرمی انڈے تک پھونچاتی رھے،الغرض اس نے انڈوں کو چاروں طرف سے حرارت پھونچانے والی مشین میں رکھا لیکن جب انڈوں سے بچے نکلنے کا وقت آیا تو کوئی بھی انڈا نہ پھٹا تاکہ اس سے بچہ نکلتا، (وہ حیران ھوگیا) اور دوبارہ اس نے کاشتکار کے کہنے کے مطابق انڈوں کو مشین میں رکھ کر بچے نکلنے کی مدت تک ان کو الٹتا پلٹتا رھا، چنانچہ جب ان کا وقت آیا تو انڈے پھٹ گئے اور ان سے بچے نکل آئے۔

مرغی کے انڈوں سے بچے نکلنے میں الٹ پلٹ کرنے کی ایک دوسری علمی وجہ یہ ہے کہ جب انڈے کے اندربچہ بن جاتا ہے تو اس کی غذائی موادنیچے کے حصہ میں چلی جاتی ہے اب اگر اس کو مرغی نہ گھمائے تو وہ انڈا پھٹ جائے ، یہی وجہ ہے کہ مرغی پہلے اور آخری دن انڈوں کو نہیں پلٹتی کیونکہ اس وقت پلٹنے کی ضرورت نہیں ھوتی ، پس کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان اسرار کو وہ بغیر کسی الٰھی الھام کے سمجھتی ہے، جس کے سمجھنے سے انسان بھی قاصر ہے؟

چنانچہ یہی الٰھی الھام ہے جس کی بنا پر پانی میں رہنے والے جانور بالخصوص سانپ اپنی جگہ سے ہجرت کرکے دور درازگھرے سمندروں میں جیسے ”جنوبی برمودا “ چلے جاتے ھیں ، پس یہ کتنی عجیب مخلوق ہے کہ جب ان کا رشد ونمو مکمل ھوجاتا ہے تو دریاؤں سے ہجرت کرکے مذکورہ سمندروں میں چلے جاتے ھیں ،وھیں انڈے دیتے ھیں اور کچھ مدت کے بعد مرجاتے ھیں لیکن ان کے بچے جو اس جگہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ کو نہیں پہنچانتے یہ لوگ اس راستہ کی تلاش میں رہتے ھینکہ جدھر سے ان کے والدین آئے تھے، اس کے بعد سمندری طوفان اور تھپیڑوں سے مقابلہ کرتے ھوئے اپنے آبائی وطن پھونچ جاتے ھیں اور جب ان کا رشد ونمومکمل ھوجاتا ہے تو ان کو ایک مخفی الھام ھوتا ہے کہ وہ جھاں پیدا ھوئے تھے وھی جائیں ، لہٰذا ان چیزوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ھوتا ہے کہ ایسی کون سی طاقت ہے جو ان کو اس طرح کا الھام عطا کرتی ہے؟!، چنانچہ یہ کھیں نہیں سنا گیا ہے کہ امریکی سمندروں کے سانپ یورپی سمندر میں شکار کئے گئے ھوں، یا اس کے برعکس، اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ یورپی سانپوں کا رشد دیگر سانپونکی بنسبت ایک سال یا اس سے زیادہ کم ھوتا ہے، کیونکہ یہ لوگ طولانی مسافت طے کرتے ھیں۔

بھرحال ان تمام چیزوں پر غور کرنے کے بعد سوال یہ پیدا ھوتا ہے کہ ان سانپوں کے اندر یہ طاقت اور فکرکھانسے آئی جس کی بناپر یہ سب اپنی سمت، سمندر کی گھرائی وغیرہ کو معین کرتے ھیں،لہٰذا کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ یہ سب ”بے جان مادہ“کی مخلوق ھیں؟!!

اسی طرح الٰھی الھام کی وجہ سے مختلف پرندے جب بڑے ھوجاتے ھیں تو اپنے والدین کی طرح اپنے لئے الگ آشیانہ بناتے ھیں اور وہ بھی بالکل اسی طرح جس میں وہ رہتے چلے آئے ھیں، یعنی ان کے گھونسلوں میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

یہی الٰھی الھام ہے کہ جس کی بنا پر بعض حیوانات کے اجزاء کٹنے یا جلنے کے بعد دوبارہ اسی طرح سے بن جاتے ھیں، مثلاًجب سمندری سرطان (کیکڑا) اپنے جسم کے پنجوں کو ضائع کربیٹھتا ہے تو جلد ھی ان خلیوں کی تلاش میں لگ جاتا ہے جو اس کے پنجوں کی جگہ کام کریں اور جب خلیے بھی ناکارہ ھوجاتے ھیں تووہ سمجھ جاتا ہے کہ اب ھمارے آرام کرنے کا وقت آپہنچاھے، اور یہی حال پانی میں رہنے والے دیگر جانوروں کا بھی ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی طرح ایک دریائی حیوان جس کو ”کثیر الارجل“(بہت سے پیر والا)کہتے ھیں اگر اس کے دوحصہ بھی کردئے جائیں تو اس میں اتنی صلاحیت ھوتی ھے کہ اپنے باقی آدھے حصے سے دوسرا حصہ بھی مکمل کرلے۔
اسی طرح ”دودة الطعم“نامی کیڑے کی اگر گردن کاٹ دی جائے تووہ اس سر کے بدلے میں ایک دوسرا سر بنا لیتا ھے، جس طرح جب ھمارے جسم پر کوئی زخم ھوجاتا ھے یا گوشت کا ٹکڑا الگ ھوجاتا ھے تو وہ آہستہ آہستہ صحیح ھوجاتا ھے اور جب یہ زخم بھرتے ھیں تو پتہ چلتا ھے کہ یہ خلیے کس طریقہ سے حرکت کرتے ھیں جن کے نتیجہ میں نیا گوشت، نئی ہڈی اور نئے ناخن یا کوئی دوسرا جز بن جاتا ھے۔
قارئین کرام ! حشرات کی دنیا بھی کیا چیز ھے چنانچہ اس میں غور وفکر کرنے کے بعد انسان کو تعجب ھوتاھے، اور شاید ان کی ”شناخت غرائز“ کے بعد ان کی تفصیل ھمارے سامنے مجسم ھوجائے۔
کیونکہ ”ابو دقیق “ حشرہ جو کرم کلے (بندگوبھی) میں پایا جاتا ھے اور اس میں انڈے دیتا ھے جبکہ وہ بند گوبھی کو نہیں کھاتا لیکن اس کے اندر ایک ایسا غریزہ ھوتا ھے جس کی بناپر اس کا انتخاب کرتا ھے ، چنانچہ جب اس کے انڈوں سے بچے نکلتے ھیں وہ بند گوبھی کو کھاجاتے ھیں ، پس معلوم یہ ھوا کہ یہ کیڑاانڈے دینے کے لئے بند گوبھی کا اس لئے انتخاب کرتا ھے تاکہ اس کے بچوں کو مخصوص غذا مل سکے۔
تو کیا یہ ابو دقیق نامی کیڑا اس مسئلہ کو عقلی طور پر سمجھتا ھے؟!
اسی طرح ”زنبور الطین“ (انجن ھاری،جس کو کمھاری بھی کہتے ھیں) جو کیڑے مکوڑوں کا شکار کرتی ھے اور اپنے مٹی کے چھتے میں لے جاتی ھے تاکہ کھانے کے لئے گوشت جمع رھے، اوراس کے بعداس پر ایک انڈا دیتی ھے، اس کو اپنے گھر میں رکھ دیتی ھے ، پھر گارے مٹی کی تلاش میں نکلتی ھے جب اس کو مل جاتی ھے تو اس سے اپنے گھر کا دروازہ بند کردیتی ھے تاکہ جب انڈے پھٹنے کا وقت آئے اور بچے باھر نکلےں تو ان کا کھانے پھلے سے موجود رھے۔
اسی طرح وہ مچھر جو پانی پر اپنے انڈے دیتے ھینلیکن کبھی بھی اس کے انڈے بچے پانی میں ضایع نہیں ھوتے تو کیا یہ مچھر قوانین ”ارشمیڈس“کو جانتا ھے۔
اسی طرح وہ حشرہ جس کو علم حشرات میں ”قاذفة القنابل“ کہتے ھیں جو پھاڑ کھانے والے حیوانات کے آگے آگے بغیر کسی خوف وھراس کے چلتا ھے اور اگرکسی جانور نے اس کو کھانے کے لئے منھ کھولا تو اپنے پیٹ پر موجود ایک تھیلی کو فشار دیتا ھے تاکہ اس سے تین قسم کے غدے نکلےں جس میں ”ھیڈروکینون“ ، ”فوق اکسیڈھیڈ روجین“ اور ”ازیم خاص“ اور جب یہ تینوں چیزیں مخلوط ھوتی ھیں تو ان میں سے ایک قسم کا گیس نکلتا ھے جس کی وجہ سے وہ درندہ حیوان بھی ڈر کی وجہ سے بھاگنے لگتا ھے ، تو کیا اس حشرہ اور کیڑے نے علم کیمسٹری میں کامبرج یونیورسٹی سے ڈپلم"Diploma" کیا ھے؟!!
اسی طرح ابریشم کے کیڑے ، جو نہایت ھی باریک جال بناتے ھیں۔اور اسی طرح وہ جگنو جو رات میں روشنی پھیلاتا پھرتا ھے تاکہ روشنی پر آنے والے چھوٹے چھوٹے کیڑوں کا شکار کرسکے۔
نیز اسی طرح پانی کے کچھ خاص کیڑے جو چند میٹر پانی میں پہنچ جاتے ھیں اور پھر آسمان میں بھی کافی اوپر اڑلیتے ھیں۔
اسی طرح وہ تتلی جس کے پر بہت ھی نازک اور شفاف ھوتے ھیں جب ان پر روشنی پڑتی ھے تو وہ نیلے رنگ کے دکھائی پڑتے ھےں، اور اگر اس میں دسیوں ہزار میں سے ایک جز بھی متغیر ھوجائے تو پھر اس کی روشنی میں بھی فرق آجائے گا یا بالکل ختم ھوجائے گی۔
قارئین کرام ! یھاں تک ھماری گفتگو کا خلاصہ یہ ھوا کہ حیوانات کی دنیا واقعاً عجیب وغریب ھے جن کی خلقت اور نوآوری وغیرہ کو دیکھنے کے بعد(اگرچہ حیوانات کے صفات اس مختصر کتاب میں کماحقہ بیان نہیں کئے جاسکتے) انسان اس نتیجہ پر پھونچتا ھے :
[21]
”(یہ بھی) خدا کی کاریگری ھے کہ جس نے ھر چیز کو خوب مضبوط بنایا ھے بے شک جو کچھ تم کرتے ھو اس سے وہ خوب واقف ھے۔“
”تعالیٰ اللہ یقول المنکرون الجاحدون علوا کبیرا“
قارئین کرام ! ھم یھاں پر ان آیات کریمہ کو بیان کرتے ھیں جو خداوند عالم کے وجود پربہترین دلیل ھیں ،جن میں انسان کونباتات،آسمان سے بارش ھونے اور زمین وآسمان کے درمیان موجودعجائبات میں غوروفکر کی دعوت دی گئی ھے، کیونکہ ان تمام چیزوں کا اس قدر دقیق اور خصوصیات کے ساتھ پایا جانا اس بات پر دلالت کرتا ھے کہ یہ صفات ان میں خود بخود نہیں پائے جاتے بلکہ ان سب کو مذکورہ صفات عطا کرنے والا خدوندعالم ھے۔
Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ارشاد خداوندعالم ہوتا ہے:
< أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُون۔ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ۔ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا...>[22]
''بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم لوگ بوتے ہو کیا تم لوگ اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں، اگر ہم چاہتے تو اسے چور چور کردیتے ----''
< أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِی تُورُونَ ۔ أَ أَنْتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ >[23]
''توکیا تم نے آگ پر بھی غور کیا جسے تم لوگ لکڑی سے نکالتے ہو کیا اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں۔''
[24]
''اور وہ وہی (قادر وتوانا) ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر چیز کے کوئے نکالے پھر ہم ہی نے اس سے ہری بھری ٹہنیاں نکالیں کہ اس سے ہم باہم گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور چوھارے کے درخت سے لٹکے ہوئے گچھے (پیدا کئے) اور انگور اور زیتون اور انار کے باغات جو باہم صورت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور (مزے میں) جداجدا ،جب یہ پھلے او رپکے تو اس کے پھل کی طرف غور تو کرو بے شک اس میں ایماندارلوگوں کے لئے بہت سی (خداکی) نشانیاں پائی جاتی ہیں۔''
< الَّذِی جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلاً وَأَنزَلَ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتَّى >[25]
''وہ وہی ہے جس نے تمہارے(فائدہ کے واسطے)زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لئے اس میں راھیںنکالیں اور اس نے آسمان سے پانی برسایا پھر (خدا فرماتا ہے کہ)ہم ہی نے اس پانی کے ذریعہ مختلف قسموں کی گھاسیں نکالیں۔''
< أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُمْ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا أَ ءِلَهٌ مَعَ اللهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ>[26]
''بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم ہی نے پانی سے دلچسپ اور خوشنما باغ اگائے، تمہارے تو یہ بس کی بات نہ تھی کہ تم ان سے درختوں کو اگاسکتے تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے ؟ (ہر گز نہیں) بلکہ یہ لوگ خود(اپنے جی سے گڑھ کے بتوں کو)اس کے برابربناتے ہیں۔''
قارئین کرام ! نباتات کی دنیا بھی کس قدر عجیب ہے چنانچہ زمین شناسی (جیولوجی) "Geological"کے ماھرین اس بارے میں ہمیشہ بررسی وتحقیق مینمشغول ہیں کیونکہ وہ ہر روز ایک نہ ایک نئی چیز کشف کرتے ہیں۔
اورجیسا کہ ماھرین نے بیان کیا ہے کہ نباتات کی تقریباً پانچ لاکھ قسمیں ہیں اور وہ ترکیب اورتزویج اور عمر کے لحاظ سے مختلف ہیں کیونکہ انہیں نباتات میں سے وہ بھی ہیں جن کی عمر کچھ دن کی ہوتی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی عمر کچھ سال ہوتی ہے اور ان میں سے بعض کی عمر انسان کے کئی برابر ہوتی ہے۔
معمولاً نباتات وہاں پیدا ہوتی ہیں جہاں پر ان کے لئے مناسب اسباب موجود ہوں ، ان کے بیج طولانی مدت تک باقی رہتے ہیں کیونکہ جب تک ان کے لئے مناسب پانی اور مناسب گرمی موجود نہ ہوں تب تک پیدا نہیں ہوتیں، (جیسا کہ معلوم ہے کہ نباتات میں سے ہر ایک معین گرمی میں پیدا ہوتی ہیں) اسی طریقہ سے ان کے لئے ہوا کا بھی ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ اسی کی بدولت زندہ رہتی ہے اور اسی سے سانس لیتی ہے۔
اور جب دانہ اگنا شروع ہوتا ہے، تو پہلے چھوٹی چھوٹی جڑیں پیدا ہوتی ہیں اس وقت وہ اپنی غذا کو خود دانہ سے حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی جڑیں زمین میں پھیلنا شروع ہوتی ہیں اس وقت وہ اپنی غذا زمین سے حاصل کرتا ہے گویا وہ انسان اور حیوان کے بچوں کی طرح ہے کہ جب تک وہ شکم مادر میں رہتا ہے تو اس کی غذا اس کی مادر کے ذریعہ پھونچتی ہے ، اس کے بعد اس کے دودھ سے غذا پھونچتی ہے اور جب بچہ بڑا ہوجاتا ہے تو پھر وہ اپنی غذا میں خود مختار ہوجاتا ہے۔
قارئین کرام ! کیا ان تمام چیزوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان تمام چیزوں کو خدا کے علاوہ کسی اور نے پیدا کیا ہے؟
اور نباتات کا غذائی سسٹم،جڑونپر منحصر ہوتا ہے کیونکہ یہ جڑیں ہی غذائی سسٹم کا پہلا جز ہےں، اور جڑیں نباتات کی احتیاجات کی بنا پر مختلف ہوتی ہیں، پس ان میں سے کچھ گاجر جیسی اور بعض آلو جیسی اور بعض جالی نما ہوتی ہیں، جبکہ ان تمام ا ختلاف کے باوجود ایک ہی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔اور یہ مقصد نباتات کا اپنے لئے غذا حاصل کرنا ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اورجب یہ جڑیں رشد کرتی ھیں تو اس پر موجود چھلکا زمین سے رطوبت حاصل کرکے اس کو جڑوں کے اوپرپھونچاتا ھے، اور یھاں سے نباتات تک غذا پھونچتی ھے جس کے ذریعہ وہ رشد کرتی ھیں اور یہ بات بھی طے شدہ ھے کہ نباتات کے لئے روشنی، پانی اور دیگر ضروری عنصر کا پایا جانا ضروری ھوتا ھے جیسے کاربن، "Carbon" آکسیجن، "Oxygen" فسفور "Phosphore"، ''کاربرائڈ''"Carbide" وغیرہ۔

یہ بات بھی ذہن نشین رھے کہ نباتات اپنے پتوں کے ذریعہ سانس لیتی ھیں جو ان کے پھیپھڑوں کا کام کرتے ھیں چنانچہ نباتات حیوانوں اور انسانوں کی طرح انھیں پتوں کے ذریعہ آکسیجن،"Oxygen" کو حاصل کرتی ھےں اور کاربن اکسیڈ دوم "Carbon oxide"کو نکالتی ھے،اور نباتات کے سانس لینے سے گرمی میں کمی پیدا ھوتی ھے اور نباتات کا عملِ تنفس شب وروز جاری وساری رہتا ھے، مگر اس کا نتیجہ دن میں عمل کاربن کے مقابلہ میں ظاھر نھیں ھوتا کیونکہ عمل کاربن کو نباتات عمل تنفس سے زیادہ جلدی انجام دیتی ھیں پس آکسیجن نکلتا رہتا ھے اور کاربن ڈائی اکسیڈ دوم" Carbon Dioxide" کو حاصل کرتا ھے۔

چنانچہ آج کے سائنس کا کہنا ھے کہ کاربن "Carbon" کا پیدا ھونا ھی ،ڈائی اکسیڈ کاربن "Carbon Dioxide" کی نابودی کے لئے کافی ھے ، اگر صرف اسی چیز پر اکتفا کی گئی ھوتی تو کافی تھا، لیکن خداوندعالم نے جو خالق عظیم ھے ایسی دوسری زندہ موجوات کوبھی خلق کیا جو اپنے سانس لینے میں کاربن اکسیڈ "Carbon oxide" نکالتی ھیں ، جیسا کہ مردہ جسم بھی کاربن اکسیڈ نکالتے ھیں نیز دیگر امور کی وجہ سے بھی یہ مادہ نکلتا ھے۔

چنانچہ اس کاربن اکسیڈ "Carbon oxide" کی نابودی میں کبھی کوئی کمی یا زیادتی نھیں ھوتی، بلکہ قدرت اور حکمت خدا کا تقاضا یہ ھے کہ فضا میں کاربن آکسائیڈ کی نسبت دس ہزار اجزا میں سے تین یا چار ھوتی ھے، اور اس نسبت کا اس مقدار میں موجود ھونا کائنات کی حیات کا سبب ھے ، اور (کاربن "Carbon" اور کاربن اکسیڈ"Carbon oxide" کی عملیات) میں ابھی تک کوئی ایسا موقع نھیں آیا جب اس نسبت میں کوئی اختلاف ھوا ھو۔

چنانچہ بعض ماھرین کا کہنا ھے کہ اگرھوا میں آکسیجن،"Oxygen" ۲۱% کے بجائے ۵۰% ھوجائے تو اس کائنات مینجو چیزیں جلنے کے قابل ھیں ان سب میں آگ لگ جائے اور بجلی کی کوئی چنگاری اگر درخت تک پھونچ جائے تو وہ تمام آگ کی نذر ھوجائےں، اسی طرح اگر ھوا میں آکسیجن،"Oxygen" ۱۰%یا اس بھی کم ھوجائے تو پھر تمام چیزوں کی زندگی خطرہ میں پڑجائے۔

تو کیا ان تمام تحقیقات کے بعد بھی کوئی انسان بے جان مادہ کوان تمام عجیب وغریب موجوات کا خالق کہہ سکتا ھے؟!!!

پانی کی خلقت

پانی ایک حیاتی اور ضروری مادہ ھے جو تمام ھی زندہ چیزوں کے لئے نہایت ضروری ھے:

[27]

''اور ھم ھی نے ھر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ''

لہٰذا پانی ضروریات زندگی میں سب سے اھم کردار رکھتاھے، اسی وجہ سے قرآن مجید نے اس عظیم نعمت پر غور وفکر کرنے کی دعوت ھے بلکہ کرہ زمین پر موجود پانی کو دیکھ کر تمام لوگوں کواس خالق کے وجود پر دلیل کو درک کرنے کی دعوت دی گئی ھے:

< أَفَرَأَيْتُمْ الْمَاءَ الَّذِی تَشْرَبُون۔ أَأَنْتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنْ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ۔ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلاَتَشْكُرُونَ>[28]

''کیا تم نے پانی پر بھی نظر ڈالی جو (دن رات) پیتے ھو،کیا اس کو بادل سے تم نے برسایا یا ھم برساتے ھیں؟اگر ھم چاھیں تو اسے کھاری بنادیں تو تم لوگ شکر کیوں نھیں کرتے؟!

[29]

''اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ھے کہ وہ تم کو ڈرانے اور امید دلانے کے واسطے بجلی دکھاتا ھے اور آسمان سے پانی برساتا ھے اور اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کوآباد کرتا ھے ''

چنانچہ پانی کے ماھرین کا کہنا ھے کہ سمندر ھی آب شیرین(پینے کامیٹھا پانی) کی بنیاد اور اساس ھے اگرچہ سمندر کا پانی بہت زیادہ نمکین ھوتا ھے جس کو زمین پر زندہ موجودات استعمال نھیں کرسکتی، لیکن خدا وندعالم نے اپنی موجودات کے لئے پانی کو بارش کے ذریعہ صاف وخوشگوار بنایا ھے کیونکہ بارش کے ذریعہ ھی یہ نمکین پانی صاف اورگوارا بنتا ھے۔

خدا وندعالم آسمان سے بارش برساتا ھے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

< وَمَا أَنزَلَ اللهُ مِنْ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا>[30]
''اور وہ پانی جو خدا نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو مردہ (بیکار) ہونے کے بعد جلا دیا(شاداب کردیا) اور اگرخدا چاہتا تو یہ کھارا اور نمکین پانی اپنی پہلی والی حالت پر باقی رہتاجیسا کہ خداوندعالم نے ارشاد فرمایا ۔
جبکہ ھم یہ بھی جانتے ھیں کہ سمندر کے پانی کا نمکین ھونا بھی ضروری ھے کیونکہ سمندر بہت وسیع اور گھرے ھوتے ھیں لیکن محدود اور بند ھوتے ھیں اور ان میں پانی بھرا رہتا ھے اور اگر یہ پانی نمکین نہ ھوتا تو ایک مدت کے بعد یہ پانی خراب اور بدبودار ھوجاتا۔
قارئین کرام ! ان کے علاوہ بھی پانی کی اھم خصوصیات ھوتی ھیں، مثلاً جب انسان سمندر کے پانی کو دیکھتا ھے تو اسے خدا کی قدرت اور اس کی تدبیر کا احساس ھوتا ھے، کیونکہ زمین کے تین حصے پانی ھیں تو اس سے ھوا او رگرمی پر بہت اثر پڑتا ھے، اور اگر پانی کے بعض خواص ظاھر نہ ھوں تو پھر زمین پر بہت سے حادثات رونما ھوجائیں، اور چونکہ پانی پانی ھے اور سالوں باقی رہ سکتا ھے اور پانی کی گرمی بھی زیادہ ھوتی ھے جو اوپر رہتی ھے جس کی بنا پر درجہ حرارت سطح زمین سے اوپر ھی رہتا ھے اور زمین میں سخت گرمی ھونے سے روکتاھے، اور یہ چیز زمین کو طولانی حیات کرنے میں مدد کرتی ھے جس کی وجہ سے سطح زمین پر موجود انسانوں (اور حیوانوں) کو فرحت ونشاط ملتی ھے۔
اسی طرح مذکورہ خواص کے علاوہ بھی پانی کی کچھ منفرد خاصیتیں ھیں جو اس بات پر دلالت کرتی ھیں کہ اس کے خالق نے اس کو اس طرح اس لئے خلق کیا ھے تاکہ اس کی مخلوقات مکمل طریقہ سے فائدہ اٹھاسکے۔ پس پانی ھی وہ مشھورومعروف اورواحدمادہ ھے جسکی کثافت "Density" پانی کے جماد کے وقت سب سے کم ھوتی ھے اور اس کی یہ خاصیت زندگی کے لئے بہت اھم ھے، کیونکہ اسی کی وجہ سے جب سخت سردی کے موسم میں پالا پڑتا ھے تو وہ اس کو ختم کردیتا ھے بجائے اس کے کہ وہ پانی کے اندر جائے اور غرق ھوجائے اور وہ آہستہ آہستہ جم جاتا ھے لیکن یہ پالا پڑنا اس پانی کو برف بننے سے روک دیتا ھے اگرچہ ٹھنڈک کتنی ھی زیادہ کیوں نہ ھو ، اسی وجہ سے پانی میں موجود مچھلی او ردیگر حیوانات زندہ رہتے ھیں اور جب گرمی آتی ھے تو یہ پالا بہت جلد ختم ھوجاتا ھے۔
ان کے علاوہ بھی ھم پانی کے دوسرے عجیب فوائد کا ذکر کرسکتے ھیں، مثلاً نباتات کے لئے زمین کی سطح کو نرم کردیتا ھے، جس کی بنا پر نبات میں زمین کے اندر سے غذائی موادحاصل کرنے کے بعد رشد کرنے کی صلاحیت پیدا ھوتی ھے، چنانچہ یھی پانی ھے جو دیگر چیزوں کے اجسام کو نرم کرتا ھے ، اسی طرح پانی ھی وہ شے ھے جو انسان کے بدن میں داخل ھوکراس کے حیاتی مختلف عملیات میں مددگار ثابت ھوتا ھے، مثلاً خون یا خون کے مرکبات، اسی طرح پانی کا ایک بخار ھوتا ھے جس کی وجہ سے درجہ حرارت کم ھوجاتا ھے اور اسی وجہ سے پانی ایک طولانی مدت تک پانی کی شکل میں بہنے والا باقی رہتا ھے ورنہ تو گرمی کی وجہ سے خشک ھوکر ختم ھوجائے۔
قارئین کرام ! سمندر اور دریا خدا کی عظیم نشانیاں ھیں، چنانچہ ان میں خشکی سے زیادہ متعدد قسم کے حیوانات پائے جاتے ھیناور اس کائنات میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ھے، مثلاً ایک مربع میٹر میں لاکھوں چھوٹے چھوٹے حیوانات پائے جاتے ھیں، جبکہ انھیں سمندروں میں بڑی بڑی مچھلیاں بھی پائی جاتی ھیں ، واقعاً خداوندعالم کا قول صادق اور سچا ھے، جیسا کہ ارشاد ھوتا ھے:
< وَھو الَّذِی سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْکُلُوا مِنْہُ لَحْمًا طَرِیًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْہُ حِلْیَۃً تَلْبَسُونَہَا وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیہِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِہِ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُون>[31]
''اور وھی وہ خدا ھے جس نے دریا کو (بھی تمھارے) قبضہ میں کردیا تاکہ تم اس میں سے (مچھلیوں کا) تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور (کی چیزیں موتی وغیرہ)نکالو جن کو تم پہنا کرتے ھو اور تو کشتیوں کو دیکھتا رھے کہ (آمد ورفت میں) دریا میں (پانی کو) چیرتی پھاڑتی آتی جاتی ھے اور (دریا کو تمھارے تابع) اس لئے کردیا کہ تم لوگ اس کے فضل (نفع وتجارت) کی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''
قارئین کرام ! یہ تو تھیں سمندر کی گھرائیوں کی باتیں اور اگر ھم اپنے اوپر وسیع وعریض نیلے آسمان پر دقت کے ساتھ غور وفکر کریں تو ھمیں معلوم ھوجائے گا کہ آسمان میں کس قدر چاند، سورج اور ستارے موجود ھیں ، اور اگر کوئی واقعاً ان میں غوروفکر کرے تو وہ بالکل دنگ رہ جائے گا اسی وجہ سے قرآن مجید نے اس طرف توجہ دلائی ھے تاکہ ھم ایک عظیم اور ھمیشگی نتیجہ پر پھونچ جائیں، اور وہ یہ کہ یہ تمام عجیب وغریب چیزیں اتفاقی طور پر پیدا نھیں ھوئیں اور نہ ھی ان کا پیدا کرنا والا ''مادہ'' ھے:
< أَوَلَمْ یَنظُرُوا فِی مَلَکُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْ شَیْءٍ>[32]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

”کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کی حکومت اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں غور نہیں کیا ؟!!“
< قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض>[33]
”(اے رسول) تم کہہ دو کہ ذرا دیکھو تو سہی کہ آسمانوں اور زمین میں (خدا کی نشانیاں) کیا کچھ ہیں۔۔“
< أَفَلَمْ یَنْظُرُوا إِلَی السَّمَاءِ فَوْقَہُمْ کَیْفَ بَنَیْنَاہَا وَزَیَّنَّاہَا وَمَا لَہَا مِنْ فُرُوج>[34]
”تو کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نظر نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا ہے اور اس کو (کیسی) زینت دی اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں“
< اللہُ الَّذِی رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَہَا>[35]
”خدا وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو جنہیں تم دیکھتے ہو بغیر ستون کے اٹھاکھڑا کردیا۔۔“
< وَالسَّمَاءَ بَنَیْنَاہَا بِأَیْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ>[36]
”اور ہم نے آسمانوں کو اپنے بل بوتے سے بنایا اور بے شک ہم میں سب قدرت ہے“
[37]
”اسی نے چاند اور سورج کو اپنی مطیع بنارکھا ہے کہ ہر ایک اپنے (اپنے) معین وقت پر چلاکرتا ہے“
ستاروں کی یہ کائنات کروڑوں ستاروں پر مشتمل ہے جن میں سے بعض ایسے ہیں جن کو آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے لیکن بعض کو دوربین وغیرہ ہی کے ذریعہ دیکھا جاسکتا ہے، جبکہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کے وجود کا محققین وماہرین احساس کرتے ہیں لیکن ان کو دیکھا نہیں جا سکتا، لہٰذا ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد انسان دنگ رہ جاتا ہے، کیونکہ کوئی ایسا مقناطیسی سسٹم نہیں ہے جس کی بناپر ان کو ایک دوسرے سے قریب یا ایک دوسرے سے دور کردے،جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ کسی سمندر میں دو اسٹیمر "Steamer" ایک راستہ پر ایک ہی سرعت کے ساتھ چلتے ہیں اوران کا آپس میں ٹکرانے کا احتمال ہوتا ہے۔
چنانچہ آج کا سائنس کہتا ہے کہ روشنی کی رفتارفی سیکنڈ ۱۸۶۰۰۰ میل ہے، ان میں سے بعض ستارونکی روشنی فوراً ہی ہم تک پہنچ جاتی ہے اور بعض کی روشنی مہینوں اور بعض کی سالوں میں پہونچتی ہے تو آپ اندازہ لگائیں یہ آسمان کتنا وسیع وعریض اور عجیب وغریب ہے۔؟!
تو کیا یہ تمام چیزیں یونہی اتفاقی طورپر اور بغیر کسی قصد واراده کے پیدا ہوگئیں؟! اور کیا یہ تمام چیزیں بغیر کسی بنانے والے کے بن گئیں؟! اور کیا ”مادہ“ ان تمام چیزوں کو اتنا منظم خلق کرسکتا ہے؟!!
[38]
”(اے رسول ان سے کہہ دو کہ) یہ تو خدا کی خلقت ہے پھر (بھلا) تم لوگ مجھے دکھاؤ تو کہ جو (معبود) خدا کے سوا تم نے بنارکھے ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا بلکہ سرکش لوگ (کفار) صریحی گمراہی میں (پڑے) ہیں۔“
قارئین کرام ! اس زمین کو خداوندعالم نے اس طرح خلق کیا ہے تاکہ اس پر مختلف چیزیں زندگی کرسکیناور یہ زمین گھومتی ہے تاکہ اس کے ذریعہ شب وروز وجود میں آئیں۔
اور یہ زمین سورج کے گرد بھی گھومتی ہے جس کی وجہ سے سال اور فصل بنتی ہیں ، جس کی بنا پر کرۂ زمین پر موجودہ مختلف مقامات پر ساکنین کے لئے مساحت زیادہ ہوجائے، اور زمین پر نباتات کی فراوانی ہوسکے۔
زمین کا یہ گھومنا بہت ہی حساب شدہ ہے، چنانچہ نہ اس میں کمی ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ اگر اس زمین کی موجودہ حالت میں کمی یا اضافہ ہوجائے توزندگی کا خاتمہ ہوجائے۔
اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اس زمین پر گیس کا غلاف ہوتا ہے جو گیس زندگی کے لئے ضروری ہے، چنانچہ یہ گیس زمین سے /۵۰۰ میل کے فاصلہ پر رہتی ہے اوریہ غلاف اتنا ضخیم ہوتا ہے ،جو آج کے دور میں ایک سیکنڈ میں تیس میل کی دوری کو تیزی کے ساتھ طے کرتا ہے۔
جس کی بناپر ان ستاروں کی گرمی کو کم کردیتا ہے کہ اگر یہ غلاف نہ ہو تو پھر زمین پر کوئی زندہ باقی نہ بچے، اور اسی غلاف کی وجہ سے مناسب گرمی ہم تک پہونچتی ہے اسی طرح اس زمین سے پانی کا بخار بھی بہت دور رہتا ہے تاکہ خوب بارش ہوسکے، اور مردہ زمین سبزہ زار بن جائے کیونکہ بارش ہی کی وجہ سے پانی اتنا صاف ہوتا ہے اور اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو پھر زمین چٹیل میدان نظر آئے اور اس میں زندگی بسرکرناغیر ممکن ہوجائے۔
اسی طرح پانی کا ایک اہم خاص امتیاز یہ ہے کہ وہ سمندر اور خشکی میں موجود تمام چیزوں کی حیات کی حفاظت کرتا ہے خصوصاً وہ برفیلے علاقے جہاں پر کڑاکے کی سردی ہوتی ہے کیونکہ پانی آکسیجن کی کافی مقدار کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے جب کہ آکسیجن کا درجہ حرارت کم ہو اور جو سمندر اور نہروں میں پانی کی سطح پر پالا ہوجاتا ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کو یہ پانی ختم کردیتا ھے، کیونکہ نسبی طور پر خفیف ھوتا ھے پس اس بنا پر ٹھنڈے علاقے مینتمام پانی میں رہنے والے موجودات کازندگی گذار نا آسان ھوجاتا ھے، اور جب پانی جم جاتا ھے تو اس کے اندر سے کچھ حرارت نکلتی ھے جو سمندری حیوانات کی زندگی کی محافظت کرتی ھے۔

اب رھی خشک زمین تو یہ بھی بہت سی چیزوں کی حیات کے لئے بنائی گئی ھے ، چنانچہ اس میں ایسے بہت سے عناصر ھیں جو نباتات اور دوسری چیزوں کی حیات کی اھم ضرورت ھےں، جن سے انسان اور حیوانات کی غذا فراھم ھوتی ھے، چنانچہ بہت سے معادن زمین پر یا اس کے اندر پائے جاتے ھیں، اور اس سلسلہ میں بڑی بڑی کتابینبھی لکھی گئی ھیں۔

اور اگراس زمین کا قُطر موجودہ قطر کے بجائے ایک چھارم ھوتا تو پھر اس کے اطراف میں موجود پانی اور فضائی دونوں غلاف کو یہ زمین اپنے اوپرروک نہ پاتی اور اس زمین پر اتنی گرمی ھوتی کہ کوئی بھی چیز زندہ نہیں رہ پاتی۔

اور اگر اس زمین کا اندازہ موجودہ صورت کے بجائے دوبرابر ھوتا اور اس زمین کی مساحت دوبرابر ھوتی ، اور اس وقت موجودہ زمینی جاذبہ دوبرابر ھوجاتا، جس کی بنا پر ھوائی غلاف کا نظام خفیف ھوجاتا، اور فضائی تنگی ایک کیلو گرام سے دو کیلوگرام فی مربع سینٹی میٹر ھوجاتی، اور یہ تمام چیزیں سطح زمین پر موجودہ تمام اشیاء کے لئے مؤثر ثابت ھوتیں، تو ٹھنڈے علاقے کی مساحت اور وسیع ھوجاتی، اور وہ زمین جو قابل سکونت ھے اس کی مساحت کافی مقدار میں کم ھوجاتی، چنانچہ ان وجوھات کی بناپر انسانی زندگی درھم وبرھم ھوجاتی۔

اسی طرح ا گرسطح زمین موجودہ مقدار سے زیادہ بلند ھو تو اس صورت میں یہ آکسیجن اور ڈائی اکسیڈ کاربن دوم "Carbon Dioxide"زیادہ جذب کرتی جس کی بنا پر نباتات کی زندگی تنگ ھوجاتی۔

اسی طریقہ سے اگر زمین کی سورج سے موجودہ دوری کو دوبرابر بڑھا دیا جائے تو اس کی سورج سے لی جانے والی موجودہ حرارت سے ایک چوتھائی کم ھوجائے گی اور اس صورت میں زمین کا سورج کے اردگرد چکر لگانا طولانی مدت طے پائے گا جس کی بنا پر سردی کا موسم بڑھ جائے گا اور سطح زمین پر رہنے والے موجودات کی زندگی مفلوج ھوکر رہ جائے گی۔

اسی طرح سے اگرزمین اور سورج کے درمیان موجودہ مسافت کو کم کرکے نصف کردیا جائے تو موجودہ حرارت مینچار گنا اضافہ ھوجائے گا، اور گردش زمین سورج کے اطراف میں تیز ھوجائے گی، جس کی بنا پر زمین پر کسی بھی موجود کا زندہ رہنا ناممکن ھوجائے گا۔

یہاں تک کہ کرہ ارض کا میلان کہ جس کی مقدار ۲۳زاویہ فرض کی گئی ھے یہ بھی بغیر مصلحت نہیں ھے کیونکہ اگر اس میں یہ میلان نہ ھوتا تو زمین کے دونوں قطب مسلسل اندھیرے میں ڈوبے رہتے اور پانی کے بخارات شمال وجنوب میں منڈلاتے رہتے، اور ایک دوسرے پر پالا یا برف بن کر منجمد ھوجاتے۔

المختصر زمین کا موجودہ دقیق نظام مختل ھوجائے تو تمام جاندار اشیاء کی زندگی نیست ونابود ھوکر رہ جائے گی، کیونکہ زمین کے اندر پائے جانے والے نظام جاندار اشیاء کے لئے اسباب حیات فراھم کرتے ھیں، تو کیا یہ سارا نظام اتفاقی اور تصادفی ھے؟!!

قارئین کرام ! زمین کی مٹی بھی عجیب کائنات ھے اور اسی سے بہت سی چیزیں مربوط ھوتی ھیں، جو تمام اس بات پر دلالت کرتی ھیں کہ اس زمین اور مٹی کا بنانے والا کوئی نہ کوئی ھے ، کیونکہ جب ھم مٹی کو دیکھتے ھیں کہ یہ کس طرح کی فعالیت انجام دیتی ھے اور کس طرح بہت سے نتائج پیش کرتی ھے چنانچہ ماھرین نے اس کے نتائج کی درج ذیل قسمیں بیان کی ھیں: کہ اس کا نچلا حصہ گول ھوتا ھے اس پر مٹی کا ایک طبقہ ھوتا ھے، جب وہ ہٹ جاتا ھے تو دوسرا طبقہ اس کی جگہ پر آجاتا ھے۔

اور یہ بھی مسلم ھے کہ ھمارے لئے مٹی بہت ھی مفید ھے کیونکہ اکثرکھانے کی چیزیں اسی سے دستیاب ھوتی ھیں، کیونکہ تمام نباتات مٹی کی وجہ سے ھی رشد ونمو کرتی ھیں اور یہ بات بالکل واضح ھے کہ بغیر زمین کے نباتات کا کوئی وجودھو ھی نہیں ھوسکتا،اور جب ان نباتات کی جڑیں کسی بھی موٹے پتھر سے ٹکراتی ھیں تو وہ آہستہ آہستہ ان سے ہٹتے جاتے ھیں البتہ پتھروں کا ہٹ جانا ان قواعد کے تحت ھوتا ھے جن سے پتھر پانی مینپگھل جاتے ھیں مثلاً ان میں کیلسم "Calcium"، میگنیسم"Magnesium" ، اورپوٹاشم"Potassium" ھوتے ھیں اسی طرح ان میں سلکون اسیڈس "Silicon Acids"باقی رہتے ھیں اور المینیم اور لوھے کا مٹی میں زیادہ غلبہ ھے ۔

جبکہ سلکون کے عناصر کے بارے میں یہ بتایا جاتا ھے کہ بڑے سے بڑے پتھر کو پانی بناسکتے ھینلہٰذا پتھر کو پانی بنانے والے اجزاء بھی اسی نبات میں ھوتے ھیں اور اسی طرح ان نبات میں وہ اجزاء بھی ھوتے ھیں جو ان کو رشد ونمودیتے ھیں تو یہ دونوں ایسی چیزینھیں جو ایک دوسرے کے سوفی صد مخالف ھینتوکیا ایک ساتھ رہ کر کام کرسکتی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ھیں او ردرختوں اور نباتات پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا۔
لیکن یھی نیٹروجن"Nytrogen"جس کے ذریعہ بجلی بنتی ھے اور اس بجلی کو بہت سے لوگ موت کا فرشتہ بھی کہتے ھیں، چنانچہ اسی نیٹروجن"Nytrogen"کے "OXidS"سے بجلی کی طاقت پیدا ھوتی ھے ،لیکن جب یھی نیٹروجن کے اکسیڈس بارش یا برف کے ذریعہ مٹی میں جذب ھوتے ھیں تو اس کو یا اس پر موجود درختوں کو جلانے کے بجائے ان کو رشد ونمو عطا کرتے ھیں، چنانچہ مٹی میں موجود نیٹروجن کی مقدار کو سالانہ سوڈیم کی تیس بالٹی حاصل کرتی ھے اور یہ مقدار درختوں او ردیگر نباتات کے رشد ونمو کے لئے کافی ھوتی ھے۔!!
اور یہ بات معلوم ھونا چاہئے کہ یہ نیٹروجن جس سے بجلی بنتی ھے تو یہ مستوی علاقوں میں بنسبت مرطوب اور معتدل علاقوں کے زیادہ ھوتا ھے پس خشک اور جنگلی علاقوں میں اس کی مقدار میں اضافہ ھوتا رہتاھے، خلاصہ یہ کہ یہ نیٹروجن علاقے کی ضرورت کے تحت مختلف چیزوں میں کارگر ھوتا رہتاھے کیونکہ ھر علاقہ میں اس کی ایک خاص ضرورت ھوتی ھے تو کیا اس کی تدبیر کے لئے کوئی نہیں ھونا چاہئے؟!!
الغرض اس دنیا کے عجائبات میں سے کس کس چیز کا ذکر کیا جائے مثلاً پانی کا دورہ، اکسیڈ کاربن دوم کا دورہ، عجیب انداز میں زاد ولد ھونا اسی طرح روشنی اور نور کی عملیات ان سب کی قوت شمس کے خزانہ میں بہت زیادہ اھمیت ھے ، اسی طرح اس موجودہ کائنات کی زندگی میں اھم کردار رکھتے ھیں ، چنانچہ اس کائنات کی ظاھری چیزیں اور سبب واقع ھونے والی چیزیں اسی طرح تکامل وتوافق او رتوازن جن کے ذریعہ سے بہت سی چیزیں منظم ھوتی ھیں، توکیا یہ اتنی عجیب وغریب چیزیں اتفاقی اور اچانک پیدا ھوگئیں،(انسان کی عقل کو کیا ھوگیا اور ان تمام مخلوقات میں غور نہیں کرتا) چنانچہ یہ بسیط جزئیات جن کی کوئی صورت معین نہیں ھوتی اور نہ ھی ان کے درمیان خالی جگہ ھوتی ھے ، لیکن ان سے کروڑوں کواکب اور ستارے نیز مختلف عالم وجود میں آئے جن کی معین صورت بھی ھوتی ھے اورطولانی عمر بھی اور اپنے خاص قوانین کے تحت کام کرتے ھیں، تو کیا یہ بھی سب کچھ اتفاقی طور پر اچانک پیدا ھوگیا؟!!
اور یہ کیمیاوی مشھور عناصر جن کی تعداد سو سے بھی زیادہ ھے تو کیا انسان ان میں تشابہ اور اختلاف کی صورتوں کو ملاحظہ نہیں کرتا؟کیونکہ ان میں بعض رنگین ھیں اور بعض رنگین نہیں ھیں، ان میں سے بعض ایسے گیس ھیں جن کو سائل (بہنے والی)یا جامد بنانا مشکل ھے اور بعض سائل ھیں، اور بعض ایسے سخت ھیں جن کو سائل یا گیس بنانا مشکل ھے ، ان میں سے بعض کمزور ھیں اور بعض سخت، ان میں سے بعض ھلکے اور بعض بھاری، بعض مقناطیسی ھیں اور بعض مقناطیسی نہیں ھیں، ان میں سے بعض نشاط آورھیں اور بعض بے قدرے، بعض احماض (کڑوے) ھیں اور بعض کڑوے نہیں ھیں ان میں بعض کافی عمر کرتے ھیں اور بعض کچھ دن ھی عمر کرتے ھیں ، لیکن یہ تمام ایک ھی قانون کے تحت ھوتے ھیں اور وہ قانون ''قانون دوری'' "Periodic Law"ھے۔
کیونکہ ان معین عنصر اور غیر معین عنصر کے ذرات کے درمیان فرق صرف پروٹونات اور نیوٹرونات کی تعداد میں ھوتا ھے جو گٹھلی کی طرح ھوتے ھیناور دوسرا فرق یہ ھے کہ عدد اور الکٹرونات جو گٹھلی سے باھر ھوتے ھیں اور ان کا طریقہ تنظیم بھی جدا ھوتا ھے، لہٰذا اس بنا پر مواد مختلفہ کی کروڑوں قسمیں چاھے وہ عناصر ھوں یا مرکب چیزیں'' کھربائی''"Electricity" جزئیات سے مل کر بنتی ھیں اور ان میں یا تو فقط صورت ھوتی ھے یا طاقت ، او رچونکہ مادہ بھی جزئیات او رذرات سے تشکیل پاتا ھے ، اور جزئیات وذرات ''الکٹرونات'' و''نیوٹرونات''سے ذرات تشکیل پاتے ھیں اسی طرح طاقت او رکھرباء"Electricity" یہ تمام کے تمام معین قوانین کے تحت ھوتے ھیں اس حیثیت سے کہ ان ذرات کی ایک مقدار بھی ان کی معرفت اور خصوصیات کو کشف کرنے کے لئے کافی ھے۔
کیا یہ تمام چیزیں اتفاقی ھوسکتی ھیں؟ اسی طرح کیا یہ تمام قوانین اور نظام کائنات صدفةً اور اچانک ھوسکتے ھیں؟!!
آج کا سائنس مادہ کے ازلی ھونے کو ردّ کرتا ھے
ھمیں اس بات کا یقین ھے اور اس بات پر ایمان رکھتے ھیں کہ یہ تمام جھان اور جو کچھ بھی اس میں موجود ھے جسے ھم ملاحظہ کررھے ھیں یہ سب قدیم زمانہ سے موجود ھیں اور یہ بات بھی مسلم ھے کہ '' عدم'' کے ذریعہ کوئی چیز وجود نہیں پاتی؟! بلکہ ھر چیز کے لئے ایک بنانے والے کا ھونا ضروری ھے ، یعنی یہ تمام چیزیں پھلے نہیں تھیں اور بعد میں وجود میں آئیں، تو اب سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ ان کا پیدا کرنے والا کون ھے؟

مادہ ھے یا خدا؟
اس جگہ اگر کوئی یہ کھے کہ ان کا پیدا کرنے والا مادہ ھے جیسا کہ بعض لوگ اس نظریہ کے قائل ھیں تو ھم ان سے یہ سوال کرتے ھیں کہ یہ مادہ کیسے پیدا ھوا ؟اور اس کو کس نے پیدا کیا؟
ھمارے اس سوال کے جواب میں اھل مادہ کہتے ھیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

”مادہ چونکہ پہلے سے موجود تھااور وہ ازلی ھے لہٰذا اس کے پیدا ھونے اوراس کو پیدا کرنے والے کی ضرورت ھی نہیں “

قارئین کرام ! آج کل کے سائنس نے اس نظریہ کو بہت ھی آسان طریقہ سے ردّ کیا ھے ، کیونکہ سائنس نے یہ بات واضح کردی ھے کہ یہ کائنات ازلی نہیں ھوسکتی، کیونکہ نظام کائنات کا دستور یہ ھے کہ گرم اجسام سے گرمی سرد اجسام کی طرف جاتی ھے اورذاتی طور پر اس کے برعکس نہیں ھوتی، مثلاً گرمی ٹھنڈی چیزوں سے گرم چیزوں کی طرف منتقل ھو، اس کے معنی یہ ھیں کہ اس کائنات میں تمام اجسام کا درجہ حرارت متعادل رہتا ھے اور اس میں معین طاقت جذب ھوتی ھے ،اور اگر ایک روز ایسا آجائے کہ جب اس میں کیمیاوی اور طبیعی کارکردگی نہ ھو، تو اس کائنات میں کوئی شی بھی زندہ باقی نہ بچے، جبکہ ھم دیکھ رھے ھیں کہ اس کائنات میں حیات باقی ھے تو اس کا مطلب یہ ھے کہ اس میں مختلف قسم کی کارکردگی ھورھی ھے ، لہٰذا ھم یہ نتیجہ حاصل کرتے ھیں کہ یہ کائنات ازلی نہیں ھے اور اگر اس کو ازلی مان لیا جائے تو اس کائنات کی تمام موجودات کبھی کی ختم ھوگئی ھوتیں۔

چنانچہ آج سائنس نے ایسے آلات بنالئے ھیں جن کی وجہ سے زمین کی عمر کا پتہ لگایا جاسکتا ھے ، لیکن پھر بھی اس کے نتائج تخمینی ھوتے ھیں لیکن ان سے یہ بات معلوم ھوتی ھے کہ یہ کائنات کروڑوں اور اربوں سال پہلے ایجاد ھوئی ھے، یعنی اس کا مطلب یہ ھے کہ یہ ازلی (ھمیشہ سے)نہیں ھے اور اگر ازلی ھوتی تو اس میں کوئی بھی عنصر نہ پایا جاتا، چنانچہ قوانین ”ڈینا میکا حراری“ "Thermo Dynamics"کا قانون دوم بھی اسی بات کی تصدیق کرتا ھے۔

لیکن وہ نظریہ جوکہتا ھے کہ” یہ کائنات دوری“ ھے یعنی پہلے یہ کائنات سُکڑی ھوئی تھی ، پھر پھیل گئی اور اس کے بعد پھر سُکڑ ے گی اوریہ سلسلہ اسی طرح جاری ھے۔

لیکن یہ نظریہ بھی درست نہیں ھے اور نہ ھی اس کی دلیل قابل قبول ھے نیز نہ ھی اس کو علمی نظریہ کھا جاسکتا ھے، کیونکہ ”قوانین ڈینا میکا حراری“ "Thermo Dynamics" ، دلائل فلکی اور جیولوجی"Geological" ان تمام چیزوں سے مذکورہ نظریہ کی تائید نہیں ھوتی بلکہ یہ چیز اس جملہ کی تائید کرتی ھے کہ ”زمین وآسمان کو ابتداء مینخداوندعالم نے خلق کیا ھے“:

”لقد خلق اللہ فی البدایۃ السماوات والارض“

(بے شک خدا نے ھی زمین وآسمان کو ابتداء میں خلق کیا ھے۔)

اسی طرح یہ بے عیب سورج اور چمکتے ھوئے ستارے اوریہ زمین اپنی تمام زندگی کے اسباب کے ساتھ بہترین دلیل ھے کہ اس کائنات کی اصل واساس ایک خاص زمانہ سے مربوط ھے جس کا مطلب یہ ھے کہ یہ بعد میں حادث ھوئی (یعنی ازلی اور ھمیشہ سے نہیں ھے۔)

اسی طرح علم کیمیا (کیمسٹری)بھی دلالت کرتا ھے کہ تمام مادے زوال اور فنا کی طرف بڑھ رھے ھیں چاھے ان کی رفتار تیز ھو یا کم، لہٰذا اس سے یہ ثابت ھوتا ھے کہ مادہ ھمیشہ باقی نہیں رھے گا ،اور نہ ھی یہ مادہ ازلی تھا پس اس مادہ کی بھی کوئی ابتداء تھی کہ جب یہ وجود میں آیا ، چنانچہ اس بات پر علم کیمیا اور سائنس بھی دلالت کرتے ھینکہ مادہ کی ابتدا ء تدریجی نہیں بلکہ یہ اچانک اور یکایک پیدا ھوا ھے ،لہٰذا سائنس کے ذریعہ اس کے پیدا ھونے کا وقت معین کیا جاسکتا ھے ، تو پھر ان تمام چیزوں سے یہ بات واضح ھوتی ھے کہ یہ عالَمِ مادی مخلوق ھے اور یہ جب سے خلق ھوا ھے تو اسی وقت سے خاص قوانین کے تحت ھے اور کائنات کے قوانین کے ساتھ محدود ھے جس میں کوئی اتفاقی عنصر نہیں پایا جاتا۔

قارئین کرام ! تقریباً سوسال پہلے روس کے ایک ماھر ”مانڈلیف“ نے ایسے کیمیاوی عناصر مرتب کئے جو ذرات کے وزن کو ترتیب دوری کے لحاظ سے بڑھادیتے ھیں ،اور اس نے ایسے عناصر کا پتہ لگایا ھے جن کے ذریعہ مادہ کی ایک نئی قسم ایجاد ھوتی ھے جس کی صفات تقریباً ایک دوسرے کے مشابہ ھوتی ھیں، تو کیا ان تمام باتوں کو دیکھ کر یہ کھا جاسکتا ھے کہ یہ کائنات تصادفی اور اتفاقی طور پر پیدا ھوگئی ھے؟!!

بتحقیق ”مانڈالیف“ کے کشفیات کو ”مصادفہ دوری“ کا نام نہیں دیا جاسکتا، البتہ اسے”قانون دوری“ "Periodic Law"کھا جاسکتا ھے۔

کیا یہ ممکن ھے کہ ان کو مصادفہ اور اتفاق کا نام دیدیں جیسا کہ ماھرین سائنس کا درج ذیل نظریہ :

عنصر ”الف“ ،عنصر ”ب“ کے ذریعہ متاثر ھوتا ھے لیکن عنصر ”الف“ ،عنصر ”ج“ کے ذریعہ متاثر نہیں ھوتا۔؟!

نہیں ھرگز نہیں! کیونکہ سائنسدانوں کا یہ ماننا ھے کہ اس کائنات کے تمام عنصر ”الف“ ،وعنصر ”ب“ میں قوت جاذبہ اور رجحان ھوتا ھے لیکن یہ طاقت عنصر”ج“ میں نہیں ھوتی۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چنانچہ ماھر سائنسدانافراد کا ماننا ھے ھلکے معادنی ذرات اور پانی کے درمیان سرعت تفاعل معادنی ذرات کے اوزان کی زیادتی کی وجہ سے بڑھتی رہتی ھے ، اس حال میں کہ عناصر ''ھالوجینیہ '' جو جدا ھوئے ھیں ان کی گردش ،مذکورہ گردش کے بالکل مخالف ھوتی ھیں، اور آج تک بھی اس مخالفت کا سبب کسی کو معلوم نہ ھوسکا، اس کے باوجود بھی کسی بھی شخص نے اس چیز کو محض مصادفہ کا نام نہیں دیا ھے، اور نہ کسی نے یہ گمان کیا ھے کہ ان عناصر کی مذکورہ گردش کبھی کبھی ایک دو مادہ کے بعد معتدل ھوجاتی ھے، یا زمان ومکان کے اختلاف کی بناپر معتدل ھوجاتی ھے، اور نہ ھی کسی کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ تمام ذرات بنفسہ کبھی کبھی اپنے تفاعل سے خارج ھوجاتے ھیں، یا برعکس فعالیت کرنا شروع کردیتے ھیں یا بغیر کسی سوچے سمجھے اپنی فعالیت انجام دیتے ھیں۔

سائنس نے ترکیب ذرات کوکشف کیا ھے کہ کیمیا کی وہ فعالیت جو ھم مشاہدہ کرتے ھیں اور ان کی خاصیت کو ملاحظہ کرتے ھیں یہ سب کے سب، خاص قوانین کے تحت ھوتے ھیں جن میں تصادفی اور اتفاقی کوئی چیز نہیں ھے۔

تاکہ ھم نامعلوم ذرات کے ذریعہ اس واضح نظریہ کو اخذ کرینکہ ھم یہ تصور کریں کہ اگر ''ھیڈروجن'' "Hydrogen"کے کروڑوں ذرات ایک جگہ جمع ھوجائےں تو ایک ملی میٹر (m.m)جگہ میں جمع ھوجاتے ھیں۔

بالفرض اگر ھم پیاسے ھو ں اور ھم پانی پئیں تو جو پانی ھم پیتے ھیں تو اس میں کچھ ریت کے ذرات ھوتے ھیں کیونکہ سمندر اور زمین میں ھونے کی وجہ سے پانی میں مٹی کے ذرات پائے جاتے ھیں۔

اور کبھی کبھی یہ ذرات بہت ھی باریک باریک پتھر سے تشکیل پاتے ھینجو بالکل ذرہ کے برابر ھوتے ھیں۔

اور یہ ذرہ ایک نوات (بہت ھی باریک پتھر)سے وجود میں آتا ھے کیونکہ یہ نوات باریک پتھر سے بنتے ھیں، چنانچہ ان میں کے بعض پروٹن ھوتے ھیناور بعض نیوٹرن ، جبکہ ان کے اردگرد ایک بعید فاصلہ پر الکٹرون گردش کرتی ھے۔

چنانچہ سائنسدانوں نے اس نظام میں بہت سی چیزوں کو کشف کیا ھے جن کی اب تک ۳۰/ قسموں کاپتہ چل چکا ھے جن میں سے بعض وہ ھیں جن کو ھم نے ابھی ذکر کیا ھے جیسے ''پروٹن''، ''نیوٹرون'' اور ''الکٹرون''۔

"Proton","Neutron", "Electron"۔

اور ماھرین کا کہنا ھے کہ ''الکٹرون'' کے چکّر ایک سیکنڈ میں ۷ بلین "Billion" (ملین در ملین) ھوتے ھیں۔

جبکہ بعض ذرات ایسے ھوتے ھیں جو ایک دوسرے میں جذب ھوجاتے ھیں اور بعض ذرات کی خاصیت یہ ھے کہ وہ ایک دوسرے سے دور بھاگتے ھیں چونکہ ذرات کے بھی کچھ قوانین ھیں جو انسان میں شادی اور طلاق کے قوانین سے دقیق تر ھیں۔

اسی طرح ھم جس نمک کو مختلف غذاؤں میں استعمال کرتے ھیں اس کے دو جز ھوتے ھیں جو ایک ساتھ رہتے ھیں اور اگر اس کے یہ دو جز ایک ساتھ نہ ھوں تو پھر ان میں کا ھر ایک جزء جسم میں فساد اور خرابی ایجاد کردیتا ھے، کیونکہ نمک میں دو درج ذیل چیزیں ھوتی ھیں:

۱۔''کلورائیڈ'' "Chloride" جو ایک قسم کی گیس ھوتی ھے جس کو اگر کوئی زندہ حیوان سونگ لے تو وہ موت کے گھاٹ اتر جائے۔

۲۔'' سوڈیم'' "Sodium"جو ایک نرم عنصر ھوتا ھے جو پانی کو خشک کردیتا ھے اور اس کے اندر سے دھواں اور شعلے نکلتے ھیں یہ بھی اگر کسی کے بدن میں داخل ھوجائے تو وہ بھی مرجائے ، لیکن یھی دونوں زھریلی اور خطرناک چیزیں جب آپس میں مل جاتی ھیں تو نمک بن جاتاھے جس کے بعد نہ نقصان دہ ھوتا ھے اور نہ شعلہ ور۔

اسی طرح پانی کے بھی تین اجزاء ھوتے ھیں جس طرح سے اسلامی قوانین کے مطابق انسان کو یہ اختیار ھے کہ وہ ایک، دو تین یا چار بیویوں سے (ایک وقت میں) شادی کرسکتا ھے اسی طرح ذرات کا قانون بھی ھے پس جب ''کلورائیڈ'' ''سوڈیم'' سے ملتا ھے تو ھمارے لئے نمک بن جاتا ھے گویا یہ کلورڈ ایک ذرہ سے ملا ھے، اسی طرح جب آکسیجن،"Oxygen"، ھیڈروجن "Hydrogen" کے دو ذروں سے ملتا ھے تو پانی بنتا ھے، اور جب ''نیٹروجن'' تین ذروں سے ملتا ھے تو ''امونےا''نامی گیس بنتی ھے (جس کا مزہ منھ جلانے والا ھوتا ھے جو بے رنگ اور تیز مزہ رکھتی ھے) اور جب ''کاربن'' "Carbon" ھیڈروجن "Hydrogen"کے چار ذروں سے ملتا ھے تو ''میٹھن'' "Methane"نامی گیس بنتی ھے۔

اسی طرح بعض عناصر ایسے ھینجو انفرادی طور پر رہتے ھیناور ان میں کے بعض ذرات کے نام اس طرح ھیں: ''نیون'' اور ''راڈون''(جو دونونگیس ھیں)

قارئین کرام ! جیسا کہ آپ حضرات نے ملاحظہ کیا کہ عالم ذرات بھی کتنا عجیب ھے جس میں مختلف فائدہ مندجزئیات ھوتے ھیں اور یہ ھماری زمین پر اس طرح ایک دوسرے سے مرتبط ھیں کہ انسان تصور کرنے سے قاصر ھے ، بس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایسے سمجھ لیجئے کہ جس طرح کسی بھی زبان کے حروف (جیسے عربی زبان میں حروف تہجی کی تعداد ۲۸/ ھے) کو ایک دوسرے سے ملاتے جائےں، ان سے کلمات بنتے جائیں تب آپ دیکھیں کہ کتنے عنصر بنتے ھیں حقیقت تو یہ ھے کہ لاکھوں او ر کروڑوں کی تعداد ھوجائے گی۔
مثال کے طور پر یھی تین چیزیں :
۱۔ کاربن۔"Carbon" ۔
۲۔آکسیجن"Oxygen" ۔
۳۔ ھیڈروجن"Hydrogen"۔ کو اگر ایک دوسرے سے ملائیں تو لاکھوں کیمیائی مرکب تیار ھوسکتے ھیں جن میں سے ھر ایک کی الگ الگ خاصیتیں ھونگی۔
جیسا کہ ماھرین کا کہنا ھے کہ انسانی جسم کے مختلف پروٹن "Protein"کی اتنی قسم ھیں جن کی تعداد دسیوں لاکھ تک پھونچتی ھے جبکہ پروٹن"Protein"، کاربن"Carbon"، ھیڈروجن"Hydrogen" اور آکسیجن،"Oxygen" کے بغیر وجود میں نھیں آتی۔اور کبھی کبھی پروٹن کے ساتھ ’’فاسفور "Phosphore" اور ’’کاربرائڈ‘‘"Carbide"ھوتے ھیں اور کبھی نھیں ھوتے۔
اسی طریقہ سے ھمارے لئے حیات کے تمام جزئیات واضح ھوتے جاتے ھیں اوریہ جزئیات حیات اسی طریقہ سے جاری وساری ومتحدو منفصل (جدا) ھوتے جاتے ھیں، چنانچہ اس زندگی کے تمام جزئیات کے ادوار اور اس کے اتحاد وانفصال کی تمام صورتیں ایک معین اور معلوم مقدار کے مطابق رواں دواں ھے نہ اس میں کمی ھوتی ھے نہ زیادتی، کیونکہ ھرحالت کے لئے ایک قطعی قانون اور محکم نظام ھوتا ھے ۔
کیا کوئی صاحب عقل اور مفکر انسان یہ سوچ سکتا ھے کہ عقل وحکمت سے خالی مادہ اپنے آپ کو خود بخود اچانک وجود میں لے آئے؟! یا یہ مجرد مادہ پھلے اس کائنات کے قوانین ونظام کا موجداور پھر ان قوانین کو اپنے اوپر لاگوبھی کردے یعنی پھلے ان قوانین کو اس مادہ نے ایجاد کیا اورپھر یہ مادہ ان قوانین کے ماتحت ھوجاتا ھے؟!!
بلا شبہ ھر صاحب عقل کا جواب یھاں نفی میں ھوگا، بلکہ مادہ جب طاقت میں تبدیل ھوتا ھے یا مادہ میں طاقت آتی ھے تو یہ تمام چیزیں معین قوانین کے تحت ھوتی ھیں، اور وہ مادہ جو وجود میں آیا ھے وہ بعد مینان قوانین کا محکوم ھوتاھے یعنی اس پر معین قوانین لاگو ھوتے ھیں۔
اور جب ھمارا یہ مادی عالم اپنے جیسا(عالم) خلق کرنے یا ایسے قوانین تعین کرنے سے، (جو اس کے زیر اثر ھوں)عاجز ھے تو پھر ضروری ھے کہ اس عالم کی خلقت ایک ایسے موجود کے ذریعہ وجود میں آئے جو مادہ کے علاوہ ھو۔
چنانچہ ھماری اس بات کی تائید قوانین حرارت کرتے ھیں، اور ھم انھیں کے ذریعہ طاقت میسورہ اور طاقت غیر میسورہ کے درمیان فرق محسوس کرتے ھیں،اور بتحقیق یہ بات ظاھر ھے کہ جب کوئی بھی حرارت متغیر ھو توطاقت میسورہ کا ایک معین جز طاقت غیر میسورہ میں تبدیل ھوجاتا ھے، جبکہ یہ بات بھی واضح ھے کہ طبعیات میں یہ تغییر و تبدیلی اس کے برخلاف نھیں ھوتی،اور یہ’’ ڈینا میکا حرارتی قوانین‘‘ "Thermo Dynamics"کا دوسرا قانون ھے۔
اور جب یہ بات طے ھوگئی کہ مادہ ازلی نھیں ھے بلکہ حادث ھے (جیسا کہ تفصیل گذر چکی ھے) تواس کے لئے کسی محدث کا ھونا ضروری ھے،کیونکہ کوئی بھی چیز اپنے کو پیدا نھیں کرسکتی ،بلکہ یہ بات عقلی طور پر محال ھے کہ کوئی شے اپنی موجد ھو۔
پس نتیجہ یہ نکلا کہ مادہ کا خالق اور موجد خداوندعالم کے علاوہ کوئی دوسر انھیں ھوسکتا۔

صُدفہ نظریہ کے دلائل اور اس کی ردّ
اگر ھم تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کرلیں کہ’’ تطورمادہ‘‘ (حرکت مادہ) بر بناء صُدفہ ھے،تو ھمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ مصادفت (اتفاق) موجودات عالم کے لئے بمنزلہ سبب ھے، اور کوئی بھی عقل اس بات کو قبول نھیں کرسکتی۔
چنانچہ علم طبیعات کے ماھر ڈاکٹر ’’نوبلٹشی‘‘کہتے ھیں:
’’میں کبھی بھی یہ تصور نھیں کرسکتا کہ صرف مصادفت (اتفاق) الکٹرون پھلے پروٹن کے لئے مظھر ھو یا پھلے ذرات، یاپھلے احماض الامینیةیا پروٹوپلازم الاول "Protoplasm 1st" یا بذرة اولیٰ یا عقل اول کے لئے مظھر ھو !! بلکہ میرا عقیدہ تو یہ ھے کہ ان تمام چیزوں کا مظھر اور مفسر واجب الوجود اللہ کی ذات ھے جو کائنات کی تمام اشیاء پر محیط ھے۔
قارئین کرام ! مصادفہ اور احتمال کا نظریہ ریاضی "Mathe matical" لحاظ سے تفصیلی طور پر گذر چکاھے ، جس کی بنا پر ھم بعض چیزوں کے بارے میں اتفاقی وجودکے قائل ھوئے کہ جن کی تفسیر اس کے علاوہ کوئی نھیں ھوسکتی لیکن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مذکورہ بحث کے مطالعہ سے اس بات پر قادر ہوجاتے ھیں کہ ھم ان اشیاء کے درمیان اتفاقی اور غیر اتفاقی اشیاء کے درمیان فرق کرلیں، لہٰذا اب ھم یہاں پروہ بحث بیان کرتے ھیں جس میں مادہ کو منشاء حیات قرار دیا گیاھے۔
چنانچہ بلا شبہ یہ بات طے شدہ ھے کہ اساسی مرکبات کے پروٹن"Protein" تمام زندہ خلیے "Cells"پانچ عناصرسے مرکب ھوتے ھیں:
۱۔ کاربن"Carbon"۔
۲۔ ھیڈروجن"Hydrogen"۔
۳۔ نیٹروجن"Nytrogen"۔
۴۔ آکسیجن،"Oxygen" ۔
۵۔کبریت(سلفور)"Sulfur"
اور پروٹن کے ایک جز میں ۴۰٬۰۰۰ذرات پائے جاتے ھیں، اور اب تک سائنس نے ۱۰۲/ عناصر کا پتہ لگایا ھے توکیا ان کی تقسیم ایک اتفاقی اور تصادفی ھے،اورجب یہ پانچ عناصر ایک جگہ جمع ھوتے ھیں تو پروٹن کا ایک جز بنتا ھے ، لہٰذا جب اس پروٹن کے ایک جز کے لئے اتنا دقیق حساب درکار ھے تو اس مادہ کے لئے جو تمام چیزوں کا لازمہ ھے اس میں ان ذرات کا حساب کس قدر دقیق ھونا چاہئے۔
جیسا کہ سویسی ریاضی داں ”ٹشالزیوجن“ نے ا ن تمام اسباب کا حساب وکتاب پیش کیا ھے، چنانچہ وہ کہتا ھے کہ اس کائنات کا صدفۃً اور اتفاقی پیدا ھونے کا احتمال اربوں اور کھربوں میں سے صرف ایک احتمال ھے ، کیونکہ اس نے اس طرح حساب کیا ھے کہ اگر عدد ۱۰/ کو ۱۰ میں ۱۶۰/ مرتبہ گنا کیا جائے تو اربوں کھربوں اور پدم وغیرہ سے بھی بڑی رقم بنی گی جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ھے تو اس رقم میں سے صرف ایک احتمال پایا جاتا ھے اور پھر کائنات کے لئے مادہ کی آزمایش کے لئے ملیونوں بار آزمائش کی ضرورت پڑی گی کیونکہ صرف زمین پر موجود پروٹن کے ایک جز کے لئے اربوں کھربوں سال کی ضرورت پڑے گی جس کا حساب مذکورہ دانشمند نے اس طرح کیا کہ عدد ۱۰ کو ۱۰ میں ۲۴۳ بار گنا کیا جائے تو یہ رقم تو گذشتہ رقم کے لاکھوں گنا ھوجائے گی جس کو بیان کرنے کے لئے انسان کے پاس الفاظ نھیں ھے ، مطلب یہ ھے کہ ان تمام حساب وکتاب کے پیش نظر اس کائنات کو اتفاقی کی پیدا وار کہنے کی کوئی صورت نھیں ھے، کیونکہ زمین کی پیدائش کا اندازہ لگایا لیا گیا ھے لیکن اس اعتبار سے ہزاروں برابر سال درکار ھیں تاکہ صرف زمین پر موجودات اس اعتبار سے پیدا ھوں۔
اور اگر ھم مذکورہ قاعدہ سے تھوڑا تنزل کریں اور ”ھیموغلوبین“ "Hemogbobin" کے ذرات کو دیکھیں جو کہ خون میں لال رنگ کے ھوتے ھیں (جبکہ ڈاکٹروں کا کہنا ھے کہ یہ پروٹن"Protein" کی ترکیب کا سب سے کم درجہ ھے) تو ان میں ”کاربن“ "Carbon"کے ۶۰۰/متحد ذروں سے بھی زیادہ پائیں گے جن میں ھیڈروجن "Hydrogen"کے ۱۰۰/ ذروں سے کم نھیں ھوتے اور نیٹروجن کے ۲۰۰/ ذروں سے زیادہ ھوتے ھیں اسی طرح آکسیجن،"Oxygen" کے بھی ۲۰۰/ ذروں سے زیادہ ھوتے ھیں یہاں تک کہ انسان میں ۲۵/ٹریلین (25,000,000,000,000,000,000,) خون کے دائرے ھوتے ھیں۔
اسی طرح علم کیمیا کے ماھر ڈاکٹر” بوھلڑ “ کہتے ھیں :
اورجس وقت انسان، قوانین مصادفہ (اتفاقی نظریہ) کو ملاحظہ کرتا ھے تاکہ اس بات کا اندازہ لگائے کہ کائنات کے کسی ایک پروٹن کے کسی ایک جز کا اتفاقی ھونا کھاں تک درست ھے، تو معلوم ھوتا ھے کہ زمین کی عمر تقریباً تین بلین(ملیون در ملیون) (3,000,000,000,000,000,) سال یا اس سے بھی زیادہ ھے لیکن اس طویل مدت سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ یہ کائنات اتفاقی نھیں ھے۔
قارئین کرام ! مذکورہ باتوں کے پیش نظر یہ بات ثابت ھے کہ یہ پروٹن "Protein" زندگی دہندہ کیمیاوی مواد ھیں اور ان میں زندگی نھیں پائی جاتی مگر جب تک ان میں وہ عجیب وغریب راز ودیعت نہ کیا جائے جس کی حقیقت کو ھم نھیں پہچانتے۔
بتحقیق اساسی مواد میں جن میں"Carbon","Oxygen","Hydrogen", کے ساتھ کچھ عناصر نیٹروجن اور دیگر عناصر پائے جاتے ھیں تو ان کے لئے ملیونوں ذرات پائے جاتے ھیں تب ایک چھوٹا سا مواد بنتا ھے ، اور جب ھم اس سے بڑے جسم والے مواد کو دیکھتے ھیں تو اس ذرات کی بنا پر مصادفہ (اتفاقی) نظریہ کا بہت کم احتمال باقی بچتا ھے جس کو عقل انسانی سوچنے کے لئے بھی تیار نھیں ھوتی اور اس کو ماننے سے انکار کردیتی ھے ۔
چنانچہ مذکورہ گفتگو کے پیش نظر ”علوم اکاڈمی نیویورک“ کے صدر استاد ”کرس موریسن“ وضاحت کرتے ھیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

”فرض کریں کہ آپ کے ایک تھیلے میں پتھر کے ۱۰۰ عدد ٹکڑے ھیں جن میں ۹۹/کالے ھیں اور ایک سفید ھے،اور ان کو آپس میں ملالیناس کے بعد اگر آپ تھیلے میں ھاتھ ڈال کر ان میں سے سفید پتھر نکالنا چاھینتو اس سفید پتھر کے نکلنے کا احتمال ایک فیصد ھے، اسی طرح اگر آپ اس کے بعد دوبارہ پتھر نکالنا شروع کریں تو بھی سفید پتھر کے نکلنے کا احتمال ایک ھی فیصد رھے گا لیکن اگر اسی کام کو دومرتبہ لگاتار نکالیں تو اس کا احتمال دس ہزار میں سے ایک ھے اور اگر تیسری مرتبہ لگاتار نکالنا چاھےں تو اس کا احتمال دس لاکھ میں سے ایک ھے، اور اگر اس کے بعد اس کام کو چار بار لگاتار نکالیں تو رقم زیادہ ھوجائے گی، کیونکہ ھر بار اس عدد کو اسی میں گنا کیا جائے گا، مثلاً ۱۰۰ گنا ۱۰۰ دس ہزار ھوتے ھیں اسی طرح اگر تین بار لگاتار نکالنا چاھیں تو دس ہزار دس ہزار میں گنا کیا جائے گا جس سے دس لاکھ بن جائے گا، تو جتنی مرتبہ میں آپ اس سفید پتھر کو نکالنا چاھیں تو اس عدد کو اسی میں گنا کرتے چلے جائیں گے ، اور اس سفید پتھر کے نکلنا کا چانس گھٹتا چلا جائے گا۔

چنانچہ اس طریقہ کار سے ھمارا مقصد یہ ھے کہ ھم اپنے قارئین کو علمی اورواضح طریقہ سے ان دقیق حدود کو بیان کریں جن کے ذریعہ زمین پر زندگی بسرکرنا ممکن ھے اور حقیقی برھان کے ذریعہ زندگی حقیقی کے تمام مقومات کو ثابت کریں اور یہ بتائیں کہ کسی بھی وقت میں کوئی ایک ستارہ صرف صدفہ اور اتفاقی طور پر پیدا نہیں ھوا ھے۔

کیونکہ جب ھم عالم مادی کی طرف دقت سے دیکھتے ھیں تو ھمیں معلوم ھوتا ھے کہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اور بڑے سے بڑاایٹم ، ان میں خاص قوانین اور حساب وانضباط پایا جاتا ھے۔

یھاں تک کہ الکٹرون بھی ایک مدار سے دوسری مدار کی طرف نھیں جاتے جب تک کہ وہ ان کو اس طرح کی مساوی طاقت نہ مل جائے تاکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ھوجائے، گویا ایک مسافر کی طرح ھے کہ جب تک اس کو زاد راہ نہ دیا جائے وہ سفر نھیں کرسکتا۔

چنانچہ ستاروں کی پیدائش اور ان کی موت کے بھی خاص قوانین اور اسباب ھیں۔

ستاروں کے گھومنے میں طاقت متعادل ھے۔

اسی طرح مادہ ایک طاقت میں تبدیل ھوتا ھے اور سورج کے جسم کو نور معادلة کی طرف روانہ کرتا ھے۔

اسی طرح نور کے لئے بھی ایک معین رفتار ھے۔

اسی طرح ھر موج کے لئے طول ھوتا ھے اور حرکت کرنے والی طاقت بھی اور اس کی معین رفتار بھی۔

جیساکہ ھر معادن کے لئے کچھ ایسے مقناطیسی واضح اجزاء وخطوط ھوتے ھیں جن کے ذریعہ سے یہ معادن گردشی سسٹم میں قابل شناخت ھیں۔

اسی طرح ھر معدن اپنی خاص مقدار میں ھوتا ھے اس میں گرمی او ر سردی خاص مقدار میں ھوتی ھے اسی طرح ھر معدن کے لئے ضخامت اور بدن اور خاص وزن ھوتا ھے۔

چنانچہ ”اینش ٹن“ نے یہ ثابت کیا ھے کہ ھر معادن کے جسم اور اس کی رفتار میں خاص تناسب ھے ، اسی طرح زمانہ اور نظام حرکت جو ایک متحرک مجموعہ ھے اس میں اور زمان ومکان میں رابطہ پایا جاتا ھے۔

جس طرح بجلی بھی خاص قوانین کے تحت پیدا ھوتی ھے۔

اسی طرح زلزلہ جس کے بارے میں کھا جاتا ھے کہ یہ بے قانونی کی وجہ سے حادث ھوتا ھے لیکن یہ بھی ایک خاص نظام کے تحت ھوتا ھے۔

اسی طرح کرہ زمین کا حجم اور اس کی سورج سے دوری ، اسی طرح سورج کی گرمی اور اس کی شاعیں جن کی وجہ سے مختلف چیزوں کو حیات ملتی ھے ، اسی طرح زمین کا اوپری حصہ، نیزپانی کی مقدار ، اور ”ڈائی آکسائیڈ کاربن ثانی“"Carbon Dioxide"اسی طرح نایٹروجن کا حجم ، اور انسان کی پیدائش اور اس کا زندگی بھر باقی رہنا، یہ تمام کی تمام (کسی کے)ارادے اور قصد پر موقوف ھیناور جیسا کہ معلوم ھوا ھے کہ یہ تمام چیزیندقیق اور باریک حساب کے تحت ھوتے ھیں ،توکیا ان سب کا اتفاقی طور پر پیدا ھونا ممکن ھے؟!!

لیکن مادی لوگوں نے اتفاقی نظریہ کو ثابت کرتے ھوئے کھا ھے:

”بالفرض اگر حروف ابجد سے ایک صندوق بھرا ھوا ھو جس کی ترتیب وتنظیم کو لاکھوں اور کروڑوں مرتبہ لاتعداد صدیوں میں انجام دیا گیا ھو ، اس صورت میں کوئی مانع پیش نھیں آتا کہ ھم ایک منظوم قصیدہ کے نظم ونسق وترتیب کو صرف ایک دفعہ میں جدا کردیں، چنانچہ اس صورت میں قصیدہ کے حروف کی دوبارہ ترتیب مینصرف ھم کو ایک عمل کرنا پڑے گا اور وہ عمل وھی ھے جو ھم نے قصیدہ کی ترتیب وتنظیم کے جدا کرنے میں انجام دیا تھا، پس ترتیب جدا کرنے مینھم کو صرف ایک عمل (مصادفت)کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نھیں ھوئی۔

اسی طریقہ سے ھمارا یہ عالم مادی جس کے بارے میں بہت سی ممکنہ مصادفات (اتفاقات) ھماری عقل میں آسکتی ھیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چنانچہ گذشتہ مثال کی طرح ہم عالم مادی میں بھی یھی طریقہ اپنا سکتے ھیں یعنی عقل اس بات سے منع نھیں کرتی کہ ہم اس نظام میں متعدد پائے جانے والے اتفاقات میں سے ایک اتفاق کو جدا کرلیں، اور یہ عالم مادہ چاھے عالَم جماد ھو یا عالم حیات۔''

لیکن ان کے قول کو ردّ کرنے کے لئے مذکورہ مثال کی تحلیل کرنا ھی کافی ھے، جس میں چند احتمالات پائے جاتے ھیں:

۱۔سب سے پھلے ھمارے پاس ایسے حروف ھونا ضروری ھے جن سے قصیدہ کھا جاسکتا ھو، ان میں سے نہ ایک حرف کم ھو اور نہ زیادہ۔

۲۔ ان حروف کومنظم ومترتب کرنے والی طاقت کا ھونا بھی ضروری ھے۔

۳۔ اس طاقت کا باقی رہنا تاکہ نظم وترتیب ھوتی رھے اور بیچ میں متوقف نہ ھو۔

۴ ۔ ایسی بافھم قوت کا ھونا ضروری ھے جو قصیدہ تمام ھونے پر تنظیم وترتیب کی حرکت کو موقوف کردے۔

چنانچہ ان چاروں احتمالات میں ان کے دعویٰ کو باطل کرنے والی دلیل موجود ھے۔

پھلے فرضیہ میں ھم یہ سوال کریں گے کہ مذکورہ حروف جن کو ترتیب دیا گیا کس طرح پیدا ھوئے؟ اور مادہ مختلف اجزاء میں کس طرح تقسیم ھوا اور اس طرح کے نتائج کیسے برآمد ھوئے؟ اس کے بعد اس تقسیم کے لئے کس طرح اتحاد کی قابلیت پیدا ھوئی؟!

دوسرے فرضیہ میں ھم یہ سوال کریں گے :

وہ کونسی طاقت ھے کہ جس کے تحت یہ ترتیب وتنظیم انجام پائی اور کیا یہ عقلی طور پر صحیح ھے کہ یھی حروف بذات خود اس بات کی صلاحیت رکھتے ھوں کہ وہ خود بخود محرک ھوکر کوئی قصیدہ بن جائےں؟

تیسرے فرضیہ میں ھم یہ سوال کرتے ھیں کہ اگر ھم یہ فرض کرلیں کہ حروف کے درمیان ایک قوت محرکہ پائی جاتی ھے جو تنظیم وترتیب کاکام انجام دیتی ھے لیکن سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ آیا وہ کونسی طاقت ھے جو اس قوت محرکہ کو اثنائے حرکت میں رکنے نھیں دیتی، کیا اس قوت محرکہ کے پاس اس حرکت کو مسلسل جاری رکھنے کا ادراک پایا جاتا ھے؟!

چوتھے فرضیہ میں ھمارا سول یہ ھے کہ وہ طاقت کونسی ھے جس نے اس قصیدہ کے تمام ھونے پر اس قوہ محرکہ کے استمرار کو روک دیا،اور پھریہ قوت کیوں اس کام کو مسلسل جاری رکھنے سے متوقف ھوگئی؟!

< إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولاوَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا >[39]

''بے شک خدا ھی سارے آسمان اور زمین اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے روکے ھوئے ھے اور اگر (فرض کرو کہ) یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو پھر اس کے سوا انھیں کوئی نھیں روک سکتا بے شک وہ بڑا بردبار (اور) بڑا بخشنے والا ھے۔''

قارئین کرام ! گذشتہ مطالب کے پیش نظریہ بات واضح ھوچکی ھے کہ مذکورہ نظریہ کو نہ تو منطق قبول کرتی ھے اور نہ ھی عقل تسلیم کرتی ھے،چنانچہ یہ تمام احتمالات اس بات پر دلالت کرتے ھیں کہ ایک ایسی قوت کا ھونا ضروری ھے جو ازلی ، ابدی ، ھمیشگی اور صاحب عقل ھو،

اور اسی نے اس عظیم کائنات کو بغیر کسی اضطراب و اتفاق کے مرتب و منظم طریقہ سے خلق کیا ھے ۔

ھم نظریہ صدفہ کے باطل ھونے کے سلسلے میں مزید عرض کرتے ھیں:

اگر ھم بدون حیات مادہ میں حیات کا تصور کریں تو ھماری عقل دوچیزوں میں سے ایک چیز کو قبول کرتی ھے اور اس میں کسی تیسری چیز کا تصور نھیں :

۱۔ یا تو حیات مادہ کی خصوصیات اور لوازم میں سے ھے تو پھر اس صورت میں حیات کی خلقت کے لئے خالق مرید کی کوئی ضرورت نھیں !

۲۔ یا پھر حیات کا کوئی خالق ھے۔

پس اگر کوئی یہ کھے کہ حیات اورزندگی مادہ کی خاصیتوں میں سے ھے تو ھم اس سے یہ کھےں گے کہ اس صورت میں مادہ ازلی اور ابدی ھے جس کا اول وآخر نھیں ھے اور وہ ازل سے اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ موجود ھے، اور اس کی خصوصیات اس کے ساتھ ھیں چاھے جھاں بھی رھے۔

لیکن اس صورت میں یہ کہنا غلط ھوگا کہ فلاں ستارہ پیدا ھوا اور فلاں ستارہ پیدا نھیں ھوا کیونکہ حیات کی تمام خصوصیات کا بغیرکسی اثر کے اربوں سال تک باقی رہنے کا کوئی مقصد نھیں ھے کہ حیات ایک زمانے کے بعد ظاھر ھو جس کا تاریخ نے اربوں سال کا حساب کیا ھے لہٰذا اس جگہ سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ حیات اتنے طولانی عرصے کے بعد کیوں ظاھر ھوئی جبکہ حیات کے خصوصیات ازل سے موجود ھیں؟!!

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور اگر هم یہ فرض کرلیں کہ حیات کا مادہ ازلی هے تو اب سوال یہ در پیش هے کہ یہ اتفاق(صدفہ) سے پیدا هوکر دائمی کسیے هوگئی؟ اوریہ اتنی طولانی مدت کهاں رهی ؟ یهاں تک کہ وہ یکایک بغیر کسی ارادہ وقصد کے وقوع پذیر هوگئی ؟!!
پس ان تمام باتوں سے یہ ثابت هوا کہ هم اس دوسرے فرضیہ کو صحیح مانیں کہ اس مجرد(بدون حیات) مادہ کے لئے ظهور حیات ایک خالق ازلی، مریداور صاحب اختیار سے وجود میں آئی هے جو اس کے ظهور کے لئے زمانہ معین کرتا هے اور جس جگہ رکھنا چاهے رکھتا هے ،پس اسی نے اس کائنات کو اپنے ارادہ اور حکمت سے خلق کیا هے، اور اسی کا نام الله تبارک وتعالیٰ هے۔

زمین پر حیات کی شروعات
هم اپنی بات کو تمام کرنے سے پهلے اس سوال کا جواب دینا اپنے لئے ضروری اور مناسب سمجهتے هیں :زمین پر زندگی کا آغاز کیسے هوا؟ اور کیا اس حیات کی اصل سورج هوسکتا هے؟!
لہٰذا هم اس سوال کے جواب میں یہ عرض کرتے هیں کہ حیات اور زندگی کیا هے؟ کیا یہ حجم والی چیز هے یا وزن دار مادہ؟ یا یہ ان دونوں چیزوں سے مل کر تشکیل پاتی هے؟
حیات ایک ایسا اثر هے جس کا ایک زندہ خَلیہ " Cell "میں مشاہدہ کیا جاسکتا هے وہ بهی ٹلسکوپ "Telescope" وغیرہ کے ذریعہ، لہٰذا جب یہ معمولی اور سب سے چهوٹا نقطہ جو ”پروٹو پلازم“ "Protoplasm"سے مخلوط هوتا هے اور اس میں زندگی کے آثار پائے جاتے هینجو هوا میں سے "Carbon Dioxide2th"خورشید سے حاصل کرتا هے ، اور پانی سے "Hydrogen", نکلتا هے چنانچہ ان دونوں چیزوں سے اس کی غذا فراهم هوتی هے جس کے ذریعہ وہ رشد ونموکرتا هے۔
چنانچہ ماهرین نے ”پروٹو پلازم “ "Protoplasm"کو بارها مختلف وسائل اور مختلف زمانے میں خلق کرنا چاهالیکن سب ناکام رهے اور اسی وجہ سے خدا پر ایمان میں اضافہ هوا جو ان تمام خلیوں کا خالق هے کیونکہ مخلوقات اپنی کو نهیں بناسکتی۔
چنانچہ یهی واحد زندہ خلیہ جو حیات کا واحد عنصر هے جس کی بنا پر یہ کائنات وجود میں آئی تو کیا یہ پهلا خلیہ خود بخود اچانک پیدا هوگیا یا اس کو کسی نے خلق کیا هے؟!
قارئین کرام ! زندگی کی ابتداء کے بارے میں مختلف قسم کے نظریات پائے جاتے هیں جن میں سے بعض افراد نے یہ کهاهے کہ حیات ”پروٹوجن “یا ”فیروس“ سے شروع هوئی هے یا ”پروٹن“ کے وجود سے شروع هوئی هے جبکہ بعض لوگوں کا یہ بهی گمان هے کہ ان نظریات نے اس میدان کا دروازہ بند کردیا جس سے عالم جماد اور عالم حیات میں فرق پیدا هوتا هے ۔
جبکہ حقیقت تو یہ هے کہ مذکورہ کسی بهی نظریہ میں اتنی صلاحیت نهیں هے کہ ان کو قبول کرلیا جائے کیونکہ ان کی دلیلیں بہت کمزور هیں ۔
ان تمام کے باوجود جو شخص بهی خدا کے وجود کا انکار کرتا هے وہ کوئی ایسی علمی دلیل پیش کرنے سے قاصر هے کہ تمام ذرات جمع هوکر اتفاقی طور پر زندگی کے اسباب بن گئے ، کیونکہ خلیوں میں هر ایک خلیہ اتنا دقیق هے کہ هماری سمجھ میں آنا مشکل هے اور اس کائنات میں اربوں، کهربوں خلیہ موجود هیں جو اپنی زبان بے زبانی سے خدا کی قدرت کی گواهی دے رهے هیں، جن پر عقل وفکر اور منطق دلالت کررهی هیں۔
اسی طرح حیات کی یہ تعریف کرنا کہ یہ ایک کیمیاوی نشاط هے ، یہ تعریف بهی قابل قبول نهیں کیونکہ مردہ جسم میں بهی کیمیاوی مادہ پایا جاتاهے، اسی طریقہ سے خود مٹی میں بهی لوها، تانبا اور کاربن نکلتا هے۔
اسی طرح یہ کہنا کہ جنسی خواہشات ” تستوسترون هارمون“"Testosterone Hormone"کی وجہ سے هوتا هے ،لیکن اس کے بهی کوئی معنی نهیں هےں کیونکہ هم یہ کہتے هیں اس Hormoneمیں یہ فاعلیت اور خاصیت کس نے عطا کی؟!!
اسی طریقہ سے وہ لوگ جو کہتے هیں کہ عالم نباتات کی حرکت سورج مکهی کے پهول کی طرح هے جس میں ”هارمون اکسین“ "Hormone Auxin." کا کردار هوتاهے اورهمیشہ اسی طرح یہ پهول سورج کی طرف گهومتا رهتا هے اور اس میں کوئی مشکل ایجاد نهیں هوتی۔
لہٰذا هم یهاں پر یہ سوال کرتے هیں کہ وہ کونسی طاقت هے جس نے مادہ کو اس طرح کی تاثیر عنایت کی جو نباتات میں اسی طرح کیمیاوی عناصر کو پهونچاتی هے۔؟
کیونکہ ابهی تک خلیہ میں کیمیاوی ترکیب نے همارے اوپر راز حیات کو واضح نهیں کیا هے کیونکہ حیات صرف مجرد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

منظومہ اور جامد مثلاً مکان نہیں ھے بلکہ یہ تو حیات منظومہ صاحب حیات ھے جس میں ایک طاقت ھوتی ھے جن کے اندر ایسی قدرت ھوتی ھے جس کے ذریعہ وہ ہدایت کرتا ھے اور ایک ایسی فطرت ھے جس میں تنظیم و ترتیب کی صلاحیت ھوتی ھے۔

اسی طرح سائنس کا ایک نظریہ یہ بھی ھے کہ یہ ھماری زمین سورج سے جدا ھوئی ھے اور جس وقت یہ سورج سے جدا ھوئی ،اس وقت اس کی گرمی سورج کے برابر تھی اور ھمارے فرض کے حساب سے اس کا درجہ حرارت ، سورج کے اس وقت کی گرمی کے برابر ھے اور چونکہ ملیونوں سال سے اس کی گرمی میں کمی واقع ھورھی ھے۔

لہٰذا اس وقت اس کی سطح کی گرمی (۶۰۰۰) درجہ ھے ، لیکن اس کے اندر کا درجہ حرارت چالیس ملین (چار کروڑ) درجہ ھے، اور جب اس زمین نے ان گیسوں کو حاصل کرناشروع کیا جو سورج سے جدا ھوئیں تھیں تو یہ زمین سطح ارض پر ٹھنڈی ھونے لگی اور پانی جب زمین کے اس حصے سے مس ھوا جو مرتفع اور حرارتی تھا تو یہ پانی فضا کی جانب بخار کی شکل میں جانے لگا کہ جس کا درجہ قابل تصور نہ تھا پس یہ پانی اس فضا کے مقابل قرار پایا جو سورج اور زمین کے درمیان ٹھنڈی تھی اس کے بعد یہ زمین کی طرف ھلاک کنندہ طوفان کی طرح واپس ھوا، اور آہستہ آہستہ جب اس میں درجہ حرارت کم ھوا تو پانی ایک جگہ رک گیا اور کھیں سمندر کی شکل میں اور کھیں منجمد ھوکر پھاڑونکی شکل میں ظاھر ھوا۔

اور اگر کرہ ارضیہ کے بارے میں یہ فرضیہ صحیح ھو تو پھر ذرا اس زندہ خلیہ کے بارے میں فکر کریں جس کے بارے میں کھا جاتا ھے کہ یہ زمین کے ساتھ سورج سے جدا ھوا ھے، تو پھر یہ کیسے ممکن ھے کہ ۶۰۰۰/ درجہ حرارت میں کس طرح باقی رہ سکتا ھے ، اگرچہ یہ خلیے غلاف شدہ ھی کیوں نہ ھوں۔

کیونکہ انسان کا درجہ حرارت ۳۷ /درجہ ھوتا ھے لیکن جب مریض ھوتا ھے تو یہ درجہ حرارت ۴۰ /درجہ تک پھونچ جاتا ھے ، اور جب پانی کا درجہ حرارت سوپر پھونچ جاتا ھے تو وہ بخار بن جاتا ھے، اور اس صورت میں ہزارواں درجہ کفایت کرے گا کیونکہ یہ درجہ ھر شے کو گیس کا درجہ بنادیتا ھے اس صورت میں کوئی بھی سخت سے سخت چیز پگھل جاتی ھے، پس اگر یہ درجہ حرارت ۶۰۰۰ /پر پھونچ جائے توپھر اس کائنات کا کیا حال ھوگا؟!!

لہٰذا علم وعقل دونوں اس بات پر متفق ھیں کہ سورج کے جدا شدہ خلیہ کے ذریعہ حیات کا آغاز ھونا محال اور ناممکن ھے، لہٰذا اس کے لئے ضروری ھے کہ ایک خالق حیّ ھو جو زمین پر مخلوقات کو پیدا کرے۔

چنانچہ ایک مشھور ومعروف ماھر ''غوسٹاف بونیہ'' کا یہ قول کتنا بہترین ھے:

''اگرھم نے زندہ مادہ کو خلق کیا ھے تو پھر یہ فکر کرنا کیسے ممکن ھے کہ کتنے ھی اجتماعی ،وراثتی اور پیچیدہ پیش آنے والے خصائص ''پروٹوپلازم حیّ''کے ٹکڑے میں پائے جاتے ھیں۔؟''

.....

قارئین کرام !

ان تمام باتوں کی تفصیل کے بعد ھم یھاں ایک یہ اھم سوال کرنا چاہتے ھیں:

''یہ پھلی موجود جس میں پھلے حیات نہ تھی کھاں سے آئی؟ اور کس طرح مختلف حالات میں تبدیل ھوئی؟ جبکہ اس میں پھلے کبھی حیات نہ تھی۔کیا یہ عدم سے وجود میں آگئی؟ یا مردہ مادہ سے پیدا ھوئی؟!!

اور کس طرح ایک مردہ شے سے زندہ چیز بن سکتی ھے اور وجود، عدم سے کیسے بن سکتا ھے۔؟''

اس سوال کا جواب سائنس کے پاس مفروضوں اور تخمینوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ھے۔

مثلاً ایک صاحب کہتے ھیں کہ یہ پھلی مخلوق ، آسمان سے شھاب(بجلی) کے ذریعہ نازل ھوئی ھے ، یعنی جب بہت ھی دوری پر موجود ستاروں سے شھاب جداھوئے تو ان کے ذریعہ یہ زندگی وجود میں آئی۔

اس کاجواب تو خود ھمارے سوال کی طرف پلٹ رھا ھے ، یعنی ھم پھر سوال کرتے ھیں کہ یہ پھلی مخلوق ان دوردراز ستاروں میں کھاں سے آئی؟

چنانچہ ایک اور ماھرسائنس کہتا ھے کہ یہ حیات مردہ مادہ کے ذرات کی ترتیب سے وجود میں آئی ھے ، اور اس نظریہ پر ھماری دلیل یہ ھے کہ زندہ مادہ، مردہ عناصر سے وجود میں آتا ھے جیسا کہ ھم دیکھتے ھیں ھمارے اردگرد موجود پتھر ، پانی اور مٹی جیسے عناصر کے ذریعہ یہ مادہ تشکیل پاتا ھے اوریہ ذرات کاربن، ھیڈروجن، آکسیجن اور نیٹروجن "Hydrogen","Oxygen", "Carbon", "Nytrogen" ھی سے مادہ بنتا ھے چنانچہ ھم انھیں کو ترتیب دے کر دوبارہ دوسرے مادہ بناسکتے ھیں اور کبھی ان میں ''امینہ'' پروٹن ، نشویات اور سوگر کا اضافہ کرتے ھیں تو ایک نیا مادہ تشکیل پاتا ھے، اور یہ فرضیہ میں کافی نہیں ھے بلکہ اس پر کچھ تجربات کئے جانے ضروری ھیں جس میں بجلی اور شعائیں ھوتی ھیں اور جس میں مختلف قسم کی گیس ھوتی ھیں جیسے نوشادر آکسیڈ کاربن ،"CarbonDioxide" ''میٹھن''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

"Methane" اور پانی کے بخارات کے فعل وانفعالات کے بعد آثار احماض امینیہ پیدا ہوتے ہیں۔
''احماض امینیہ'' (کڑوی گیس) جو ایک دودھ جیسی گیس ہوتی ہے جس کا تمام زندہ چیزوں میں ہوناضروری ہے اور جب ان احماض کو آپس میں ملایا جاتا ہے تو ایک دوسری قسم کی پروٹن بن جاتی ہے ، یہاں تک کہ ان کو آپس میں ملانے سے کروڑوں قسم کی پروٹن بن سکتی ہیں جس طریقہ سے کسی زبان کے الفابیٹ کے ذریعہ سے مختلف کلمات بنتے جاتے ہیں تاکہ ان سے مختلف مفاہیم ومعانی حاصل کریں، اور یہ نتیجہ بخش پروٹن ہمیشہ حرارت وبرودت (ٹھنڈک) روشنی اور بجلی کے لئے اہم مواد ہوتے ہینپس یہ پرو ٹن مرکب ہوکر دوسری خارجی چیزوں کے بننے کے باعث ہوتے ہینتب جاکے جوھرحیات کی صفت بنتے ہیں۔
جبکہ زمین کو تقریباً کروڑوں سال ہوچکے ہیں اور مختلف تجربے ہوتے رہتے ہیناور اس مرکب ''احماض امینیہ'' کے بے مثال تجربہ ہوچکے ہیناور یہ احماض امینیہ پانی میں اپنے جوھر کے ساتھ گھُل جاتے ہیں تاکہ پروٹن کے لاکھوں مواد کوتشکیل دے، اور ضروری ہے کہ یہ احماض امینیہ ایک مرتبہ جب بے مثال گیس (حامض دیزوکسی ربیونیوکلئیک) "D.N.A" سے ملتے ہیں اور اسی جز سے ''فیروس'' بنتا ہے۔
یہ تمام مفروضوں کا مجموعہ تھا جو ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔
چنانچہ ماہرین کا کہنا ہے کہ قانون صدفہ ہماری تائید کرتا ہے، جیسا کہ اگر کمپیوٹر پر بیٹھ کر ایک بندر کی بورڈ کے بٹن کو بہت ہی دقت سے دباتا چلا جائے تو کیا اس کے لکھنے سے کسی مشہور شاعر کا شعر بن سکتا ہے؟!!!ہر گز نہیں ، چاہے سالوں بیٹھ کر لکھتا رہے لیکن کبھی بھی اس کا یہ کام نتیجہ بخش نہیں ہوسکتا۔
چنانچہ ماہرین کا کہنا کہ احماض امینیہ اپنی ہیئت مخصوص "D.N.A" پر باقی رہتا ہے تب کہیں منفرد مادہ اپنے اوپر تسلط پیداکرتا ہے اور پھر یہ منفرد مادہ اپنے مخصوص طریقوں کے ذریعہ تکاثر پیدا کرتا ہے اور اس کے ذریعہ بذر حیات برقرار رہتا ہے۔
بالفرض اگر ہم جدلی طریقہ سے قبول کریں اور فرض کریں کہ مٹی اور پانی کے عناصر بغیر کسی علت کے صدفۃً اور اتفاقاً (D.N.A) حامض کے لحاظ سے پیدا ہوتے ہیں ۔
اس کے بعد اس (D.N.A) سے مختلف لاکھوں چیزیں بننے کا سبب بنتا ہے۔
لیکن ان تمام چیزوں میں وہ حیات نہیں ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔
پس ضروری ہے کہ ہم پلٹ کر یہ کہیں کہ اس حامض کے اجزاء بھی اتفاقاً اور صدفۃً ہونے چاہئے تاکہ ان سے پروٹن وجود میں آئیں۔
اس کے بعد پروٹن بھی اتفاقاً خلیہ کے شکل میں ایجاد ہونے چاہئے۔
پھر یہ خلےے بھی اپنی ذات میں خود بخود اور اتفاقی طور پر پیدا ہوکر نباتی شکل اختیار کریں اور پھر دوسرا خلیہ انسانی شکل کو پیدا کرے۔
اس کے بعد ہم زندگی کی تمام کڑیوں کودرجہ بدرجہ ملاتے جائیں ،تو اس جادوئی کلید (کنجی)کا مطلب یہ بھی ہوگاکہ یہ بھی صدفۃً اور اتفاقی طور پر پیدا ہوا ہے؟!
لیکن کیا یہ عقل میں آنے والی باتیں ہےں:
کیااتفاقی طور پر پرندے اور مچھلیوں کااپنے گھروں سے لاکھوں میل فاصلہ پر چلے جانے کے باو جود اپنے گھروں میں واپس آجانا اتفاقی ہے؟!!
کیا یہ بھی اتفاق ہے کہ مرغی کا بچہ انڈے کو توڑ کر خود بخودباھر نکل جائے!!
کیا زخم کا خود بخود ٹھیک ہوجانا یہ بھی اتفاق ہے!!
کیا یہ بھی اتفاق ہے کہ ''سورج سے جدا شدہ اجزا'' اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ ان کی حیات کا ملجاء وماویٰ سورج ہے تاکہ وہ اس کی اتباع کریں!!
کیا یہ بھی اتفاق ہے کہ جنگل اور پہاڑوں میں درخت خود بخود اگ جائیں ۔!!
کیا یہ بھی اتفاق ہے کہ''فیروس'' خلیہ کو کشف کرتا ہے اوراس سے اپنی حیات حاصل کرتا ہے۔
کیا یہ بھی اتفاق ہے کہ نباتات اپنے لئے ''کلوروفیل'' "Chlorophill"کشف کرتے ہیں اور اس کو استعمال کرتے ہیں تاکہ ان کی حیات باقی رہے۔
کیا یہ بھی اتفاق ہے کہ مچھر بڑی ہوشیاری سے پانی پرتیرے اور وہاں انڈے دے اور پانی پر تیرتا رہے اور ہلاک نہ ہو۔!!

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیا یہ بھی اتفاق ھے کہ چیونٹی اپنے اندرمو جود زھر کو محفوظ رکھے اور اپنے بچوں کو دی جانے والی غذا میں اسے نہ ملائے ۔ کیا یہ اتفاق کی ناؤ ریت پر چل سکتی ھے!!
اسی طرح شہد کی مکھی اتنے منظم طریقہ سے شہد کو جمع کرتی ھے، مختلف پھولوں سے رس چوستی ھے اور اس کو شہد میں تبدیل کرتی ھے اور اس کے موم سے شمع بنائی جاتی ھے کیا یہ بھی اتفاق ھے۔!!!
اسی طرح زمین پر رینگنے والے حشرات (کیڑے مکوڑے) فضا میں موجود قوانین کو سمجھتے ھیں اور اسی کے تحت اپنی زندگی چلاتے ھیں کیونکہ بہت سے کیڑے صرف برسات کے موسم میں نکلتے ھیں ، کیا یہ بھی اتفاق ھے !!!
اسی طرح رنگ برنگے حشرات جو اپنے اندر ایسی صلاحیت رکھتے ھیں جو ان کے رنگ سے مطابقت رکھتے ھیں۔
اسی طرح وہ حشرات جو بہت سی زھریلی گیس بناتے ھیں اورفضا میں چھوڑتے ھیں، کیا یہ بھی اتفاق ھے ؟!!
قارئین کرام ! اگر ھم ان تمام باتوں کو تسلیم کرلیں کہ یہ حیات بھی اتفاقی طور پر وجود میں آئی ھے تو ھم کیسے مان سکتے ھیں کہ یہ مذکورہ تمام چیزیں اتفاقی طور پر وجود میں آگئی ھیں۔!!
چنانچہ ان تمام بے ھودہ باتونکو عقل انسانی تسلیم نہیں کرسکتی۔
اور جب مادہ پرستوں نے اپنے کواتفاق(صدفہ)کی اس کشمش میں پایا تو اس سے چھٹکارا پانے کے لئے صدفہ (اتفاق) کی جگہ ایک دوسرا لفظ رکھا اور اس طرح کھا کہ یہ ھماری حیات (جو مختلف الوان واقسام سے مزین ھے) ایک ضرورت کے تحت پیدا ھوئی جس طرح ایک بھوکا انسان غذا تلاش کرتا ھے اور مختلف غذا فراھم کرتا ھے اسی طرح ھماری زندگی میں مختلف ضروریات پیش آتی رھی اور ھمارے سامنے بہت سی چیزیں وجودمیں آتی گئیں!!۔
قارئین کرام ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ سب الفاظ کے ساتھ کھلواڑ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ھے ،کیونکہ انھوں نے لفظ ”صدفہ “(اتفاق) کی جگہ ” ضرورت کے تحت “ رکھا ! ۔
یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ھے کہ ایک چھوٹا سا واقعہ بغیر کسی عقل کی کارکردگی کے ایک بہت بڑا واقعہ بن جائے؟!!
لہٰذا یھاں سوال یہ پیدا ھو تا ھے کہ ”ضرورت“ کو کس نے پیدا کیا؟۔
اور یہ” ضرورت“ ”لاضرورت“ سے کیسے وجود میں آئی؟!!
کیونکہ یہ سب چیزیں حقیقت کو چھپانے والی ھیں جس کا عقل انسانی اور فطرت بدیھی طور پر انکار کرتی ھیں پس معلوم یہ ھوا کہ ان تمام چیزوں کا خالق ایک مدبر اور حکیم ھے۔
پس ھم ان زور گوئی والی باتونکو بغیر دلیل کے کس طرح قبول کرسکتے ھیں؟!!
ھم کیسے ان محالات کو قبول کرسکتے ھیں؟!! تاکہ واضح حقائق کی پردہ پوشی ھوجائے جو کہ ھماری بدیھی فطرت میں شامل ھیں اور ھم ان کا مشاہدہ کررھے ھیں۔!! اور اگر ھم ان تمام چیزوں کی بداہت کو جھٹلائیں تو پھرگویا ھم نے عقل کو بیچ ڈالا ،!! کیونکہ یہ تمام چیزیں منطقی اور عقلی بدیھیات میں سے ھیں۔ اگر ھم ان تمام چیزوں کا انکار کریں تو گویا ھم نے اپنی عقل کو بالائے طاق رکھدیا حالانکہ ھم اپنے کو بہت بڑاعاقل اور علامہ سمجھتے ھیں۔
چنانچہ علم طبیعیات کے مشھورو معروف ماھر ڈاکٹر ”کونجڈن“کہتے ھیں: ”کائنات میں موجود ھر شے خدا کے وجود ، اس کی قدرت اور اس کی عظمت پر دلالت کرتی ھے ، اور جب ھم اس کائنات کی چیزونکو ملاحظہ کرتے ھیں تو ھمیں نعمت خدا کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا ،پس خدا ھی کی ذات ھے جس نے کائنات میں ان نعمتوں کو ھماری خدمت کے لئے خلق کیا ، لہٰذا ھم کسی مادی علمی وسیلہ سے خدا کو نہیں پہچان سکتے، لیکن ھم اپنے اندر اور کائنات کے ذرہ ذرہ مینخدا کی نشانیاں واضح طور پر دیکھتے ھیں: خلاصہ یہ کہ یہ علوم ، مخلوقات اور خدا کی قدرت کے علاوہ اور کسی چیز کا پتہ نہیں دے سکتے۔ چنانچہ خداوندعالم کا ارشاد ھوتا ھے:
< ذَلِکُمْ اللهُ رَبُّکُمْ لاَإِلَہَ إِلاَّ ھو خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوہُ وَھو عَلَی کُلِّ شَیْءٍ وَکِیلٌ >[40]
”(لوگو) وھی اللہ تمھارا پروردگار ھے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ ھر چیز کا پیدا کرنے والا ھے تو اسی کی عبادت کرو اور ھی ھر چیز کا نگھبان ھے ۔“
< ھو الَّذِی جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَہُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِینَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللهُ ذَلِکَ إِلاَّ بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْآیَاتِ لِقَوْمٍ یَعْلَمُونَ> ([41]
”وھی وہ (خدائے قادر) ھے جس نے آفتاب کو چمکدار اور ماہتاب کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم لوگ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلو، خدا نے اسے حکمت ومصلحت سے بنایا ھے وہ اپنی آیتوں کو واقف کار لوگوں کے تفصیل وار بیان کرتا ھے۔“
< اللهُ الَّذِی خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِہِ مِنْ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمْ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بِأمْرِہِ وَسَخَّرَ لَکُمْ الْأَنہَارَ۔ وَسَخَّرَ لَکُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمْ اللَّیْلَ وَالنَّہَارَ۔ وَآتَاکُمْ مِنْ کُلِّ مَا سَاٴَلْتُمُوہ۔۔>[42]

”خدا هی ایسا (قادر وتوانا) هے جس نے آسمان وزمین پیدا کرڈالے اورآسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے (مختلف درختوں سے) تمھاری روزی کے واسطے (طرح طرح کے) پھل پیدا کئے اور تمھارے واسطے کشتیاں تمھارے بس میں کردیں تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلیں اور تمھارے واسطے ندیوں کو تمھارے اختیار میں کردیا اور سورج چاند کو تمھارا تابعدار بنادیا کہ سدا پھیری کیا کرتے هیں او ررات دن کو تمھارے قبضہ میں کردیا (کہ همیشہ حاضر باش رہتے هیں) اور(اپنی ضرورت کے موافق) جو کچھ تم نے اس سے مانگا اس میں سے بقدر مناسب تمھیں دیا ۔۔“

< أَلاَلَہُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَکَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِینَ>[43]

”دیکھو حکومت او رپیداکرنا بس خاص اسی کے لئے هے۔“

----

[1] سورہ ابراهیم آیت ۱۰

[2] سورہ اعراف آیت ۴۳۔

[3] سورہ آل عمران آیت ۱۹۳۔

[4] سورہ ملک آیت ۳، ۴۔

[5] نشأة الدین ص ۱۹۶،۱۹۷۔

[6] نشأة الدین ص ۱۸۴۔

[7] سورہ بقرہ آیت ۱۶۴۔

[8] v سورہ واقعہ آیت ۵۸،۵۹۔

[9] سورہ واقعہ آیت ۵۸،۵۹۔

[10] سورہ طارق آیات ۶تا ۸۔

[11] سورہ طٰہ آیت ۳۵۔

[12] سورہ روم آیت ۲۰۔

[13] سورہ نحل آیت ۷۸۔

[14] سورہ نور آیت ۴۵۔

[15] سورہ فاطر آیت ۲۸۔

[16] سورہ انعام آیت ۳۸۔

[17] سورہ ملک آیت ۱۹۔

[18] سورہ نحل آیات ۵ تا ۸۔

[19] سورہ غاشیہ آیت ۱۷۔

[20] سورہ نمل آیت ۱۸ ؘ

[21] سورہ نمل آیت ۸۸۔

[22] سورہ واقعہ آیت ۶۳تا ۶۵۔

[23] سورہ واقعہ آیت ۷۱تا ۷۲۔

[24] سورہ انعام آیت ۹۹۔

[25] سورہ طٰہ آیت ۵۳۔

[26] سورہ نمل آیت ۶۰۔

[27] سورہ انبیاء آیت ۳۰ ۔

[28] سورہ واقعہ آیات ۶۸تا۷۰۔

[29] سورہ روم آیت ۲۴۔

[30] سورہ بقرہ آیت ۱۶۴۔

[31] سورہ اعراف آیت ۱۸۵۔

[32] سورہ ٴ نحل آیت ۱۴ ۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[33] سورہ یونس آیت ۱۰۱۔
[34] سورہ ق آیت ۶۔
[35] سورہ رعد آیت ۲۔
[36] سورہ ذاریات آیت ۴۷۔
[37] سورہ فاطر آیت ۱۳۔
[38] سورہ لقمان آیت ۱۱۔
[39] سورہ فاطر آیت ۴۱۔
[40] سورہ انعام آیت۱۰۲۔
[41] سورہ یونس آیت۵۔
[42] سورہ ابراھیم آیت ۳۲تا۳۴۔
[43] سورہ اعراف آیت۵۴۔

عدل الٰھی

(باعتبارجبر واختیار)

[1]
''بے شک خداوند عالم انصاف اور (لوگوں کے ساتھ) نیکی کرنے اور احسان کا حکم کرتا ھے۔''
[2]
''اور تمھارا پروردگا تو بندوں پر (کبھی) ظلم کرنے والا نھیں ھے۔''
صدق اللہ العلی العظیم

مقدمہ
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
الحمد للہ علی نعمائہ والصلاۃ علی خاتم انبیائہ وعلی آلہ الطیبین الطاھرین حجج اللہ واولیائہ۔
خداوند عالم پر ایمان لانے والوں کے نزدیک عدل الٰھی ایک ایسی چیز ھے جس کے بارے میں کوئی شک وشبہ نھیں ھے۔ تمام آسمانی ادیان، ھر عقلِ سلیم اور علمی منطق مکمل طریقہ سے عدل الٰھی کا اقرار کرتے ھیں۔
لہٰذا صرف عدل الٰھی ا ن عقائد میں سے نھیں ھے جس کی تصحیح کے لئے یہ خاص بحث کی جائے یعنی عدل الٰھی پر کوئی دلیل قائم کرنے یااس سلسلہ میں ھوئی قیل وقال اور شبہات کے جوابات کی کوئی ضرورت نھیں ھے بلکہ یہ تو ایک واضح بحث ھے ،جس کے لئے کسی وضا حت اور استدلال کی بھی ضرورت نھیں کیونکہ توضیح واضحات اور مسلمات پر استد لال کی کوئی ضرورت نھیں ھوا کرتی ۔
لیکن ان واضح اور بد یھی فکر ی مسائل میں کبھی کبھی کچھ ملاوٹ اور حاشیہ زنی ھوجاتی ھے اور فرعی طور پر گمراہ کن چیزیں اضافہ ھوجاتی ھیں اور غلط ونا مناسب تفسیر وتاویلات کے ذریعہ بعض مشکلات پیدا ھوجاتی ھیں، تو پھر اس قدر واضح وروشن چیزوں کی شفافیت مکدر ھوجاتی ھے ۔اور ان کا وضوح انحراف وکجروی کی طرف مڑجاتا ھے ۔اس صورت میں ان چیزوں کو واضح کر نے کے لئے مزید بحث وگفتگو کی ضرورت ھوتی ھے تاکہ حقیقت سے پردہ اٹھایا جاسکے ۔تاکہ پھر حواشی اور فروعات پر کوئی پردہ باقی نہ رھے نیزبحث وجدل کے وجہ سے مکدرفضا کوخوشگوار بنایا جاسکے ۔
چنانچہ علماء علم کلا م نے مسئلہ جبر واختیار کے سلسلے میں ایک طویل بحث کی ھے ۔ اور ان کو دو متقابل یا دومتضاد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

صفات میں تقسیم کیا ھے۔
اور ان تمام بحثوں کا نتیجہ عدل الٰھی لیا ھے لہٰذا جبر واختیار کا مسئلہ عدل الٰھی کی ایک فصل بن چکی ھے یا عدل الٰھی کے ابواب میں سے ایک باب بن گیا ھے ۔
اسی طرح علماء علم کلام نے مسئلہ قضاوقد رمیں بھی بہت تفصیلی گفتگو کی ھے اور بعض جگہ افراط کیا ھے یہاں تک کہ اس کو ایک مشکل مسئلہ بنا دیا ھے اور اس بحث کو عدل الٰھی کے ساتھ اضا فہ کردیا ھے اور اس کو اس اھم بحث کی ایک فصل قرار دیدیا ھے ۔
اس کے بعد بعض لوگوں نے اس مشکل کے بارے میں اکثر مسلمانوں کو اس بحث میں جاھل بتا یا ھے ۔اور بعض جوانوں کو مسئلہ قضا وقدر میں شک کرنے والابتایا ھے ۔
انھی وجوھات کی بناپر ھمارے لئے ضروری ھے (تاکہ اپنے دینی فریضہ کو پورا کر سکیں اور اپنے قارئین کی خد مت بھی) کہ ھم اس اسلامی عقیدہ کے تحت ایک تفصیلی بحث کریں ۔لہٰذا امید کرتے ھیں کہ اس بحث کو مکمل طور پر واضح کریں اور اس مسلہ میں موجود شک وشبہات کو دور کریں اور حقیقت سے پردہ اٹھائیں۔
چونکہ یہ بحث علم کلام کی اصطلاحات والفاظ پر مشتمل ھے جس میں مختلف اقوال ونظریات اور شبہات واحتمالات پائے جاتے ھیں، لیکن ھماری پوری کوشش رھے گی کہ اس بحث کو آسان الفاظ اور واضح مطلب کے ذریعہ مکمل کریں تا کہ عصر حاضر کے تمام متعلم وطلباء اور عام لوگوں پر حقیقت واضح ھوجا ئے ۔
ھماری دلی آرزویہ ھے کہ خداوندعالم ھماری اس سعی کو درجۂ قبولیت عطا کرے اور ھمارے لئے (اور دوسروں کے لئے) سود مند وثواب واجر کا باعث بنے ۔
والحمد للّٰہ الذی ہدانا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ۔

خداوندعالم عادل ھے
خداوند عالم پر سچا اور واقعی ایمان (جیسا کہ ھماری عقل اور دیگر دلائل اس بات پر دلالت کرتے ھیں) یہ ھے کہ ھم خداوند عالم کی قدرتِ خلاقیت پر ایمان رکھیں۔ وہ قدرت خداجس کے ذریعہ یہ تمام کائنات اور جو کچھ بھی اس میں موجودھے اور اس کا ئنات کے لئے ایک مرتب نظام اور مسلم قوانین ترتیب دئے جن کو علماء کرام قوانین ''الا سباب والمسبات'' یا'' علل ومعلولات'' کہتے ھیں ۔
اس نظام کائنات کی ایجاد جس میں دقیق اور حساب شدہ قوانین پائے جاتے ھیں جس میں عمل وسلوک کا بہترین طریقہ ھے، جو ایسی تنظیم ھے جس کا ہدف صواب، ثبوت اور استقرار ھے (جیسا کہ گذشتہ باب میں تفصیل گذر چکی ھے) یہ تمام چیزیں اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتی ھیں کہ بے شک ان تمام چیزوں کا خلق کرنے والا عاقل، حکیم، صاحب اختیار اور قادر مطلق ھے اس کے حی (زندہ) ھونے میں بھی کوئی شک نہیں ھے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ تمام صفاتِ جمال وکمال کا مالک ھے، (ان الفاظ کے بھر پور معنی میں) اور اس کی یہ صفات ذاتی ھیں یعنی اضافی نہیں ھیں ، جیسا کہ بعض اذھا ن میں اس کا تبادر ھوتا ھے، بلکہ خداوند عالم کی یہ تمام صفات ذاتی اور لازمی ھیں جن کو علماء علم کلام ''عین ذات'' کہتے ھیں۔
اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ھوچکی ھے کہ حقیقی حاکمیت خداوندعالم ھی کی ھے کیونکہ وھی ھر چیز پر قادر ھے جو چاھے کرسکتا ھے اس کی ذات ھے :
[3]
''جو کچھ وہ کرتا ھے اس کی پوچھ گچھ نہیں ھوگی (ھاں) اور لوگوں سے باز پرس ھوگی۔''
[4]
''(اے رسول) تم ان لوگوں سے پوچھو کہ بھلا اگر تم کچھ جانتے ھو تو(بتاؤ) کہ وہ کون ھے جس کے اختیار میں ھر چیز کی بادشاہت ھے۔''
اس کی ذات میں خطا اور غلطی کا ذرہ برابر بھی امکان نہیں ھے اور اس کی قدرت کاملہ کے سامنے کوئی قدرت نہیں آسکتی۔
نیز اسی طرح یہ بات بھی مسلم ھے کہ حاکمیتِ قانونی صرف اور صرف خداوندعالم ھی کی ذات کے لئے ھے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ھے:
[5]
''حکومت تو بس خدا ھی کے لئے خاص ھے اس نے تو حکم دیا ھے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[6]
''(اور سمجھ لو) جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ھی لوگ کافر ھیں۔''
یہ بات گذشتہ آیات ودلائل کے ذریعہ ثابت ھوچکی ھے کہ انسا ن کی موت کے بعد اس سے بڑا سخت حساب وکتاب ھوگا کہ اگر انسان فرمانبردار تھا تو اس کو جزا وثواب ملے گا اور اطاعت کے بدلے اس کو نعمتیں اور سعادت ابدی نصیب ھوگی، اور اگر کوئی شخص گناہگار تھا تو اس کی نافرنی کی بدولت اس کو عذاب اور بدبختی میں مبتلا کیا جائے گا۔
چنانچہ ان تمام مذکورہ باتوں سے نتیجہ یہ نکلتا ھے جس کو ماننا اور اقرار کرنا ھر انسان کا فریضہ ھے کہ وہ حاکم مطلق جس میں حقیقی اور قانونی حاکمیت دونوں موجودھےں اور جس کے قبضہ قدرت میں ثواب وعقاب ھے توپھر اس حاکم کے لئے ضروری ھے کہ وہ پاک وپاکیزہ اور عادل ھو، اور اس کی پاکیزگی عدل مطلق کے درجہ تک پھونچی ھوئی ھو، تاکہ انسان اپنی خوشی اور اطمینان اور رضایت کے ساتھ اس کی اطاعت کرے اور اس کی ذات کو تمام شھوات اور نفسانی خواہشات سے پاک ومنزہ مانے، اس حاکم کی عدالت پر بھر پور اعتماد کرے، تاکہ اس کے احکام اور اس کی عدالت میں کوئی شک وشبہ نہ ھونے پائے، اور اگر اس حاکم کی عدالت پر ایما ن نہ ھو اور اس کو ظلم وجور سے پاک ومنزہ نہ مانے تو پھر انسان اپنے نفس کو نفس پرستی سے نہیں روک سکتا ، اور نہ ھی اپنے کو اعمال صالحہ پر پابند بناسکتا ھے اور نہ ھی اپنے کو محرمات سے روک سکتا ھے۔
عدل کے عقیدہ کے لئے اور اس کو ارکان اسلام کا ایک اھم رکن ماننے نیز ظلم کو قبیح ماننے اور اسی کو برائی وفساد کی بنیاد ماننے کے لئے ھمارے لئے کافی ھے کہ قرآن کریم نے ھم سب لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم دیا ھے اور ظلم وستم سے منع فرمایا ھے جیسا کہ عقل بھی یھی حکم کرتی ھے، چنانچہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ھے۔
عدل کے بارے مینقرآن مجید میں ارشاد ھوتا ھے:
[7]
''بے شک خداوند عالم انصاف اور (لوگوں کے ساتھ) نیکی کرنے اور احسان کا حکم کرتا ھے۔''
[8]
''تم (ھر حال میں) انصاف کرو، یھی پرھیزگاری سے بہت قریب ھے۔''
[9]
''اور جب لوگوں کے باھمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔''
[10]
''اور مجھے حکم ھوا ھے کہ میں تمھارے (اختلافات کے) درمیان انصاف (سے فیصلہ) کروں۔''
[11]
''کیا وہ شخص جو لوگوں کو عدل میانہ روی کا حکم کرتا ھے اور وہ خود بھی سیدھی راہ پر قائم ھے۔''
[12]
''اور سچائی اور انصاف میں تو تمھارے پروردگار کی بات پوری ھوئی۔''
اسی طرح قرآن مجید میں ظلم وستم سے نھی کی گئی ھے اور ظلم کے نتائج سے باخبر کیا گیا ھے، چنانچہ ارشاد خداوندی ھے:
[13]
'' جو شخص سرکشی کرے گا ھم اس کو فوراً سزا دیں گے۔''
[14]
''خدا ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔''
[15]
''ظالموں پر خدا کی لعنت ھے۔''
[16]
''اور جن لوگوں نے ظلم کیا انھیں عنقریب معلوم ھوجائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔''
[17]
''جن لوگوں نے ظلم کیا ان پر درد ناک دن کے عذاب سے افسوس ھے۔''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[18]
''ان پر کچھ ظلم نہیں کیا مگر وہ لوگ خود اپنے اوپر ستم توڑتے رہے ہیں۔''
[19]
''اور ہم نے کسی طرح ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے آپ اپنے اوپر (نافرمانی کرکے) ظلم کیا۔''
قارئین کرام ! یہ تھیں قرآن مجید کی بعض وہ آیات جن میں خداوند عالم نے عدل کا حکم دیا ہے اور عدل کی ترغیب (رغبت) دلائی ہے نیز ظلم وجور سے روکا ہے اور اس کے نتائج سے مسلمانوں کو باخبر کیاہے، (اور اس سلسلہ میں مزید بہت سی آیات ہیں جن کو اختصار کے پیش نظر بیان نہیں کیا گیا ہے)
لہٰذا ان تمام آیات کے پیش نظر خداوندعالم کو عادل مطلق اور ظلم سے پاک وپاکیزہ ماننا ضروری ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ خداوندعالم کو عادل ماننے کے لئے ہمیں کسی قرآنی آیت یا دوسری لفظی دلیلوں کے سہارے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود عقل انسانی اس مسئلہ پر بہترین دلیل ہے، کیونکہ عدل کو حسن ماننا اور ظلم کو قبیح ماننا عقل کے ان مسلمات میں سے ہے جن کے لئے کسی بھی دلیل وبرہان کی ضرورت نہیں ۔
کیونکہ اگر کوئی انسان آپ کی مکمل طور پر اطاعت کرے اور آپ کے احکامات کو مکمل طریقہ سے انجام دے لیکن پھر بھی آپ کی طرف سے یہ یقین ہو کہ آپ اس کو پریشان کریں گے یا اس کو اذیت دیں گے یا آپ اس کی اطاعت کا صلہ نہیں دیں گے، تو انسانی عقل چاہے مومن ہو یا کافر اس بات کے لئے قطعی راضی نہیں ہوگی بلکہ اس کام کو بہت برا اور پست ترین صفات میں شمار کرے گی۔
اسی بنا پر اس مسئلہ میں کوئی بھی مخالف نہیں ہے۔
اور چونکہ خداوندعالم (جوکہ کمالِ مطلق ہے) ایک عام انسان کے اخلاق سے گرا ہوا نہیں ہے (تعالی اللّٰہ عن ذالک علواً کبیراً)

مزید وضاحت:
قارئین کرام ! ہم ایک بنیادی اور اہم قاعدہ پر ایمان رکھتے ہیں (جیسا کہ عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خداوندعالم کے افعال صرف اور صرف حسن (نیک) ہوتے ہیں، یعنی خداوندعالم کسی بھی فعلِ قبیح کا مرتکب نہیں ہوتا کیونکہ خداوندعالم اس برے فعل کی برائی جانتا ہے اور اس فعل کے انجام دینے میں کوئی رغبت بھی نہیں رکھتا،کیونکہ جب کوئی انسان کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کو کسی نہ کسی غرض کے لئے یا اس کی برائی سے لاعلمی کی وجہ سے یا اس کو کسی ذاتی مصلحت کے لئے انجام دیتا ہے، لہٰذا خداوندعالم اس برے کام کو اس لئے نہیں انجام دیتا کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، ہر چیز کا عالم ہے اور کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔
اسی طرح ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں (گذشتہ قاعدہ کے تحت اور عقلی حکم کی بنا پر بھی) کہ خداوندعالم کا ہر کام کسی نہ کسی غرض اور کسی نہ کسی فائدہ کے لئے ہوتا ہے:
[20]
''اور ہم نے آسمان اور زمین اورجو چیزینان دونوں کے درمیان ہیں بے کار نہیں پیدا کیا۔''
[21]
''تو کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو یوں (ہی) بے کار پیدا کیا ہے۔''
مذکورہ آیت میں فعل عبث (بے ہودہ کام)کی نفی کی گئی اور بے ہودہ کام بے غرض ہوتا ہے اور بے غرض وبے مقصد کام حکیم اور صاحب عقل کے لئے قبیح ہوتاہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ فعل قبیح خداوندعالم کے لئے محال ہے۔
غرض سے ہماری مراد یہ نہیں ہے (جیسا کہ بعض خود غرض لوگوں نے مراد لی ہے) بلکہ وہ غرض جو خدا کی طرف پلٹتی ہے وہ ذاتی مصلحت یا ذاتی منفعت کے تحت ہوتی ہے، اور چونکہ خداوندعالم کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور نہ خدا کے لئے ہماری اصطلاح کے مطابق کوئی مصلحت ہے بلکہ اس غرض سے انسانوں کا فائدہ اور نظام کائنات کی مصلحت مراد ہوتی ہے۔
اور چونکہ خداوندعالم کا کوئی بھی کام عبث اور لھو ولعب نہیں ہوتا ،تو پھر ضروری ہے کہ خدا کے بارے میں یہ ایمان رکھیں کہ وہ اپنے بندوں سے اطاعت چاہتا ہے اور نافرمانی کو ناپسند سمجھتا ہے:
[22]
''خدا یہ چاہتا ہے کہ دینی باتونسے حق کو ثابت کرے''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[23]
''(خدا) اپنے بندوں سے کفر اور ناشکری پسند نہیں کرتا''
[24]
''خدا قوم فاسقین سے ھر گز راضی نہ ھوگا''
[25]
''(خدا) یہ چاہتا ھے کہ تم کو پاک وپاکیزہ کردے اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کردے''
[26]
''خدا تو یہ چاہتا ھے کہ (اپنے احکام) تم لوگوں سے صاف صاف بیان کردے اور جو اچھے لوگ تم سے پھلے گذر چکے ھیں ان کے طریقہ پر چلادے''
قارئین کرام ! یہ وہ حقیقت ھے جس کے لئے کسی لفظی دلیل کی ضرورت نہیں ھے بلکہ ھمارے لئے کافی ھے کہ خداوندعالم نے تمام لوگوں کی اطاعت کا حکم دیا ھے، (اور اس کے لئے حکم کرنا صحیح نہیں ھے مگر وھی کام جس کا وہ ارادہ کرے) اور خداوندعالم نے لوگوں کو اپنی نافرمانی سے منع فرمایا ھے (اور اس کا نھی کرنا صحیح نہیں ھے مگر جس کام کو وہ ناپسند کرے) بلکہ یہ بات عقلی لحاظ سے بھی صحیح نہیں ھے کہ جس کام کو نہیں چاہتا اس کا حکم دے اور جس کو پسند کرتا ھے اس سے روکے۔
لیکن بعض مسلمان متکلمین نے اس بات کو ماننے سے انکار کیا ھے اور کہتے ھیں کہ وہ تمام اطاعتیں اور نافرمانیاں جن کے انسان مرتکب ھوتے ھیں وہ تمام افعال خدا میں سے ھیں اور وہ سب خداکے خاص ارادہ کے تحت انجام پاتے ھیں، (یعنی تمام کام خدا کرتا ھے انسان کچھ نہیں کرتا)
چنانچہ اس بات پر ان کی دلیل دو چیزیں ھیں:
پھلی دلیل:۔ اگر خداوندعالم صرف اطاعت کا ارادہ کرے، تو پھر اس کا ارادہ ھر حال میں متحقق ھونا چاہئے، اگرچہ بندہ اس کی مخالفت ھی کیوں نہ کرنا چاھے ، کیونکہ اگر انسان نافرمانی کا ارادہ کرے، تو یہ خداوندعالم کے ارادہ کے خلاف ھے جس کے معنی یہ ھیں کہ خداوندعالم کا ارادہ فیل ھوگیا ھے، (نعوذ باللہ) اور خدا کے ارادہ پر بندہ کے ارادہ کا غلبہ ھوگیا ھے، اور یہ بات غیر ممکن اور غیر معقول ھے۔
لہٰذا یہ بات کھی گئی کہ خداوندعالم ھمیشہ اپنے بندوں سے اطاعت نہیں چاہتابلکہ جو وہ چاھے وہ انجام پاتا ھے۔
قارئین کرام ! اس مذکورہ اعتراض کا جواب یہ ھے کہ خداوندعالم ھرحال میں اطاعت چاہتا ھے لیکن خداوندعالم بندہ کو مجبور نہیں کرتا بلکہ وہ یہ چاہتا ھے کہ بندہ خود اپنی مرضی،رغبت اور یقین کے ساتھ اس کی اطاعت کرے، اور صرف مکلف کے ارادہ سے وجود پائے، بغیر اس کے خداوندعالم کے ارادہ سے اس کا کوئی ربط ھو۔
دوسری دلیل:۔ خداوندعالم جس چیز کے انجام پانے کے بارے میں علم رکھتا ھے اس کا انجام پانا ضروری ھوتا ھے اور اس کا جس چیز کے نہ ھونے پرعلم ھوتا ھے اس کو انجام نہیں پانا چاہئے۔
پس جب خداوندعالم کسی انسان سے اطاعت نہ کرنے کا علم رکھتا ھے تو پھر انسان پر اس کا انجام دینا محال ھے، کیونکہ وہ ایسا کام کیسے کرسکتا ھے جو محال ھو، اور چونکہ خداوندعالم ھر چیز پر احاطہ رکھتا ھے تو پھر بندوں کے تمام افعال، خداوندعالم کے علم کے مطابق ھونے چاہئےں ، چاھے بندہ اس کام کا ارادہ کرے یا نہ کرے، لہٰذا انسان کے لئے اطاعت ونافرمانی میں کوئی اختیار نہیں ھے۔
اس اعتراض کے جواب کا خلاصہ یہ ھے کہ خداوندعالم کے علم کا مطلب یہ ھے کہ اس کے سامنے تمام حقائق واضح اورتمام چیزیں روشن ھیں اسی وجہ سے خداوندعالم کا ابولھب کے کفر اور ھمیشگی عذاب کے بارے میں خبر دینا ھے، کیونکہ خداوندعالم کو معلوم ھے کہ یہ شخص اسلام کا اقرار نہیں کرے گا اور آخر عمر تک اپنے کفر پر بضد رھے گا، اس کا مطلب یہ نہیں ھے کہ خداوندعالم کا علم اس کے ایمان نہ لانے کا سبب ھے اور آخر عمر تک اس کے کفر پر باقی رہنے کا باعث ھے۔
قارئین کرام ! اس بات کو سمجھانے کے لئے ھم ایک دنیاوی مثال پیش کرتے ھیں:
فرض کیجئے جب کوئی ڈاکٹر کسی مریض کود یکھتا ھے اور اس کا معائنہ کرنے کے بعد اس کے نہ بچنے کی خبر دیتا ھے تو اس کی وجہ اس کا خطرناک مرض ھوتاھے اور کبھی کبھی اس کے تیمارداروں کو یہ بھی خبر دیدیتا ھے کہ یہ شخص مرنے سے پھلے بہت زیادہ درد وپریشانی میں مبتلا رھے گا۔
کیونکہ ڈاکٹر اس کے مرض کی کیفیت کو اچھی طرح جانتا ھے تو کیا کوئی انسان یہ کہہ سکتا ھے کہ اس شخص کی موت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کا سبب ڈاکٹر کا علم ھے؟! یا یہ کہ ڈاکٹر کا علم اور اسی کی موت کا خبر دینا ڈاکٹر پر اس کی حقیقت واضح و روشن ہونے کی وجہ ھے۔
اس طرح کی گفتگو کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ رھی ھے اور انھوں نے دو فاعلوں میں غلط فھمی کی ھے کیونکہ کوئی فاعل جیسے انجینیر، مؤلف اور شاعر کے لئے ضروری ھے کہ یہ لوگ پھلے اپنے کام کو اپنے ذہن میں تصورکریں کیونکہ اسی تصور کے تحت ان کی کتاب، قصیدہ اور نقشہ تیار ھوتا ھے جو ان کے سابق علم کا معلول ھوتا ھے۔
لیکن واقعیات کا علم (مثلاً بندوں کے افعال پر خداوندعالم کاعلم) اس کے بر خلاف ھوتا ھے کیونکہ ان کا علم صرف کشف حقیقت ھوتا ھے اور جس طرح ھونے والا ھوتا ھے اسی پرعلم ھوتا ھے اور اس علم میں علت وسبب کا کوئی تصور نھیں پایا جاتا۔
قارئین کرام ! ھمارے لئے یہ بات واضح ھے کہ ان دونوں اعتراضات میں کوئی بھی ایسی دلیل نھیں ھے جس سے گذشتہ مطلب ثابت ھوسکے، کیونکہ خداوندعالم اپنے ارادہ میں انسان کو مجبور نھیں کرتا، اور نہ ھی اس کا علم اطاعت ومعصیت کا سبب بنتا ھے۔
جیسا کہ ارشاد پروردگار ھے:
[27]
''اور یہ کہ انسان کو وھی ملتا ھے جس کی وہ کوشش کرتا ھے۔''
[28]
''جوکافر بن بیٹھا اس پر اس کے کفر کا وبال ھے اور جنھوں نے اچھے کام کئے وہ اپنے ھی لئے آسائش کا سامان کررھے ھیں''
قارئین کرام ! ان اعتراضات کے جوابات اور ردّ نیز ان جیسے اعتراضات کے مزید جواب آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

جبر واختیار
''جبر واختیار'' کا مسئلہ ایک طولانی بحث کا حامل ھے چند صفحات میں اس کو بیان نھیں کیا جاسکتا اور نہ ھی اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ھوسکتی ھے۔
اور چونکہ مسئلہ ''جبر'' ایک سیاسی حربہ ھے یہ صرف غیر مذھبی حکام نے اپنے افعال واعمال کو صحیح کرنے کا ایک ذریعہ نکالا ھے ، ان کا مقصد صرف اسلام کے مخالف اعمال کو غیر اختیاری (جبری) کہہ کر عذر پیش کرنا ھے ۔
یہ موضوع بہت سے شعبے اور مختلف پہلو رکھتا ھے اسی وجہ سے علم کلام کے اھم مسائل میں شمار ھوتا ھے اور عقائد کے باب میں اھم باب ھے اور دینی مسائل کا ایک مشکل مسئلہ ھے۔
مسئلہ ''جبر'' یااس کے مثل دوسرے مسائل جن پر بعض مسلمانوں کا عقیدہ ھے ان کی بنیاد یہ ھے کہ انسان کے افعال واعمال صرف اس کے ارادہ واختیار سے انجام نھیں پاتے بلکہ وہ خداوندعالم کے ارادہ اور اس کے حکم سے انجام پاتے ھیں اور ان کے انجام دینے میں انسان کا کوئی کردار نھیں ھوتا، اس نظریہ کو ''جبر'' کھا جاتا ھے جس کے نتیجہ میں انسان کو مجبور ماننا پڑتا ھے، چاھے وہ اطاعت ھو یا معصیت یعنی ان کے انجام پر مجبور ھوتا ھے چاھے ان کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔
چنانچہ جبر کے قائل لوگوں نے اپنے گمان کے مطابق قرآن کریم کی بعض وہ آیات جن میں اس بات کا ایک ھلکا سا اشارہ پایا جاتا ھے، پیش کی ھیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ھے:
[29]
''(اے رسول) تم کہہ دو کہ ھم پر ھر گز کوئی مصیبت نھیں پڑسکتی مگر وھی جو خدا نے (ھماری تقدیر میں) لکھ دیا ھے۔''
[30]
''(اے رسول) تم کہہ دو کہ سب خدا کی طرف سے ھے''
لہٰذا ان آیات کے پیش نظر ان لوگوں نے یہ گمان کرلیا کہ ان آیات کے ذیل میں انسان کے افعال واعمال بھی آتے ھیں۔
جبکہ بعض مسلمانوں کا عقیدہ یہ ھے (کیونکہ وہ مذکورہ نظریہ کو باطل جانتے ھیں) کہ انسان او ر خداوندعالم میں سوائے خلق اول کے کوئی رابطہ نھیں ھے، یعنی خداوندعالم نے ان کو خلق کرنے کے بعد مکمل آزاد کردیا ھے اور تمام چیزوں کو انھیں پر چھوڑ دیا ھے ، ان کا خدا سے کوئی ربط نھیں ھے، ان کا ماننا یہ ھے کہ علت محدثہ معلول کی بقا کے لئے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کافی ھے، اس حیثیت سے کہ معلول اپنے وجود کے بعد اپنی علت سے بے نیاز ھوجاتا ھے کیونکہ وہ فقط پھلی علت حدوث کا محتاج ھوتا ھے ،چنانچہ علماء علم کلام اس نظریہ کو" تفویض" کہتے ھیں یعنی خداوندعالم نے تمام کاموں کو انسان پر چھوڑ دیا ھے اور اب اس سے کوئی مطلب نھیں۔
جبکہ حقیقت میں صحیح نظریہ ان دونوں نظریات کا درمیانی راستہ ھے، اس سلسلہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام کا بیان بہترین او ر دقیق ھے، آپ نے اپنی مشھور حدیث میں فرمایا:
"لا جبر ولا تفویض ، بل منزلة بین المنزلتین"[31]
(نہ جبر اور نہ تفویض بلکہ دونوں کا درمیانی راستہ صحیح ھے)

وضاحت:
ھرانسان فطری طور پر اس بات کو سمجھتا ھے کہ وہ بہت سے کاموں پر قادر ھے اور وہ جن کاموں کا ارادہ کرے ان کو انجام دے سکتا ھے اور جن کاموں کو انجام نہ دینا چاھے ان کو چھوڑ سکتا ھے اور ھمارے لحاظ سے کوئی بھی ایسا انسان نھیں ھوگا جو اس بات میں شک کرے، جو اس بات کی بہترین دلیل ھے کہ انسان مکمل طور پر آزاد ھے۔
اسی طرح ھر انسان یہ بات بھی اچھی طرح سمجھتا ھے کہ تمام صاحبان عقل اس بات پر متفق ھیں کہ جو شخص اچھے کام کرتا ھے اس کی مدح وتعریف کرتے ھیں اور جو شخص برے کام کرتا ھے اس کی مذمت کرتے ھیں، اور یہ بھی اس بات کی بہترین دلیل ھے کہ انسان اپنے افعال میں مکمل آزاد ھے اور (اگر اختیار نہ ھو) تو صاحبان عقل کا مدح ومذمت کرنا صحیح نہ ھوگا۔
اسی طرح انسان فطری طور پر اس بات کا بھی احساس کرتا ھے کہ انسان کے کسی بلندی سے سیڑھی کے ذریعہ نیچے اترنے اور بلندی سے زمین کی طرف کودنے میں فرق ھے کیونکہ انسان پھلی صورت پر قادر ھے اور دوسری صورت میں مجبور۔
اسی طرح عقل سلیم کے نزدیک یہ بات بھی مسلم ھے اور کسی کو بھی اس میں کوئی شک نھیں ھے کہ انسان میں ان طاقت وتوانائی کا خلق کرنے والا ان کو ایجادکرنے کے بعد ان سے جدانھینھوا ھے، بلکہ ان چیزوں کاباقی رہنا ھر لمحہ اس مؤثر کا محتاج ھے،کیونکہ ان اشیاء کا خالق کسی معمار کی طرح نھینھے کہ مکان بننے کے بعد مکان کو معمار کی ضرورت نھیں ھوتی،بلکہ عمارت اپنی جگہ پرباقی رہتی ھے چاھے اس کابنانے والا معمار مرھی کیوں نہ ھوجائے، اسی طرح کتاب جو اپنے لکھے جانے مینکاتب کی محتاج ھے ، بلکہ اس کائنات اور جوکچھ اس میں موجود ھے؛کاخالق روشنی کے لئے بجلی کی طرح ھے کہ جب تک بجلی رہتی ھے روشنی باقی رہتی ھے، اورروشنی اپنی بقاء میں ھر لمحہ بجلی کی محتاج رہتی ھے اوراگر بجلی کا تار ایک لمحہ کے لئے ہٹالیاجائے تو روشنی فوراًختم ھوجاتی ھے،بالکل اسی طرح اس کائنات کی تمام چیزیں اپنے وجود اور بقاء مینھر لمحہ اپنے مبدع اور مصدر (خالق) کی محتاج ھیں۔
قارئین کرام ! ھماری گذشتہ باتوں سے یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ انسان کے اعمال وافعال جبر وتفویض کے درمیان ھوتے ھیں، اور ان کے لئے دونوں میں حصہ ھوتا ھے، لہٰذا فعل یا ترک کو انجام دینے کی طاقت اگرچہ انسان کے اختیار سے ھی ھوتی ھے لیکن یہ قدرت خدا کا عطیہ ھے، اور انسان کا فعل ایک لحاظ سے خود انسان کی طرف منسوب ھوتاھے، اور ایک لحاظ سے خدا کی طرف منسوب ھوتا ھے۔
قرآن کریم کی وہ آیات جن سے "جبریوں" نے استدلال کیا ھے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ھیں کہ انسان کا اختیار کسی کام کو انجام دینے میں خدا کی قدرت کے نافذ ھونے میں مانع نھیں بن سکتا، اس کا مطلب یہ نھیں ھے کہ انسان خدا کی ذات اور اس کی قدرت سے بے نیاز ھوگیاھے ؟!!۔
اس سلسلہ میں ھمارے استاد آیت اللہ العظمیٰ امام خوئی رحمۃاللہ علیہ نے اپنے درس میں "المنزلة بین المنزلتین"کی تفسیر کرتے ھوئے درج ذیل بہترین مثال پیش کی:
"اگر کسی انسان کا ھاتھ اس طرح شَل ھوجائے کہ وہ اس کو نہ چلا سکے، اور کوئی ڈاکٹر اس کے کوئی ایسا آلہ لگائے جس کی وجہ سے اس کا ھاتھ حرکت کرنے لگے، اس طرح کہ جب وہ آلہ لگا ھوا ھو تو انسان اپنے ھاتھ کو حرکت دے سکے، تو جب تک وہ آلہ لگا ھوا ھے اس کا ھاتھ کام کرتا ھے اور جب اس کو الگ کردیا جائے تو اس کا ھاتھ اپنی پھلی حالت پر پلٹ جائے، تو جب اس کے وہ آلہ لگا ھوا ھے اور وہ اپنے ھاتھ کو حرکت دینے پر قادر ھے اور اپنے معمولی کاموں کو انجام دے رھا ھے تو اس کی یہ حرکت دونوں چیزوں کی سبب ھوگی ایک لحاظ سے صاحب دست کی طرف مستند ھے کیونکہ وہ اپنا ھاتھ خودچلا رھا ھے ، دوسری طرف وہ حرکت اس آلہ کی طرف بھی منسوب ھے کیونکہ وہ اس آلہ کے ذریعہ اپنا ھاتھ چلانے پر قادر ھے۔"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قارئین کرام ! یھی گذشتہ مثال مسئلہ ”جبر وتفویض“ کو اچھی طرح واضح کردیتی ھے کیونکہ ایک انسان حیات وقدرت کے عطا کرنے والے کا محتاج ھے جو ھر حال میں خدا کی طرف سے عطا ھوتی ھے لہٰذا ”تفویض“ بھی نھیں اوردوسری طرف انسان اپنے اعمال میں مجبوربھی نھیں ھے اور اس کے افعال بغیر اس کے ارادہ کے انجام نھیں پارھے ھیں لہٰذا ”جبر“ بھی نھیں ھے۔
لہٰذامذکورہ مطلب کے پیش نظر ھم پر یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ انسان فعل وترک پر مکمل اختیار رکھتا ھے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نھیں رہتی۔
اس سلسلہ میں مزید وضاحت کے لئے یعنی انسان کے مختار ھونے کے سلسلہ میں کچھ دلائل پیش کرتے ھیں اور اس سلسلہ میں ھوئے اعتراضات کے جوابات بھی پیش کرتے ھیں:

۱۔اختیاری اوراضطراری افعال میں فرق
ھم نے اس بات کی طرف پھلے بھی اشارہ کیا ھے کہ انسان کے وہ افعال جواس کے قصد وارادہ سے انجام پاتے ھیں اور ان افعال میں جو اس کے اراداہ کے بغیر انجام پاتے ھیں ان دونوں میں واضح فرق ھے مثلاً کسی کے ھاتھ میں رعشہ پیدا ھوجائے اور اس کا ھاتھ ھلتا رھے، تو یہ اس کے مرض کی وجہ سے ھے اور انسان اس کو روکنے پر قادر نھیں ھے کیونکہ اسکے اختیار اورطاقت سے باھر ھے اور کبھی اس کاکام اختیاری ھوتاھے اوروہ اپنے اختیارسے انجام دیتاھے۔
اسی طرح انسان دوسرے افعال میں بھی فرق محسوس کرتاھے کہ کچھ کام اس کے اختیار سے ھوتے ھیں اور کچھ کام بغیر اختیار کے۔
او رجب ھمارے تمام افعال (ایک گمان کے مطابق) خداوندعالم کی مخلوق ھیں اور ان میں ھمیں ذرہ برابر بھی اختیار نھیں ھے تو پھر اختیاری و اضطراری کاموں میں فرق کااحساس کیسے کرسکتے ھیں؟!
اس سلسلہ میں بعض متکلمین نے فلسفہ تراشی کی ھے اور دونوں (اختیاری واضطراری) میں فرق بیان کیا ھے، ان کا کہنا ھے کہ فعل اضطراری وہ افعال ھیں جو خدا کے ارادہ سے انجام پاتے ھیں انسان کی قدرت او ر اس کے ارادہ کا کوئی دخل نھیں ھوتا، او ر فعل اختیاری وہ ھوتے ھیں جن کو خداوندعالم انسان کے ارادہ کے ساتھ ساتھ ایجاد کرتا ھے۔ لیکن ان کا یہ قول بالکل واضح البطلان ھے۔
کیونکہ اگرقدرت سے مراد ، مشھور لغوی معنی ھونکہ” اگر چاھے انجام دے اورنہ چاھے تو انجام نہ دے“ تو یہ مذکورہ جبر کے معنی کے خلاف ھیں بلکہ یہ تو اختیار پر دلیل ھے اور اگر اس قدرت سے کوئی دوسرے معنی مراد ھوں، تو پھر یہ اکراہ کے خلاف نھیں ھے، اور اس کو کبھی بھی قدرت نھیں کھا جاسکتا۔
لیکن اگر ارادہ کے معنی مذکورہ فلسفی لحاظ سے لئے جائیں تواسکے معنی بھی اختیار کے ھوں گے۔ (جیسا کہ صحیح بھی ھے)کیونکہ قائل کے گمان کے مطابق یھانپر اختیار ھے ھی نھیں۔ کیونکہ (دعوی کے مطابق) فعل انسان کے ارادے واختیارسے نھیں ھے، او ر اگر قائل کے نزدیک ارادہ کے معنی فعل کوانجام دینے میں رغبت مراد ھو تو یہ رغبت فعل کا ایجاد کرنانھینھے جیسا کہ ھماری عقل بھی یھی کہتی ھے،کیونکہ ایسے بہت سے کام ھیں جن میں انسان رغبت رکھتاھے لیکن صرف رغبت سے وہ کام نھینھوپاتے، جبکہ رغبت عین فعل نھیں ھے (جیساکہ ھم پھلے کہہ چکے) تو پھراختیار واضطرار میں مذکورہ فرق لاحاصل ھوجاتاھے۔

۲۔اختیارکے سلسلہ میں قرآن مجید کی وضاحت :
قرآن مجید مینایسی بہت سی آیات موجودھیں جو اختیار کو بہترین طریقہ سے ثابت کرتی ھیں،اور واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ھےں کہ انسان اپنے افعال واعمال میں مکمل طور پر مختارھے اوراگر ھر فعل اس انسان کی طرف منسوب ھے جس میں کسی بھی طرح کی تاویل وتفسیرنھیں کی جاسکتی۔
ارشادخداوندی ھوتاھے:
[32]
”ھرشخص اپنے اعمال کے بدلے میں گرو ھے“
[33]
”اور جو بھی برام کام کرے گا بھر حال اس کو سزا ملے گی“
[34]
”اگر تم لوگ اچھے کام کروگے تو اپنے فائدہ کے لئے کرو گے اور اگر برے کام کرو گے تو(بھی) اپنے لئے۔“

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[35]
''بس جو چاھے ایمان لائے اور جو چاھے کفر اختیار کرے''
[36]
''جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ھے وہ اسے دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ برابر بدی کی ھے تو اسے (بھی) دیکھ لے گا''
[37]
''اور رھے ثمود تو ھم نے ان کو سیدھا رستہ دکھادیا مگر ان لوگوننے ہدایت کے مقابلہ میں گمراھی کو پسند کیا''
[38]
''جو کچھ تم کرتے تھے تمھیں اس کی سزا دی جائے گی''
[39]
''ھم تم میں سے کسی کے عمل کو ضایع نھیں کرتے''
اسی طرح قرآن کریم میں دیگر آیات بھی موجود ھیں جو تمام کی تمام اس بات کی واضح دلیل ھیں کہ فعل کی نسبت اس کے اختیار کی وجہ سے خود انسان کی طرف ھے، لیکن کوئی فعل خدا کی مشیت اور اس کے ارداہ کے بغیر انجام نھیں پاتا۔
لیکن بعض لوگوں نے اس نظریہ کو نھیں مانا اور کھا کہ خداوندعالم کا یہ قول:
[40]
''اللہ ھر چیز کا خالق ھے''
اس بات کی دلیل ھے کہ تمام افعالِ انسان،خدا کی مخلوق ھیں کیونکہ ''کُلِّ شَیٍٔ'' میں افعال انسان بھی آتے ھیں اور یہ افعال صرف انسان کی تخلیق نھیں ھیں، لہٰذا یہ ''جبر'' ھے۔
جبکہ حقیقت یہ ھے کہ یہ آیت انسان کے افعال واعمال کے سلسلہ میں نھیں ھے بلکہ اس آیت میں ان لوگوں کے نظریہ کی رد ھے جو متعدد خالق مانتے تھے مثلاً زمین کا خالق، افلاک کا خالق، انسانوں کا خالق وغیرہ وغیرہ، لہٰذا یہ آیت ان لوگوں کی ردّ میں نازل ھوئی ھے اور یہ کہتی ھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نھیں ھے اور تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ ھی ھے۔
لفظ ''خالق'' کا خداوندعالم سے مخصوص ھونا اس بات کی دلیل نھیں ھے کہ ھم اس کی خلقت کو تمام چیزوں میں عمومیت دیدیں یھاں تک انسان کے افعال بھی خدا کی مخلوق میں شمار ھونے لگےں، کیونکہ قرآن مجید میں تو خلق کی نسبت انسان کی طرف بھی دی گئی ھے جیسا کہ ارشاد الٰھی ھوتا ھے:
[41]
''اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے چڑیا کی مورت بناتے پھر اس پر (کچھ) دم کردیتے تو میرے حکم سے (سچ مچ) چڑیا بن جاتی۔''
< أَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُم مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِبِاِذْنِی فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْراً بِاِذْنِ اللہ۔>[42]
''میں گندھی ھوئی مٹی سے ایک پرندہ کی مورت بناؤں گا پھر اس پر (کچھ) دم کرونگا تو وہ حکم خدا سے اڑنے لگے گا''
[43]:
''تم ان کو گھڑتے ھو۔''
[44]
''(سبحان اللہ) خدا بابرکت ھے سب بنانے والوں سے بہتر ھے''
[45]
''اور خدا کو چھوڑ بیٹھے ھو جو سب سے بہتر پیدا کرنےوالا ھے''
قارئین کرام ! مذکورہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ھیں کہ انسان بھی خالق ھے لیکن خداوندعالم احسن الخالقین ھے۔ لیکن قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے یہ استدلال کرنا کہ افعالِ انسان، خداوندعالم کی ایجاد ھے:
[46]
'' خدا تمھارا خالق ھے اور جو کچھ تم انجام دیتے ھو''[47]
کیونکہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ھے کہ جو کچھ انسان انجام دیتا ھے وہ خداوندعالم کی خلقت ھے تو نتیجہ باطل ھے کیونکہ یہ آیۂ شریفہ پھلی آیت کا نتیجہ ھے ارشاد ھوتا ھے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[48]
(جناب ابراھیم نے کھا کہ افسوس) تم اس کی پرستش کرتے ھو جسے تم لوگ خود تراش کر بناتے ھو‘‘
لہٰذا اس سوال کے جواب میں یہ مذکورہ آیت نازل ھوئی:
[49]
اگر انسان ان دونوں آیات کوسامنے رکھے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ آیہ کریمہ ان لوگوں کی ردّ میں نازل ھوئی جو لکڑی اور پتھر سے بت بناکر ان کی عبادت کیاکرتے تھے اور ان سے قربت حاصل کرتے تھے، لہٰذا خداوندعالم نے اس آیت کے ذریعہ یہ ظاھر کردیا کہ ھم ھی نے ان مشرکین کو پیدا کیا ھے اور ان چیزوں کو پیدا کیا جن کے ذریعہ سے مشرکین بت بناتے ھیں۔
لہٰذا اس آیت میں بندوں کے افعال واعمال کے متعلق کوئی بات نھیں ھے۔

۳۔ عذاب، خود اختیا رپر دلیل ھے :
قارئین کرام ! خداوندعالم کا گناہکاروں پر عذاب کرنا، انسان کے مختار ھونے پر بہترین دلیل ھے، اس سلسلہ میں قرآن مجید مینموجودہ آیات کو ملاحظہ فرمائیں:
[50]
’’اگر (کھیں) شرک کیا تو یقیناً تمھارے سارے اعمال اکارت ھوجائیں گے اور ضرور تم گھاٹے میں آجاؤگے‘‘
[51]
’’اور برائی کرنے والوں کو اتنی ھی سزا دی جائے گی جیسے وہ اعمال کرتے رھے ھیں‘‘
< يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ>[52]
’’جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ھاتھ اور پیر ان کی کارستانیوں کی گواھی دیں گے‘‘
[53]
’’اور جیسی جیسی تمھاری کرتوتیں تھیں (ان کے بدلے) اب ھمیشہ عذاب کے مزے چکھو‘‘
[54]
’’اور ظالموں سے کھا جائے گا کہ تم دنیا میں جو کچھ کرتے تھے اب اس کے مزے چکھو۔‘‘
[55]
’’جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ان کو اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ (مبادا) ان پر کوئی مصیبت آپڑے‘‘
[56]
’’اور جس نے ھمارے حکم سے انحراف کیا اسے ھم (قیامت میں) جہنم کے عذاب کا مزا چھکائیں گے‘‘
کیونکہ اگر خداوندعالم اپنے بندوں کے افعال کا خالق ھو اور پھر ان کاموں پر ان کو عذاب میں بھی مبتلا کرے تو یہ محال ھے کیونکہ یہ تو کھلم کھلا ظلم ھے، (کہ افعال کو خود انجام دے اور سزا بندوں کو دے) اور خداوندعالم ھر ظلم سے پاک وپاکیزہ ھے:
[57]
’’اور تمھارا پروردگا ر بندوں پر (کبھی) ظلم کرنے والا نھیں ھے‘‘
[58]
’’ خدا تو کبھی بندوں پر ظلم کرنے والا نھیں‘‘
[59]
’’اور میں اپنے بندوں پر (ذرہ برابر بھی) ظلم کرنے والا نھیں ھوں‘‘
[60]
’’اور خدا سارے جھان کے لوگوں (مینسے کسی) پر ظلم کرنا نھیں چاہتا‘‘
[61]
’’اور خدا تو اپنے بندوں پر ظلم کرنا چاہتا ھی نھیں‘‘
[62]
’’خدا تو ھر گز ذرہ برابر بھی ظلم نھیں کرتا‘‘

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[63]
''خدا تو ھر گز لوگوں پر کچھ ظلم نھیں کرتا''
[64]
''اور تیرا پروردگار کسی پر (ذرہ برابر) ظلم نہ کرے گا''
(یہ تھیں وہ آیات جن میں خداوندعالم نے اپنے سے ظلم کی نفی کی ھے۔)
لیکن بعض علماء علم کلام نے خداوندعالم کی طرف ظلم کی نسبت کو صحیح مانا ھے ، چنانچہ ان کے نظریہ کا خلاصہ یہ ھے:
''خداوندعالم کے لئے ظلم قبیح نھیں ھے کیونکہ وہ ظلم قبیح ھے جس کو عقل مکروہ جانے، یعنی وہ ظلم قبیح ھے جو دوسرے پر کیا جائے لیکن اگر اپنے پر ظلم کیا جائے چاھے وہ اپنے بدن پر ھو یا اپنے مال اور اپنی عزت پر،کیونکہ انسان اپنے مال میں تصرف کرنے میں آزاد ھے اور بغیر کسی قید وشرط کے تصرف کرسکتا ھے اور اس کا یہ تصرف کرنا قبیح نھیں ھے۔
اسی طرح خداوندعالم کو بھی اپنی مخلوقات میں تصرف کرنے کامکمل حق ھے کیونکہ وھی ان کا خالق اور مالک ھے اور چونکہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ھے وہ سب اللہ کی ملکیت ھے اور اس کی قدرت وسلطنت کے آگے خاضع ھیں، لہٰذا وہ جس طرح چاھے ان میں تصرف کرسکتا ھے، پس جس کو چاھے عذاب کرے چاھے وہ مومن ھی کیوں نہ ھو، اور جس کو چاھے اپنی نعمتوں سے سرفراز کرے چاھے وہ کافر ھی کیوں نہ ھو، کیونکہ تمام انسان اس کی ملکیت ھےں:
[65]
''جو کچھ وہ کرتا ھے اس کی پوچھ گچھ نھیں ھوسکتی (ھاں) اور لوگوں سے باز پرس ھوگی۔''
لہٰذا انسان کو یہ حق نھیں ھے کہ خدا کی عظمت کے سامنے اپنی قابلیت دھائے اور کھے کہ خداوندعالم کا یہ فعل حسن ھے اور یہ فعل قبیح۔
قارئین کرام ! یہ اعتراض چند وجوھات سے مردود اور باطل ھے:
۱۔ کیونکہ خداوندعالم کے بارے میں حکمِ عقل کے فرض کی گفتگو نھیں ھے بلکہ اس چیز کا بیان ھے جس سے بندوں کے معاملات میں فضل ولطف کی امید ھو، کیونکہ ھم اس بات کو مکمل طور پر قبول کرتے ھیں کہ محال پر تکلیف کرنا یا جس کام کے انجام دھی کی قدرت نہ ھو، اس کا حکم دینا یا گناہکار کوجنت میں داخل کرنا یا مطیع اور فرمانبردار کو جہنم میں داخل کرنا، ان تمام چیزوں پر خداوندعالم مکمل قدرت رکھتا ھے، اور ھر طریقہ کا تصرف کرسکتا ھے اور کوئی بھی حکم کرسکتا ھے، اور ھم یہ بھی یقین رکھتے ھیں کہ وہ اس طرح کے کام انجام نھیں دیتا لیکن اس کا ان کاموں کو انجام نہ دینا اس کے لطف وکرم کی وجہ سے ھے نہ یہ کہ وہ ان کاموں کو انجام دینے سے قاصر اور عاجز ھے۔
۲۔ اگر ھم ظلم کو قبیح نہ مانیں تو پھر انسان خداوندعالم کے احکامات کی پیروی نھیں کرے گا کیونکہ ان احکامات اور ان کے نتائج کے درست ھونے پر یقین نہ ھوگا، اور اسی طرح اس کو خدا کے وعدہ وفا کرنے پر بھی اطمینان نہ ھو گا۔
جبکہ خداوندعالم ارشاد فرماتا ھے:
[66]
''بے شک خدا اپنے وعدہ کے خلاف نھیں کرتا''
کیونکہ یہ سب کچھ اس اعتبار سے ھے کہ ظلم، کذب اور خلف وعدہ قبیح ھے، لیکن اگر مسئلہ قبح وقباحت کو ہٹالیا جائے جیسا بعض لوگوں کا گمان ھے تو پھر انسان، خدا کی اطاعت، خواہشات نفس کی مخالفت ھوا اور نفس امارہ سے جنگ پر اطمینان اور اعتماد نھیں کرے گا۔
۳۔ ظلم کسی غیر پر تعدی کرنے سے مخصوص نھیں ھے بلکہ درمیانی راستہ سے افراط وتفریط کرنا بھی ظلم ھے، اسی وجہ سے کھا جاتا ھے کہ فلاں شخص نے اپنے اوپر ظلم کیا، جبکہ اس سے مراد یہ ھوتی ھے کہ وہ شخص اپنے تصرف، لباس، طعام، اور خرچ میں راہ اعتدال سے خارج ھوگیا ھے، درحالیکہ یہ سب کچھ اس کی ملکیت میں ھوتے ھیں، اور وہ اپنے مال میں تصرف کرنے میں بھی مکمل آزاد ھوتا ھے لیکن مذکورہ طریقہ کو عرف عام میں ظلم شمار کیا جاتا ھے۔
مثلاً اگر کوئی انسان کسی حیوان کو مارے جبکہ وہ حیوان اس کی ملکیت بھی ھو، اور اس کا فرمانبردار ،اور اس کو اذیت نہ دینے والا ھو تو کیا اس کو مارنے پر یہ عذر پیش کرسکتا ھے کہ میں تو اس کا مالک ھوں؟!

۴۔ ظلم قبیح ھے۔
اگر انسان اپنے افعال کے انجام دینے پر قادر اور مختار نہ ھو،اور صرف اس کے ارادہ سے ایجاد ھوجائے تو پھر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خداوندعالم(معاذ اللہ) ''اظلم الظالمین'' ہوجائےگا، کیونکہ گناہگار شخص کو عذاب دیا جانا ضروری ھے اور چونکہ معصیت انسان کے اپنے اختیار سے نہیں ھے، لہٰذا اس کو عذاب کرنا کئی گنا ظلم سے بھی بُرا ھے۔
قارئین کرام ! ''جبر'' کا عقیدہ رکھنے والے اس سلسلہ میں دو جواب پیش کرتے ھیں:
۱۔ عذاب کسی فعل کی بنا پر نہیں ھے بلکہ ''کسب ''کی بنا پر ھے۔
لیکن ھم ان کے جواب میں کہتے ھیں کہ:
جو بات ''کسب'' کے لغوی معنی اور قرآن کریم میں استعمالات سے سمجھی جاتی ھے وہ یہ ھے کہ کسب اختیار کے ذریعہ انجام شدہ فعل کو کہتے ھیں، جیسا کہ ارشاد ھوتا ھے:
[67]
''اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ھے تو اس سے کچھ اپنا ھی نقصان کرتا ھے''
[68]
''اس (انسان) نے اچھا کام کیا تو اپنے نفع کے لئے اور برا کام کیا تو اس کا (وبال) اسی پر پڑے گا''
[69]
''اور چور خواہ مرد ھو یا عورت تم ان کے کرتوت کی سزا میں ان کا (داہنا) ھاتھ کاٹ ڈالو''
[70]
''اور جن لوگوں نے برے کام کئے ھیں تو گناہ کی سزا ان کے برابر ھے ''
[71]
''جو لوگ گناہ کرتے ھیں انھیں اپنے اعمال کا عنقریب ھی بدلا دیا جائے گا''
اسی طرح قرآن کریم میں دیگر آیات بھی موجود ھیں جو تما م اس بات پر دلالت کرتی ھیں کہ ارادہ واختیار کے ذریعہ جو فعل انجام پائے اس کو ''کسب'' کہتے ھیں لیکن اختیار کی ایک شرط قدرتِ انسان ھے۔
لہٰذا ان کو جب خود اپنا دعویٰ ناقص دکھائی دیا تو انھوں نے یہ کہا کہ وہ کسب جو عذاب کا سبب بنتا ھے وہ ایسا فعل ھے جو خدا سے صادر ھوتا ھے لیکن انسان کے ارادہ کے ساتھ یعنی اس فعل کے وجود کے لئے انسان کا ارادہ اور خدا کا اس کام کوکردینا ضروری ھے۔
لیکن ھم اس کا جواب یوں دیتے ھیں:
۱۔اگر یہ مقارن ھونا (ارادہ انسان اور فعل خدا کا ایک ساتھ ملنا) اختیار سے خارج ھو تو انسان پر عذاب کرنا صحیح نہیں ھے کیونکہ ان کے گمان کے مطابق انسان تو صرف اس فعل سے رغبت رکھتا تھا، لیکن اس فعل کو خداوندعالم نے ایجاد کیا (ان کے گمان کے مطابق)
پس در حقیقت رغبتِ انسان اور ایجاد خدا میں مقارنت پائی گئی ، اور یہ مقارنت بھی خدا کے ارادہ اور اس کی قدرت کے ذریعہ پیدا ھوئی کیونکہ ان کے گمان کے مطابق وھی فاعل حقیقی ھے، تو پھر یہ کس طرح صحیح ھوگا کہ خداوندعالم اس بندہ پر عذاب کرے جس نے فعل ھی انجام نہ دیا ھو، یا اس مقارنت کی بنا پر جس پر اُسے ذرا بھی اختیار نہیں۔
۲۔ خداوندعالم کا اپنے بندوں پر ظلم کرنا قبیح نہیں ھے کیونکہ یہ تو مالک کے تصرف کا ایک حصہ ھے اور وہ جو چاھے کرسکتا ھے، (ھم نے اس سلسلہ میں وضاحت کردی ھے) کیونکہ خود ذات افعال میں ایسی کوئی چیز نہیں ھے جس کی وجہ سے ان کو حسن یا قبیح کا نام دیا جائے، اور انسان کے کاموں کو حسن وقبیح کہنا شریعت کی بناپر ھوتے ھیں کیونکہ جس کام کا شریعت نے حکم دیدیا ھے وہ حسن ھے اور جن کاموں سے روک دیا ھے وہ قبیح ھیں، کیونکہ اگر شارع کی نظر بدل جائے اور جس کام کا امر کیا تھا اس کے بارے میں نھی کردے اور جس چیز کے بارے میں منع فرمایا تھا اس کا حکم دیدے تو پھر قبیح، حسن سے اور حسن، قبیح سے بدل جائے گا، یعنی جو چیز حسن تھی وہ قبیح ھوجائے گی اور جو قبیح تھی وہ حسن ھوجائے گی۔
اور چونکہ (ان کے گمان کے مطابق) فعل کا حُسن وقبح شریعت مقدس کی وجہ سے ھے نہ کہ حکمِ عقل کی بنا پر، تو پھر خداوندعالم کے فعل کو حسن وقبح کا نام نہیں دیا جاسکتا کیونکہ وہ تو شریعت سے بھی بالاتر ھے، پس نتیجہ یہ ھوا کہ ھر وہ کام جو خدا انجام دے (چاھے ظلم پر ھی کیوں نہ منطبق ھو)وہ حسن وجمیل اور نیک ھے اور عقلِ انسانی یہ حکم کرنے سے قاصر ھے کہ خداوندعالم سے ظلم صادر ھونا قبیح ھے۔
قارئین کرام ! صحیح نظریہ بیان کرنے سے پہلے ھم حسن و قبح کے معنی کی طرف اشارہ کرتے ھیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پہلے معنی :
حسن وقبح کا اطلاق کمال ونقص پر ہوتا ہے، لہٰذا علم حسن ہے اور جہل ونادانی قبیح، شجاعت وکرم حسن ہیں اور ان کے مقابلہ میں بزدلی اور بخل قبیح ہیں، اور ان میں کسی بھی مفکر اور دانشمند نے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے کیونکہ یہ ایسے یقینی مسائل ہیں جن کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

دوسرے معنی:
حسن اس کو کہتے ہیں جو طبیعت کو اچھا لگے، اور قبیح اس کو کہتے ہیں جس سے طبیعت نفرت کرے،مثلاً یہ منظر، حسن ہے، یہ آواز حسن ہے یا بھوک کے وقت کھانا کھانا حسن ہے، اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ منظر قبیح ہے یہ آواز قبیح ہے، اور اس معنی میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ اس کا فیصلہ بھی خود انسانی شعور کرتا ہے اور اس میں شرع کا کوئی دخل نہیں ہے۔

تیسرے معنی :
حسن وقبح کا اس چیز پر اطلاق کرنا جو مستحق مدح وذم ہو، لہٰذا اسی بناپر یہ دونوں اختیاری افعال کی صفت قرار پاتے ہیں،اس حیثیت سے کہ عقلاء کے نزدیک حسن کے فاعل کو مستحق مدح وثواب سمجھا جاتا ہے اور تمام ہی لوگوں کے نزدیک قبیح کے فاعل کو مستحق ذم وعذاب سمجھا جاتا ہے ،اور یہی تیسرے معنی موضوع بحث ہیں۔
چنانچہ اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ افعال کے حُسن وقُبح پر عقل کوئی حکم نہیں کرتی، بلکہ حسن وہ ہے جس کو شریعت حسن قرار دے اور قبیح وہ جس کو شریعت مقدس قبیح قرار دے، اور ان چیزوں میں عقل کی کوئی دخالت نہیں ہے۔
لیکن شیعہ امامیہ اور معتزلہ مذکورہ نظریہ کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ عقل کی نظر میں خود افعال کی ارزش واہمیت ہے بغیر اس کے شریعت کا اس میں کوئی دخل ہو، اور انہی افعال میں سے بعض وہ افعال ہیں جو بذات خود حسن ہیں اور بعض بذات خود قبیح ہیں اور بعض ایسے افعال ہیں جن کو ان دونوں صفات میں سے کسی بھی صفت سے متصف نہیں کیا جاسکتا، شریعت مقدس انہی چیزوں کا حکم کرتی ہے جو حسن ہوتی ہیں اور ان چیزوں سے منع کرتی ہے جو قبیح ہوتی ہیں اور چونکہ صدق بذات خود حسن ہے اسی حسن کی وجہ سے خداوندعالم نے صدق کے لئے حکم کیا ہے اور جھوٹ چونکہ بذات خود قبیح ہے ، اسی قبح کی وجہ سے خداوندعالم نے اس سے روکا ہے، نہ یہ کہ خدا نے منع کرنے کے بعد جھوٹ کو قبیح قرار دیا ہو۔
اس مطلب پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جو لوگ دین اسلام کو نہیں مانتے اور مختلف نظریات کے حامل ہیں وہ بھی صدق کو حسن اور جھوٹ کو قبیح مانتے ہینجبکہ ان کو شریعت نے حسن وقبح کی تعلیم نہیں دی ہے۔
لہٰذا ان تمام باتوں سے ثابت یہ ہواکہ حسن وقبح ذاتی دونوں شرعی ہونے سے پہلے عقلی ہیں، عدل حسن ہے کیونکہ عدل ہے اور ظلم قبیح کیونکہ وہ ظلم ہے، بغیر اس کے کہ ان کے حسن وقبح میں کوئی شرعی اور دینی حکم ہو۔ لہٰذا عقلی لحاظ سے خداوندعالم کا عادل ہونا ضروری ہے کیونکہ عدل حسن ہے، اسی طرح عقلی لحاظ سے خداوندعالم کا ظالم ہونا محال ہے کیونکہ ظلم قبیح ہے۔

خلاصہ بحث:
عقلی اور قرآنی دلائل کے پیش نظر انسان اپنے فعل میں صاحب اختیار ہے اور اپنے تصرفات میں مکمل آزاد ہے اور کوئی جبر اکراہ نہینہے، اور جو باتیں جبر کو ثابت کرنے کے لئے لوگوں نے بیان کی ہیں وہ ہماری بیان کردہ محکم نصوص ودلائل کے سامنے بے کار ہیں۔(لہٰذا نظریہ جبر باطل وبے بنیاد ہے)
خداوندعالم کا فرمان صادق اور سچا ہے:
ارشاد ہوتا ہے:
[72]
”(اور قسم ہے) جان کی جس نے اسے درست کیا پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو اسے سمجھادیا، (قسم ہے) جس نے اس جان کو(گناہ سے) پاک رکھا وہ تو کامیاب ہوا، اور جس نے گناہ کرکے اسے دبادیا ، وہ نامراد رہا“

قضاء وقدر
مسئلہ” قضاء وقدر“ کی بحث (اگر چہ علماء کلام نے اس کو خاص عنوان کے تحت بیان کیا ہے) ”جبر واختیار“ کا اہم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حصہ ھے جس کو جبر واختیار کی بحث سے جدا نھیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ مسئلہ بھی مذکورہ بحث کا بنیادی نظریہ ھے۔
ھم اس باب میں اختصار کی خاطر مکمل طریقہ سے تمام پھلوٴں کوبیان نھیں کریں گے، کیونکہ بہت سی چیزیں اس کتاب کی وسعت سے باھر ھیں، ھم یھاں صرف اس کے اسلامی معنی کو واضح کرنا چاہتے ھیں جیسا کہ قرآن وسنت نے اس بارے میں وضاحت کی ھے، تاکہ ھمارے عزیز قارئین اصول دین کے اس اھم مسئلہ کو پہچان لیں اور اس پر عقیدہ رکھیں، خصوصاً جیسا کہ ھم آج کل دیکھتے ھیں کہ انسان صبح سے لے کر شام تک کے واقعات،مصیبت و بلا اور خیر وشر کی باتوں کو قضا وقدر کہہ دیتاھے، تو کیایہ تمام کے تمام اسلامی عقیدہ کے تحت ھیں؟!یا نھیں؟
ھم ان دونوں الفاظ کے معنی اسلامی صحیح نقطہ نظر سے بیان کرنا چاہتے ھیں جیسا کہ لغت اور قرآن کریم میں استعمال ھوئے ھیں تاکہ ھم اس طریقہ سے ان دونوں الفاظ کے معنی میں شریعت کے ہدف ومقصد کو سمجھ سکیں، اوریہ دیکھ سکیں کہ اسلامی نصوص میں ان کا استعمال کس طرح ھوا ھے:

۱۔ لغوی معنی:
”قضا کے معنی عمل کے ھیں، پس اس کے معنی صنعت اور اندازہ کے ھیں مثلاً : ”قضی الشئ قضاء ا صنعہ وقدرہ“ (یعنی کسی چیز کو بنانے کے لئے اس کی مقدار معین کی) یا ھر وہ کام جس کو کرنے کے لئے تیاری کی، اس کو تمام کیا، یا کسی چیز کو ادا کیا ، یا کسی چیز کو واجب کیا یا کسی چیز کا علم پیدا کیا، یا کسی چیز کو نافذ کیا۔ تو گویا اس نے ان کاموں کا اندازہ معین کیا۔
”وقضیٰ ای حکم“ (یعنی اس نے قضا کی یعنی اس پر حکم لگایا) جس طرح کوئی شخص فیصلہ میں قضاوت کرتے ھوئے حکم لگاتا ھے۔
قضا کے ایک معنی اعلان کے بھی ھیں جیسا کہ کہتے ھیں:
”قضینا الیہ ذالک الامر ای ھیناہ الیہ وابلغناہ ذالک“ [73]
(یعنی ھم نے فلاں شخص کے لئے یہ اعلان کیا یعنی اس کو منع کیا اور اس تک خبر پھونچائی)
معنی قدر: قدر کے معنی قضا اور حکم کے ھیں۔ [74]

۲۔ قرآنی معنی:
قرآن مجید میں قضا کے درج ذیل چند معنی بیان ھوئے ھیں:
الف: خلق وایجاد، جیسا کہ ارشاد ھوتا ھے :
< فَقَضَاہُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ >[75]
یعنی ھم نے سات آسمان کو خلق کیا۔
ب: وجوب وحکم، جیسا کہ ارشاد ربّ العزت ھے:
[76]
یعنی ھم نے انسان پر واجب اور حکم کیا کہ خدا کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرے۔
ج: اعلان کرنا ، خبر دینا، جیسا کہ ارشاد ھے:
< وَقَضَیْنَا إِلَی بَنِی إِسْرَائِیلَ فِی الْکِتَابِ>[77]
یعنی ھم نے بنی اسرائیل تک یہ خبر پہنچائی یا ان کے لئے یہ اعلان کیا۔
اسی طرح قرآن مجید میں لفظِ ”قدر“ دومعنی میں استعمال ھوا ھے:
الف: خلق وتنظیم اور تدبیر وترتیب، ارشاد ھوتا ھے:
[78]
”اور اس نے ایک مناسب انداز پر اس میں سامان معیشت کا بندوبست کیا“
[79]
”اور ھم نے چاند کے لئے منزلیں مقرر کردیں“
[80]
”اور خدا ھی رات اور دن کا اچھی طرح اندازہ کرسکتا ھے“
[81]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

''اور ھر چیز کو اسی نے پیدا کیا پھر اسے اندازے سے درست کیا''
ب: بیان کرنا اور خبر دینا، جیسا کہ ارشاد ھے:
[82]
''یعنی ھم نے (جناب نوح (ع)) کو خبر دی ان کے لئے بیان کیا کہ ان کی بیوی غابرین (تقدیر میں پیچھے رہنے والوں) میں سے ھیں۔''
اب جبکہ ھمارے لئے ان دونوں الفاظ کے لغوی اور قرآنی معنی واضح ھوگئے ھیں تو ضروری ھے کہ ھم قضاء وقدر کی طرف اپنے افعال کو منسوب کرتے ھوئے ان معنی کا لحاظ کریں اور جب ھم یہ کھیں کہ ھمارا یہ کام خداوندعالم کی قضاء وقدر سے ھے تو ھمیں اس کے معنی معلوم ھونے چاہئےں۔
کیونکہ ھمیں قضا وقدر سے معنی خلق مراد لینے کا حق نھیں ھے، (جو قضا وقدر کے ایک معنی ھیں)چونکہ گذشتہ بحث میں یہ بات ثابت ھوگئی ھے کہ ھمارے افعال ھمارے اختیار ، ھمارے ارادہ اور ھماری ایجاد سے ھوتے ھیں اور خداوندعالم کی ایجاد اور اس کے خلق کردہ نھیں ھوتے۔
پس جب ھم دلیل کے ذریعہ اس معنی (خلق) کو مراد نھیں لے سکتے تو پھر ان دونوں الفاظ کے معنی محصور ھوجاتے ھیں اس وقت خدا کی قضا کے معنی ''وجوب اور حکم'' کے ھوں گے، اور قدر کے معنی ''بیان اور علم'' کے ھوں گے۔
اس وقت کسی معنی فعل کے بارے میں ھمارا خبر دینے کا مطلب قضاء اللہ ھوگی اس کی قدر یعنی کسی چیز کے بارے میں وجوب یا اس کو بیان کرنا یا اس کا علم پیدا کرنا۔
لہٰذا ھم اس بنیاد پر کہتے ھیں کہ اللہ کی قضا پر راضی رہنا ، اور اس کی قدر کو قبول کرنا ضروری اور جس چیز کو خداوندعالم نے ھمارے لئے بیان کیا یا کسی چیز کے بارے میں حکم کیا ان پر ایمان ویقین رکھنا ضروری ھے، اور قضاوقدر کا یھی مطلب ھے، اس کے علاوہ اور کوئی مطلب ومقصد نھیں ھے۔
اس بات کے صحیح ھونے کی دلیل میں ھمارے لئے حضرت علی علیہ السلام کے اس جواب پر توجہ کرنا کافی ھے جوآپ نے صفین کے راستہ میں ایک شامی شخص کے سوال(کہ کیا جنگ صفین خداوندعالم کی قضاو قدر سے ھے؟)کے جواب میں فرمایا:
''نعم یا شیخ، ما علوتم تلعة ولاھبطتم وادیاً الا بقضاء اللّٰہ ۔
فقال الشامی:
عند اللّٰہ احستب عنائي یا امیر المومنین۔
فقال علیہ السلام:
مہ یا شیخ ، فان اللّٰہ قد عظم اجرکم فی مسیرکم وانتم سائرون وفی مقامکم و انتم مقیمون، وفی انصرافکم وانتم منصرفون ولم تکونوا فی شئ من امورکم مکرھین''[83]
ھاں اے شیخ، تم کسی پھاڑی پر نھیں چڑھتے اور نہ کسی وادی میں اترتے مگر یہ سب کام خدا کی قضاء قدر سے ھوتے ھیں، اس وقت اس شامی نے کھا یا امیر المومنین (ع)کیا یہ کام اللہ کے نزدیک عنایت شمار ھوگا یعنی کیا جنگوں کی تمام پریشانیوں کا ثواب ملے گا؟!
تب حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے شیخ !(صبر کرو تاکہ واضح ھوجائے) خداوندعالم انھیں امور کا تمھیں بہت زیادہ اجر دیتا ھے اور تمھارے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے میں ثواب ھے اور تم کسی کام میں مضطر ومجبور نھیں ھو ۔
اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:
''لعلک ظننت قضاء اً لازماً وقدراً حاتماً ولوکان ذلک کذلک لبطل الثواب والعقاب وسقط الوعد والوعید، ان اللّٰہ سبحانہ امر عبادہ تخییرا ونھاھم تحذیراً وکلف یسیرا ولم یکلف عسیراً وأعطی علی القلیل کیثراً''[84]
کیا تم نے یہ گمان کرلیا ھے کہ قضا وقدر حتمی اور ضروری ھیں کیونکہ اگر ضروری اور حتمی ھوں تو پھر ثواب وعذاب باطل ھوجائیں، وعدہ ووعید ختم ھوجائیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اختیار کے ساتھ حکم دیا ھے اور ڈرانے کی وجہ سے نھی کی ھے، کم تکلیف کی ھے اور مشکل کاموں پر مکلف نھیں کیا اور وہ تو تھوڑے (اعمال) پر کثیر (جزا) دیتا ھے۔
قارئین کرام ! آپ نے توجہ فرمائی کہ حضرت علی علیہ السلام کے یہ فصیح وبلیغ کلمات ھماری بات پر واضح دلیل ھیں اور اس بات کی وضاحت کرتے ھیں کہ شام کی طرف حرکت کرنا خدا کے حکم سے تھا (یعنی خداوندعالم کا حکم تھا کہ باغیوں سے جنگ کرنا واجب ھے) اور خداوندعالم نے ان لڑنے والوں کے لئے اجر کو عظیم قرار دیا ھے کیونکہ انھوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نے خدا کے حکم کی خاطر اس جنگ میں حصہ لیا ھے۔
اسی طرح حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ملائکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ھیں:
''ومنھم امناء علی وحیہ والسنة والیٰ رسلہ ومختلفون بقضائہ وامرہ''[85]
(اور ان میں سے بعض خدا کی وحی پر امین بنائے گئے اور بعض مرسلین کے لئے خدا کی زبان ھیں اور خدا کی قضا اور اس کے حکم کے پھونچانے والے ھیں)
ھم قضاء الٰھی اور امر ربی کو نھیں سمجھتے مگر وہ واجبات اور احکام جو ملائکہ، انبیاء ومرسلین کے لئے لے کر نازل ھوتے ھیں تاکہ انبیاء اپنی امتوں تک پھونچادیں۔
قدر پر ایمان کے سلسلہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ھیں:
''الناس فی القدر علی ثلاثة أوجہ:رجل یزعم ان الامر مفوض الیہ فقد وہن اللّٰہ فی سلطانہ، فھو ھالک ورجل یزعم ان اللّٰہ جل وعز اجبر العباد علی المعاصی وکلفھم ما لا یطیقون فقدظلم اللّٰہ فی حکمہ فھو ھالک۔ ورجل یزعم ان اللّٰہ کلف العباد ما یطیقون ولم یکلفھم ما لا یطیقون فاذا أحسن حمد للہ واذا أساء استغفر اللّٰہ فہذا مسلم۔'' [86]

قدر کے سلسلہ میں لوگوں کے تین گروہ ھیں:
۱۔ وہ شخص جو گمان کرتا ھے کہ تمام کام اس پر چھوڑدئے گئے ھیں تو اس نے خدا کی سلطنت میں اس کی توھین کی اور وہ ھلاک ھونے والا ھے۔
۲۔ وہ شخص جو گمان کرتا ھے کہ خداوندعالم بندوں کی معصیت کرنے میں ان کا اجیر ھے، اور اس نے بندوں کو ان چیزوں پر مکلف بنایا جو ان کی قدرت سے باھر ھیں، تو اس نے خدا کے حکم کے سامنے خدا پر ظلم کیا اور وہ بھی ھلاک ھونے والا ھے۔
۳۔ وہ شخص جس کا یہ عقیدہ ھے کہ خداوندعالم اپنے بندوں کو انھی کاموں پر مکلف کرتا ھے جن کی وہ طاقت رکھتے ھیں اور جس چیز کی طاقت نھیں رکھتے ان پر مکلف نھیں کرتا، اور وہ جب کوئی نیک کام کرتا ھے تو خدا کی حمد کرتا ھے اور جب کوئی برا کام ھوجاتا ھے تو خدا سے استغفار کرتا ھے پس یھی شخص مسلمان ھے۔) اور یہ خداوندعالم کی قضاوقدر کے ایک دوسرے معنی ھیں جس میں اس کے امر(حکم) اور بندوں پر تکالیف کو بیان کیا گیا ھے،لہٰذا ھمارا اسلام پر راضی رہنا اور شریعت مقدسہ کا اقرار کرنا قضاء الٰھی پر راضی ھونا اور قدر الٰھی کا اقرار کرنا ھے۔

ہدایت وگمراھی
آخر بحث میں صرف ''ہدایت وگمراھی''کا مسئلہ باقی رہ گیا ھے جس کو علماء کرام نے جبر واختیار اور قضا وقدر کا ضمیمہ قراردیا ھے جیسا کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات ذکر ھوئی ھیں جن میں سے ایک اشارہ ملتا ھے کہ خداوندعالم ھی انسان کو ہدایت یا گمراھی دیتا ھے اور اس میں انسان کو کوئی اختیار بھی نھیں ھے، ارشاد ھوتا ھے:
[87]
''تو یھی خدا جسے چاہتا ھے گمراھی میں چھوڑدیتا ھے اور جس کو چاہتا ھے ہدایت کرتا ھے''
[88]
''اور جس کو خدا گمراھی میں چھوڑدے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نھیں''
قارئین کرام ! یھاں پر یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ اگر ہدایت وگمراھی خدا کی طرف سے ھے تو پھر گمراھوں کو ان کی گمراھی کی بناپر کیوں عذاب دے گا؟!! اور مومنین کو ان کی ہدایت پر ثواب کیوں دے گا؟!! جبکہ دونوں خداوندعالم کے افعال اور اس کے ارادہ سے ھیں۔
اس اعتراض کے جواب سے پہلے ھم ہدایت وگمراھی کے معنی بیان کرنا ضروری سمجھتے ھیں کہ لغت کی کتابوں اور قرآن مجید کے استعمالات میں ان دونوں کے کیا معنی ھیں تاکہ واضح طور پر ان دونوں کے مفھوم کو سمجھ سکیں۔

لغت میں ہدایت کے معنی:
''الدلالة علی الطریق الرشد''[89]
(ترقی کے راستہ پر دلالت کرنا)
لسان العرب میں ہدایت کے اس طرح معنی کئے ھیں:
''ہداہ للطریق والی الطریق، ـــ اذا دلّہ علی الطریق، وہدیتہ الطریق والبیت ہدایة ای عرفتہ۔[90]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کی راستہ کی طرف ہدایت کی جبکہ وہ راستہ کو جانتا تھا، یا میں نے اس کی راستہ کی ہدایت کی یعنی اس کو جانتا تھا
)
ہدایت گمراھی کی ضد ھے ،ہدایت کے معنی راہ دکھانا اور دلالت کے ھیں۔[91]
یا جیسا کہ کھا جاتا ھے : ''ہد یت لک فی معنی بینت لک ''۔[92]
(میں نے تمھارے اس معنی میں ہدایت کی جس کو میں نے بیان کیا)
اسی طرح سے خدا وند عالم کایہ فرما ن بھی ھے ۔ [93]
''کیا ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم۔ ''
لیکن خداوند عالم کا یہ فرمان :
[94]
''(جناب موسی علیہ السلام نے کھا) ھمارا پروردگار جس نے ھرچیز کو اسی کے (مناسب) صورت عطافرمائی اور پھراس نے ہدایت کی''
اس کے معنی یہ ھیں کہ خداوند عالم نے ھر چیز کو اس طریقہ سے پیدا کیا ھے تا کہ اس سے استفادہ کیا جاسکے ۔اس کے بعد اس کی زندگی کی طرف ہدایت کی ھے۔[95]
کلام عرب میں ہدایت کے معنی توفیق کے بھی ھیں جیسا کہ شاعر کہتا ھے :

ولاتحر فنی ہداک اللّٰہ مسألتی
ولاآکونن کمن اودی بہ السفر ۔[96]

(یعنی خداوندعالم آپ کو توفیق دے کہ آپ ھماری حاجت پوری کریں ۔)
جیسا کہ خداوند عالم کا فرمان بھی ھے:
[97]
یعنی ان کو جہنم میں داخل کردو۔
'' کما تہدی المرأۃ الی زوجھا یعنی بذلک انھا تدخل الیہ''[98]
(جیسا کہ بیوی کو اس کے شوھر کے گھر بھیجا جاتا ھے، اور (اسی نکاح کے ذریعہ) ان میں میاں بیوی کا رشتہ قائم ھوجاتا ھے)
اسی وجہ سے جو شخص قوم کے آگے آگے چلتا ھے یا ان کی ہدایت کرتا ھے اس کو ''ھادی'' کھا جاتا ھے ۔ [99]
او رہدایت کے معنی ثواب کے بھی ھیں [100]
جیسا کہ ارشاد ھوتا ھے:
[101]
''یعنی خدا نے ان کو ایمان کا ثواب عنایت فرمایا۔''
[102]
[103]
[104]
[105]
یعنی ان ظالمین، کافرین، فاسقین اور خائنین کو ثواب نہیں دیا جائے گا۔
نیز ارشاد قدرت ھوتا ھے:
[106]
''یعنی ان کو ثواب نہیں دیا جائے گا او رخدا جس کو چاھے ثواب عطا کرے''
قارئین کرام ! ضلال وگمراھی کے معنی ھلاکت کے ھیں ، جیسا کہ ارشاد خداوندی ھے:
[107]
''یعنی ھم نے ان کو ھلاک کردیا۔''
اور دین سے گمراھی کا مطلب حق سے دور ھوجانا اور اضلال کے معنی گمراھی کی دعوت دینا، یا گمراھی کو کسی کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سر پر لاد دینا، جیسا کہ خداوندعالم کا فرمان ھے:
[108]
''یعنی سامری نے ان کو گمراہ کر چھوڑا''
اور اضلال کے معنی گناہگاروں کو جہنم میں ڈالنے کے بھی ھیں۔ [109]
قارئین کرام ! ہدایت وضلال کے ان تمام مذکورہ معنی کے پیش نظر درج ذیل چیزیں روشن ھوجاتی ھیں:
۱۔ اضلال کے معنی مخالف حق، اور گمراھی کی دعوت دینا یا کسی کے سر پر گمراھی کو لاد دینا بھی ھیں، اور ان معنی کے لحاظ سے خدا کی طرف اس کی نسبت نہیں دے سکتے، ارشاد ھوتا ھے:
[110]
''خدا کی شان یہ نہیں کہ کسی قوم کو جب ان کی ہدایت کرچکا ھو اس کے بعد انھیں گمراہ کردے''
بلکہ ضلالت وگمراھی (جیسا کہ قرآن مجید میں وضاحت کی گئی ھے) صرف انسان کے ارادہ واختیار سے ھوتی ھے، ارشاد ھوتا ھے:
[111]
''جس نے کسی کو خدا کا شریک بنالیا وہ تو بس بھٹک کر بہت دور جاپڑا''
[112]
''(اے رسول) تم (یہ بھی) کہہ دو کہ اگر میں گمراہ ھوگیا ھوں تو اپنی ھی جان پر میری گمراھی (کا وبال) ھے''
[113]
''جو شخص روبراہ ھوتا ھے تو بس اپنے فائدہ کے لئے راہ پر آتا ھے او رجو شخص گمراہ ھوتا ھے تو اس نے بھٹک کر اپنا آپ بگاڑا''
[114]
''بے شک تمھارا پروردگار ان سے خوب واقف ھے جو اس کی راہ سے بھٹکے ھوئے ھیں''
اسی طرح اضلال ، ابطال وھلاکت کے معنی میں استعمال ھوا ھے:
ارشاد قدرت ھے:
[115]
''یعنی کافرین کو ھلاک کردیا گیا''
[116]
''یعنی کافرین وظالمین میں سے خدا جس کو بھی ھلاک کرنا چاہتا ھے اس کو ثواب عطا نہیں کرتا''
نیز خداوندعالم کا قول ھے:
< وَالَّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیلِ اللهِ فَلَنْ یُضِلَّ أَعْمَالَہُمْ>[117]
''یعنی جو لوگ راہ خدا میں جھاد کرتے ھیں خدا ان کے اعمال کو باطل نہیں کرتا''
۲۔ ہدایت، حق کی طرف دلالت کو کہتے ھیں۔
جیسا کہ خداوندعالم کا ارشاد ھے:
[118]
''شکر ھے اس خدا کا جس نے ھمیں اس (منزل مقصود) تک پھونچایا اور اگر خدا ھمیں یھاں تک نہ پھونچاتا تو ھم کسی طرح یھاں تک نہیں پھونچ سکتے تھے''
[119]
''بلکہ اگر تم (دعوی ایمان میں) سچے ھو تو (سمجھو کہ) خدا نے تم پر احسان کیا کہ اس نے تم کو ایمان کا راستہ دکھایا''
[120]
''اور رھے ثمود تو ھم نے ان کو سیدھا رستہ دکھا دیا مگر ان لوگوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراھی کو پسند کیا۔''
اسی طرح ہدایت کاثواب پر بھی اطلاق ھوتا ھے۔
جیسا کہ ارشاد خداوندعالم ھے:
[121]
''یعنی ان کو ثواب دیا جائے گا''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قارئین کرام ! ہدایت وضلالت کے معنی کی بحث سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ھیں:
اگر اضلال کے " خلاف حق اشارہ کرنے" کے معنی مرادلئے جائیں تو یہ معنی خداوندعالم کے لئے محال ھیں کےونکہ خدا تو حق کا حکم دیتا ھے، جبکہ عقلِ انسان بھی حکم کرتی ھے کہ خداوندعالم کبھی بھی خلاف حق حکم نھیں دے سکتا۔
ہدی وہدایت کے معنی ، حق کی طرف دلالت کرنا ھے اور یہ کام خداوندعالم نے کیا بھی ھے اور ھر زمانہ میں ارسال رسل اور انزال کتب کے ذریعہ حق کی طرف ہدایت کی بھی ھے۔
لہٰذا ان تمام باتوں کے پیش نظر ہدایت وگمراھی کے صرف یھی بہترین معنی ھیں کہ اضلال کے معنی ھلاکت اور عقاب کے ھیں او رہدی وہدایت کے معنی ثواب کے ھیں، اور قرآن مجید میں
یھی دونوں معنی مراد بھی ھیں، جن کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ھے، ارشاد ھوتا ھے:
[122]
"یعنی جن کو خدا کے عذاب میں مبتلا کیا ھے کیا وہ چاہتے ھیں کہ ان کو ثواب دیا جائے"
[123]
"یعنی قرآن کے ذریعہ، خداوندعالم نے بہت سے لوگوں کو ھلاک کردیا ، کیونکہ ان لوگوں نے قرآن کے مقابلہ میں سرکشی کی اور اس کے اوامر ونواھی پر عمل نھیں کیا جبکہ ان پر اس پر عمل کرنا واحب ھے۔"
اور اگر ہدایت کے معنی ثواب نہ ھوں تو پھر ھم قرآن مجید میں موجود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بارے میں ہدایت کے معنی نھیں سمجھ پاتے، کیونکہ ارشاد ھوتا ھے:
< لَیْسَ عَلَیْکَ ہُدَاہُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہْدِیْ مَنْ یَشَاءُ >[124]
"(اے رسول) ان کا منزل مقصود تک پہچانا تمھارا فرض نھیں ھے (تمھارا کام) راستہ دکھانا ھے مگر ھاں خدا جس کو چاھے منزل مقصود تک پھونچادے"
[125]
"(اے رسول) تم جسے چاھو منزل مقصود تک نھیں پھونچاسکتے مگر ھاں جسے خدا چاھے منزل مقصود تک پہنچائے"
کیونکہ اگر ہدیٰ کے معنی ارشاد اور دلالت کے ھوں تو پھر یہ دونوں آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی رسالت کو ناکام کردیتی ھیں کیونکہ پھر نبی پر ارشاد اور توجیہ کرنا واجب ھے۔
لہٰذا اسی طریقہ پر ھم قرآن مجید کی دوسری آیات میں موجود لفظ ہدیٰ واضلال کو سمجھ سکتے ھیں کیونکہ ھمارے لئے واضح ھے کہ یہ تمام نصوص اختیار کامل اور ارادہ وآزادی کے خلاف معنی سے سالم ومحفوظ ھیں۔
اسی بنا پر ھم رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے فرمان کو بہترین طریقہ سے سمجھتے ھیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا:
" الشقی من شقی فی بطن امہ والسعید من سعد فی بطن اُمّہ"
(شقی اپنے ماں کے شکم سے شقی ھوتا ھے او رسعید اپنی ماں کے شکم سے سعید ھوتا ھے)
اس کے معنی یہ نھیں ھیں کہ خداوندعالم نے انسان کو مجبور خلق کیا تاکہ وہ ضلالت وگمراھی کے ذریعہ شقی ھوجائے یا اطاعت وہدایت کے ذریعہ سعید ھوجائے بلکہ مقصد یہ ھے جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:
"الشقی من علم اللّٰہ وھو فی بطن امہ انہ سیعمل عمل الاشقیاء، والسعید من علم اللّٰہ وھو فی بطن امہ انہ سیعمل عمل السعداء"
(شقی وہ ھے جس کے بارے میں خدا جانتا ھے (درحالیکہ وہ شکم مادر میں ھوتا ھے) کہ وہ اشقیاء والے کام انجام دے گا، اور سعید وہ ھے جس کے بارے میں خدا جانتا ھے کہ نیک کاموں کو انجام دے گا)
پس ثابت یہ ھوا کہ خداوندعالم پر حقیقت واضح ھوتی ھے، جیسا کہ ھم پھلے بھی بیان کرچکے ھیں اور اس میں ذرہ برابر بھی معنی جبر واکراہ نھیں ھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] سورہ نحل آیت ۹۰۔
[2] سورہ فصلت (حم سجدہ) آیت ۴۶۔
[3] سورہ انبیاء آیت ۲۳۔
[4] سورہ مومنون آیت ۸۸۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[5] سوره یوسف آیت ۴۰۔
[6] سوره مائده آیت ۴۴۔
[7] سوره نحل آیت ۹۰۔
[8] سوره مائده /۸۔
[9] سوره نساء/ ۵۸۔
[10] سوره شوریٰ آیت۱۵۔
[11] سوره نحل آیت ۷۶۔
[12] سوره انعام/ ۱۱۵۔
[13] سوره کہف/۸۷۔
[14] سوره آل عمران/۵۷۔
[15] سوره اعراف/۴۴۔
[16] سوره شعرا/ ۲۲۷۔
[17] سوره زخرف/۶۵۔
[18] سوره نحل/ ۱۱۸۔
[19] سوره هود /۱۰۱۔
[20] سوره ص/۲۷۔
[21] سوره مومنون /۱۱۵و
[22] سوره انفال آیت۷۔
[23] سوره نساء آیت ۲۶۔
[24] سوره زمرآیت۷۔
[25] سوره توبہ آیت ۹۶۔
[26] سوره مائده آیت ۶۔
[27] سوره نجم آیت ،۳۹۔
[28] سوره روم آیت ۴۴۔
[29] سوره توبہ آیت ۵۱۔
[30] سوره نساء آیت ۷۸۔
[31] عیون اخبار الرضا(ع) تالیف شیخ صدوق ، ج ۲ ص ۱۱۴، روضة الواعظین تالیف فتال نیشاپوری، ص۳۸، احجاج طبرسی، ص ۱۹۸، بحار ا لانوار ج ۷۵ ۳۵۴، (تحقیق مترجم)
[32] سوره طور آیت ۲۱۔
[33] سوره نساء آیت ۱۲۳۔
[34] سوره نساء آیت ۱۲۳۔
[35] سوره کہف آیت ۲۹۔
[36] سوره زلزلة آیت ۷،۸۔
[37] سوره فصلت(حم سجده)آیت ۱۷۔ (۶)سوره تحریم آیت ۷۔
[38] سوره آل عمران آیت ۱۹۵۔
[39] سوره زمر آیت ۲۶۔
[40] سوره مائده آیت ۱۱۰۔
[41] سوره آل عمران آیت ۴۹۔
[42] ۷سوره عنکبوت آیت ۱۷۔
[43] سوره مومنون آیت ۱۴۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[44] سورہ مومنون، آیت 14.
[45] سورہ صافات آیت ۱۲۵۔
[46] سورہ صافات آیت ۹۶۔
[47] ترجمہ معترض کے لحا ظ سے ھے۔ مترجم)
[48] سورہ صافات آیت ۹۵۔
[49] سورہ صافات آیت ۹۶۔
[50] سورہ زمر آیت ۶۵۔
[51] سورہ قصص آیت ۸۴۔
[52] سورہ نور آیت ۲۴۔
[53] سورہ سجدہ آیت ۱۴۔
[54] سورہ زمر آیت ۲۴۔
[55] سورہ نور آیت۶۳۔
[56] سورہ سبا آیت ۱۲۔
[57] سورہ حم سجدہ آیت ۴۶۔
[58] سورہ آل عمران آیت ۱۸۲۔
[59] سورہ ق آیت ۲۹۔
[60] سورہ آل عمران آیت ۱۰۸۔
[61] سورہ غافر آیت ۳۱۔
[62] سورہ نساء آیت ۴۰۔
[63] سورہ یونس آیت ۴۴۔
[64] سورہ کہف آیت ۴۹۔
[65] سورہ انبیاء، آیت ۲۳ ۔
[66] سورہ آل عمران آیت ۹۔
[67] سورہ نساء آیت ۱۱۱۔
[68] سورہ بقرہ آیت ۲۸۶۔
[69] سورہ مائدہ آیت ۳۸۔
[70] سورہ یونس آیت ۲۷۔
[71] سورہ انعام آیت ۱۲۰۔
[72] سورہ شمس آیت ۷ تا ۱۰۔
[73] لسان العرب ج۱۵ص ۱۸۶۔۱۸۷۔
[74] لسان العرب ج۱۵ص۷۴۔
[75] سورہ فصلت آیت ۱۲۔
[76] سورہ اسراء آیت ۲۳۔
[77] سورہ اسراء آیت ۴۔
[78] سورہ فصلت (حم سجد) آیت ۱۰۔
[79] سورہ یٰس آیت ۳۹۔
[80] سورہ مزمل آیت ۲۰۔
[81] سورہ فرقان آیت ۲۔
[82] سورہ نحل آیت ۵۷۔
[83] تحف العقول ص ۳۴۹تا ۳۵۰۔(اصول کافی جلد اول ص ۱۵۵، بحار الانوار ج۵ ص ۷۵ ، مترجم)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[84] نہج البلاغہ ج۳ ص ۱۶۷۔
[85] نہج البلاغہ ج۳ ص ۱۶۷۔
[86] تحف العقول ص ۳۴۴۔
[87] سورہ ابراھیم آیت ۴۔
[88] سورہ رعد آیت ۳۳۔
[89] التبیان جلد اول ص ۴۱۔
[90] لسان العرب ،ج۱۵ ص۳۵۵۔
[91] لسان العرب ،ج۱۵ ص۳۵۳ تا ص۳۵۴۔
[92] لسان العرب ،ج۱۵ ص۳۵۳ تا ص۳۵۴۔
[93] سورہ سجدہ آیت ۲۶۔
[94] سورہ طٰہٰ آیت ۵۰۔
[95] لسان العرب ،ج۱۵ ص۳۵۳ تا ص۳۵۴۔
[96] تفسیر طبری جلد اول ص۷۲تا ص۷۳۔
[97] سورہ صافات ص۲۳۔
[98] تفسیر طبری جلد اول ص۷۳۔
[99] مجمع البیان جلد اول ص ۲۷،۲۸۔
[100] مجمع البیان جلد اول ص ۲۷،۲۸۔
[101] سورہ یونس آیت ۹۔
[102] سورہ بقرہ آیت ۲۵۸۔
[103] سورہ بقرہ آیت ۲۶۴۔
[104] سورہ مائدہ آیت ۱۰۸۔
[105] سورہ سوسف آیت ۵۲۔
[106] سورہ بقرہ آیت ۲۷۳۔
[107] سورہ سجدہ آیت ۱۰۔
[108] سورہ طٰہٰ آیت ۸۵۔
[109] التبیان جلد اول ص ۴۶۔
[110] سورہ توبہ آیت ۱۱۵۔
[111] سورہ نساء آیت ۱۱۶۔
[112] سورہ سباء آیت ۵۰۔
[113] سورہ اسراء آیت ۱۵۔
[114] سورہ قلم آیت۷۔
[115] سورہ غافر آیت ۷۴۔
[116] سورہ رعد آیت ۳۳۔
[117] سورہ محمد آیت ۴۔
[118] سورہ اعراف آیت ۴۳۔
[119] سورہ حجرات آیت ۱۷۔
[120] سورہ فصلت(حم سجدہ)آیت ۱۷۔
[121] سورہ محمد آیت ۵۔
[122] سورہ نساء آیت ۸۸۔
[123] سورہ بقرہ آیت ۲۶۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[124] سورہ بقرہ آیت ۲۷۲۔
[125] سورہ قصص آیت ۵۶۔

نبوت

[1]
”اور ھم تورسولوں کو صرف اس غرض سے بھیجتے ھیں کہ(نیکوں کو جنت کی)خوشخبری دیں او (بدوں کو عذاب جہنم سے) ڈرائیں، پھر جس نے اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں پر قیامت میں کوئی خوف نہ ھوگا اور نہ ھی وہ غمگین ھوں گے۔“
[2]
”اے ایمان والو ! خدا اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (محمد) پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے پھلے نازل کی ایمان لاؤ، اور (یہ بھی یاد رھے کہ) جو شخص خدا اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت کا منکر ھوا تو وہ راہ راست سے بھٹک کر بہت دور جا پڑا۔“
حضرت علی علیہ السلام فرماتے ھیں:
”وواتر الیھم انبیاء ہ، لیستأدوھم میثاق فطرتہ، ویذکروھم منسي نعمتہ، ویحتجوا علیھم بالتبلیغ، ویثیروا لہ دفائن العقول“
(خدا نے انسانیت کی خاطر مسلسل انبیاء بھیجے تاکہ ان کی فطرت کو بیدار کریں اور اور ان کو خدا کی فراموش شدہ نعمتوں کے بارے میں یاد دلائیں، اور تبلیغ کے ذریعہ ان پر حجت قائم کریں، اور ان کے لئے عقل کے چھپے خزانوں کو ظاھر کریں)

مقدمہ
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
قارئین کرام ! جب یہ بات طے ھے کہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان موجو ھے ان پر بغیر کسی شریک اور مخالف کے خدا کا حکم جاری ھے، کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ھے:
[3]
وھی خدا جس کے سوا کوئی قابل عبادت نھیں (حقیقی) بادشاہ پاک ذات (ھر عیب سے) بری، امن دینے والا، نگھبان، غالب زبردست بڑائی ولا ھے۔“
نیز ارشاد ھوتا ھے:
[4]
”وھی خدا (تمام چیزوں کا) خالق ، موجد صورتوں کا بنانے والا اس کے اچھے اچھے نام ھیں“
ایضاً :
[5]
”وھی خدا ھے جس کے سوا کوئی معبود نھیں پوشیدہ اور ظاھر کا جاننے والا ،وھی بڑا مھربان نھایت رحم کرنے والا ھے“
اور جب ان آیات کی روشنی میں یہ طے ھوگیا ھے کہ تمام چیزوں پر خداوندعالم کا ھی حکم جاری ھے جس کی گواھی مستحکم دلائل اورفطرت انسانی دیتی ھےں تو اس خدا کے لئے سب سے پھلے یہ ضروری ھے (اس کے لطف وکرم اور فضل کی بنا پر) کہ وہ نوع بشریت کی ہدایت کا انتظام کرے تاکہ اس ہدایت کے ذریعہ نوع بشریت کمال وعروج تک پھونچے ان کی رفتار وگفتار کی اصلاح کرے، جیسا کہ خدا کے لئے یہ بھی ضروری ھے (لطف وکرم اور فضل کی تکمیل کے لئے) کہ ھر زمانہ کے انسانوں کے لئے حلال وحرام کی تفصیل بیان کرے تاکہ ان پر اتمام حجت ھوجائے اور عام طور پر سبھی مستفید ھوسکیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قارئین کرام ! یہ تھے مختصر طور پر نبوت عام کے معنی۔
اور جبکہ عقلِ انسانی زمانہ کے ساتھ ترقی کررھی ھے اور تیزی سے جدید نتائج اور گھرائیوں کا پتہ لگارھی ھے تو اس لحاظ سے آسمانی ادیان بھی جو کہ انسانی عقل کے اعتبار سے نازل کئے گئے ھیں تاکہ ھر قوم وملت اور ھر زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرسکے، اور ان کی ضروریات کا مکمل طور پر جواب دے سکے نیز اس زمانے کے فکری مسائل کا حل پیش کرسکے، یہاں تک کہ اسلام اس درجہ پر پھونچا کہ خداوندعالم نے اس کو منتخب کیا تاکہ قیامت تک کے انسانوں کے لئے ان کی عقلی پیشرفت اور ترقی کا جواب گو ھوسکے۔
یہ تھے معنی نبوت بمعنی خاص۔
ھم اس حصہ میں عنقریب نبوت پر عام معنی میں روشنی ڈالیں گے جو گذشتہ انبیاء علیھم السلام سے متعلق ھے، نیز ھم نبوت بمعنی خاص کی بھی وضاحت کریں گے جو دین اسلام سے مربوط ھے اور دین اسلام کے مبلغ اعظم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی زندگی پر بھی روشنی ڈالیں گے۔
البتہ کتاب کی ضخامت کو مد نظر رکھتے ھوئے واضح عبارت اور دلیلوں کے ذریعہ گفتگو کریں گے۔
لیکن توجہ رھے کہ ھم آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت پاک کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کرسکتے کیونکہ اس کے لئے خود ایک مستقل کتاب کی ضرورت ھے البتہ اس سلسلہ میں ھم نے ''فی رحاب الرسول (ص)'' نامی کتاب کا کام شروع کررکھا ھے امید ھے کہ خداوندمنان توفیق اور فرصت عطا کرے تاکہ اس کو پایہ تکمیل تک پھونچادیں۔
اسی وجہ سے ھمارے قارئین محترم اس باب میں ''نبوت'' اور اس سے مربوط مسائل کے علاوہ دوسری گفتگو نہیں پائیں گے، خداوندعالم ھماری مدد کرے اور استحکام عطا فرمائے۔
[6]
''اے ھمارے پالنے والے (جب) ھم نے ایک آواز لگانے والے (پیغمبر) کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے پکارتا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ھم ایمان لائے، پس اے ھمارے پالنے والے ھمارے گناہ بخش دے اور ھماری برائیوں کو ھم سے دور کردے، اور ھمیں نیکیوں کے ساتھ اٹھا، اور اے پالنے والے اپنے رسولوں کی معرفت ھم سے جو کچھ وعدہ کیا ھمیں دے، اور ھمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، تو تووعدہ خلافی کرتا ھی نہیں۔''
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نبوت بمعنی عام
ھم نے پہلے بیان کیا اور اس نتیجہ کو باقاعدہ دلیلوں کے ذریعہ ثابت کیا کہ اس کائنات کے خالق پر ایمان رکھنا بالکل واضح ھے جس پرعقل، منطق، فطرت اور وجدان سبھی دلالت کرتے ھیں، اور اسی وضاحت کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ اگر ''مادہ'' کا وجود معلول ھے تواس کے لئے ایک ایسی قدرت کا ھونا ضروری ھے جو معلول نہ ھو، اسی ذات کو ''واجب الوجود'' اور ''ضروری الوجود'' کہتے ھیں، نیزاسی ذات اور مصدر اول کاعاقل ا ور توانا اور حکیم ھونا ضروری ھے، اور یہ چیزیں مادہ میں نہیں پائی جاتیں۔
ھم نے اس سے قبل اس بات کو بھی ثابت کیا کہ تمام چیزوں پر خداوندعالم کی ھی حاکمیت ھے کیونکہ:
< وَھو عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْر>[7]
''اور وہ ھر چیز پر قادر وتوانا ھے''
< اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ> [8]
''بے شک تمھارا پرودگار جو چاہتا ھے کرھی کے رہتا ھے''
[9]
''تو وہ خدا (ھر نقص سے) پاک وصاف ھے جس کے قبضہ قدرت میں ھر چیز کی حکومت ھے''
< لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَہُمْ یُسْأَلُوْنَ >[10]
''جو کچھ وہ کرتا ھے اس کی پوچھ گچھ نہیں ھوسکتی (ھاں) اور لوگوں سے باز پرس ھوگی۔''
وہ سھو ونسیان سے پاک وپاکیزہ ھے وھی غنی وحمید ھے اور ھم کسی ایسی ذات کی حاکمیت پر تسلیم نہیں کرتے جس میں یہ صفات نہ پائی جائیں، اور عقل اس بات کی طرف واضح ثبوت دیتی ھے کہ یہ تمام صفات اللہ رب العزت کے علاوہ کسی میں نہیں پائی جاتے۔ [11]
قارئین کرام ! ھماری مذکورہ باتوں سے درج ذیل مسلم نتائج برآمد ھوتے ھیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ھمارا خدا وہ ھے جو قادر، عاقل اور حکیم ھے ، در حقیقت سارے جھان پر اس کی مکمل طور پر حاکمیت ھے اور نظام بشریت کا اسی حاکمیت کے زیر سایہ رہنا ضروری ھے تاکہ اس کی حاکمیت مزید روشن ھو، ایسی حاکمیت جس میں وہ جو چاھے کرے جو چاھے نہ کرے، کیونکہ خداوندعالم کی ذات عالم ھے اور اس کے علم کی طرح کسی کاعلم نہیں انسان خدا کے علم کی طرف ہزاروں سال بعد متوجہ ھورھا ھے جبکہ سب لوگوں کے ذوق اور سلیقے الگ الگ ھیں جن کے مصالح اور خواہشات جدا ھیں، افکار ونظریات مختلف ھیں اور اس شدید اختلاف کی صورت میں کوئی بھی حکومت نہیں کرسکتا مگر یہ کہ جس کی سب پر حکومت ھو اور تمام افراد اسی کے سامنے سر جھکائیں، ایسی حکومت جس میں ھر انسان کے لئے اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی کے مسائل کو بیان کیا گیا ھو، جس کے زیر سایہ نوع بشریت کی تمام مشکلات حل ھوجائیں۔

اس بات کو علماء کلام کی زبان میں ”ہدف بعثت انبیاء (ع) “ کھا جاتا ھے جس کو ”نبوت کے اغراض ومقاصد“ بھی کھا جاسکتا ھے۔

ھوسکتا ھے کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ھو کہ: خداوندعالم نے نوع انسانی کی زندگی کے لئے ایک خاص نظام کیوں معین کیا؟! اور کیوں نہ اس کو مکمل طور پر آزاد چھوڑدیا تاکہ اپنے نظریات وخیالات کی بنا پر قواعد وضوابط بنائے اور اپنے تجربہ سے فائدہ حاصل کرے، چاھے وہ صحیح ھوں یا غلط، چاھے کسی چیز میں ترمیم کرے یاکسی چیز کو حذف کردے ،کسی چیز کو معتدل بنائے یا اس کو بالکل ھی بدل کر رکھ دے، یھاں تک کہ اپنی آخری منزل پر ایک بہترین اور کامل ترین نظام معین کرلے؟!

قارئین کرام ! ھم اس سوال کے تین جواب پیش کرتے ھیں:

پھلا جواب:

نظام اورقوانین بنانا صرف اسی کاحق ھے جو ”مصدر سلطنت“ (مالک الملک) ھو اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ھو، اور اسی بات پر آج کے تمام قانون گذار اور سیاست مدار اتفاق رکھتے ھیں۔

اور جیسا کہ ھمارا اعتقاد ھے کہ اللہ رب العزت مالک الملک ھے وھی قانونی اور واقعی طور پر حاکم ھے کسی دوسرے کو ذرہ برابر بھی دخالت کرنے کا حق نہیں ھے، تو پھر نظام انسانی وغیر انسانی کے قوانین وضوابط بنانے کا حق اسی کا ھے:

[12]

”(اے رسول) ان سے کہہ دو کہ بس خدا ھی کی ہدایت تو ہدایت ھے(باقی سب ڈھکوسلا ھے) “

دوسرا جواب:

کیونکہ ھم معتقد ھیں کہ عقل انسانی اگرچہ اس کو خلاقیت کی قوت دی گئی ھے لیکن پھر بھی بعد والی مصلحتوں کا ادراک کرنے سے قاصر ھے، اور انسان اپنے اوپر آنے والی مشکلات کو دور نہیں کرسکتااگرچہ کچھ مشکلات کو تجربات کی بنا پر حل کرسکتا ھے اور بعض میں غلطی اور خطا کا بھی امکان ھے، اور بعض مشکلات تو ایسی ھوتی ھیں کہ انسانی عقل کی رسائی تک نہیں اور منزل مقصود تک نہیں پھونچا جاسکتا:

[13]

”اور ھم نے تم پر کتاب (قرآن) تو اسی وجہ سے نازل کی تاکہ جن باتوں میں یہ لوگ باھم جھگڑا کئے ھیں ان کو صاف صاف بیان کردو“

تیسرا جواب:

اس نظام بشریت سے پھلے بھی خاص نظریات کی حکومت تھی اور بعض امتیازات کو فوقیت دی جاتی تھی، نظام کے بنانے والے چاھے جس قبیلہ سے ھوں یا کسی رنگ کے ھوں،ان میں ذات پات کا انعکاس پایا جاتا تھا۔

اسی لئے ضروری تھا کہ نوع انسانی ان تمام جھل ونادانی اور غلط تجربوں سے چھٹکارا پانے کے لئے ایک ایسا عام نظام بنائیں جو انسان کی ضرورتوں کو جانتا ھو، اور ان کی روز مرہ کی مشکلات کو درک کرنے کی صلاحیت رکھتا ھو، اور اس کے نفع ونقصان کی چیزوں کو بیان کرتا ھو، اور نوع انسانی کے تمام افراد کے ساتھ مساوات کے قائل ھو ، اور یہ نہ دیکھے کہ یہ کس گروہ سے تعلق رکھتاھے کس طبقہ سے مرتبط ھے، اور کس شھر کا رہنے والا ھے۔

اس کائنات میں ان صفات کا حامل خداوندعالم کے علاوہ کوئی نہیں ھے۔ اور یہ نظام اورقوانین خدا کی طرف سے بھیجے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گئے انبیاء (ع) کی رسالت کے علاوہ کچھ نہیں ھے، خدا نے اپنے انبیاء کو روئے زمین پر بھیجا تاکہ انسانیت کو کامیاب وکامران بنائیں اور اس کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف ہدایت کرے۔
اور ''لطف'' کے یھی معنی علماء علم کلام کی بھی مراد ھیں، لہٰذا اسی (لطف) کی طرف مستند کرتے ھیں کہ قاعدہ لطف کی بنا پر خداوندعالم کے لئے ضروری ھے کہ تاقیام قیامت نبوت کاانتظام کرے تاکہ نبوت کے ذریعہ نوع انسانی ہدایت یافتہ ھوکر اپنے نفع ونقصان کی باتوں کا پتہ لگاسکے اور ان پر عمل پیرا ھوکر سعادت اخروی حاصل کرلے۔
براھمہ [14]کا نظریہ یہ ھے کہ انسان کو انبیاء ومرسلین کی کوئی ضرورت نہیں ان کی دلیل اور گمان یہ ھے کہ چونکہ انبیاء (ع) وھی سب کچھ بیان کرتے ھیں جس بات کاعقل حکم کرتی ھے تو جب ھمارے پاس عقل ھے تو پھر انبیاء ومرسلین کی کیا ضرورت ھے؟! اور اگر انبیاء وہ چیزیں بیان کریں جو عقل کے مخالف ھوں تو ان کو فرض کے خلاف سمجھ کر چھوڑدیا جاتا ھے اوران پر عمل نہیں کیا جاتا۔
لیکن ان کی یہ دلیل اور گمان بالکل واضح البطلان ھے کیونکہ دلیل و برھان ان کے نظریہ کے برخلاف ھے، کیونکہ جو شخص بھی آسمانی ادیان سے واقف ھے اس کو یہ بات اچھی طرح معلوم ھے کہ ھمیشہ شریعت ایسی چیزوں پر مشتمل ھوتی ھے جن میں سے کچھ چیزیں عقل پر واضح ھوتی ھیں جبکہ کچھ چیزیں واضح نہیں ھوتیں اور جو چیزیں عقل پر واضح ھوتی ھیں ان پر شریعت زور دیتی ھے اور ان پر عمل کرنے کاحکم دیتی ھے اور اس میں عقل کی اھمیت واضح ھے۔
لیکن وہ چیزیں جو عقل پر واضح اور معلوم نہیں ھوتیں (جبکہ ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ھے) تو ان چیزوں میں مقصد یہ ھوتا ھے کہ لوگوں کو ان بہترین کاموں کی طرف ہدایت کرے جن میں انسان اپنی زندگی کے مشکل ، مجھول اور جدید مسائل میں سرگرداں رہتا ھے۔
یہ وہ چیزیں ھیں جن کو عقل نہیں پہچانتی اور جن کو براھمہ نے ''مخالف عقل'' سے تعبیر کیا ھے جبکہ ان کی یہ تعبیر بعید از عقل ھے، کیونکہ رسالت ونبوت جو کچھ بھی بیان کرتی ھیں وہ کبھی بھی عقل کے مخالف نہیں ھوا کرتی،لیکن چونکہ انھوںنے ھر اس چیز کو مخالف عقل قرار دیدیا جو عقل پرواضح نہ ھو، اور یھیں سے رسالت ونبوت مجھول چیزوں سے پردہ برداری کرتی ھیں، اور عقل کو متوجہ کرتی ھے۔
ارشاد رب العز ت ھے:
< لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُولاً مِنْ أَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ آیَاتِہِ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ>[15]
''خدا نے توایمانداروں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے واسطے انھیں کی قوم سے ایک رسول بھیجا جو انھیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ھے اور ان کی طبیعت کو پاکیزہ کرتا ھے اور انھینکتاب (خدا) اور عقل کی باتیں سکھاتا ھے''
نیز ارشاد ھوتا ھے:
[16]
''(سر تا پا) ہدایت اور رحمت اورخوشخبری ھے''
کیونکہ خداوندعالم نے ان عظیم سُفراء (انبیاء (ع)) کو امام کی صفت سے متصف کیا ھے :
[17]
''ھم تم کو لوگوں کا امام بنانے والے ھیں''
اسی طرح انبیاء (ع) کو خلافت کے نام سے نوازا:
[18]
''اے داوود ھم نے تم کو زمین پر (اپنا) نائب قرار دیا''
اور کبھی ان حضرات کو رسالت کے لقب سے سرفراز کیا:
[19]
''اور پیغمبروں پر (درود) وسلام ھو''
< اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسَالٰاتِ اللّٰہِ>[20]
''وہ لوگ جو خدا کے پیغاموں کو (لوگوں تک جوں کا توں) پہنچاتے ھیں''
اور کبھی ان کو نبوت کا نام دیا:
< فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ >[21]
''تب خدا نے (نجات سے) خوشخبری دینے والے اور (عذاب سے) ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور کبھی بھی ان حضرات کو حاکم کی صفت سے توصیف نہیں فرمایا، چاھے قانونی معنی کے لحاظ سے ھو یا سیاسی لحاظ سے، کیونکہ نبی ورسول حاکم اعلی نہیں ھوتے ھیں بلکہ حاکم اعلی (خدا) کے نائب ھوتے ھیں۔
قرآن کریم مذکورہ صفات (جن کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ھے) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمسے خطاب کے لئے فقط نبی اور رسول کہہ کر خطاب فرماتا ھے:
[22]
''اے رسول جو حکم تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ھے اس کو پہنچادو''
[23]
''اے رسول تم کو بس خدا کافی ھے''
اور یھی دوصفات قرآن مجید میں اکثر مقامات پر تکرار ھوئی ھیں، اب سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ کیا یہ ان دونوں صفات کے ایک ھی معنی ھیں یا ان صفات میں فرق ھے؟!
اس سوال کے جواب میں صرف اتنا عرض کرنا ھے کہ صاحب علم وبصیرت کے نزدیک حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے بارے میں ان دونوں صفات میں کوئی فرق نہیں ھے کیونکہ آپ کی ذات گرامی میں یہ دونوں صفات جمع ھیں اور آپ کی ذات والا صفات ان دونوں الفاظ کی مصداق ھے، اور اگر ان دونوں صفات میں فرق پایا جاتا ھے تو گذشتہ انبیاء ومرسلین میں ملتا ھے کہ ان میں سے بعض رسول تھے اور باقی تمام نبی۔
اگرچہ اس سلسلہ میں بہت سی تاویلات بیان کی گئی ھیں اور ان دونوں صفات کو اس طرح بیان کیا گیا ھے:
نبی وہ ھوتا ھے جو خدا کی باتوں کو بغیر واسطہ کے انسانوں تک پھونچائے چاھے وہ صاحب شریعت ھو یا نہ ھو، صاحب شریعت ھو جیسے ھمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمیا صاحب شریعت نہ ھو جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کیونکہ ان کو اس وجہ سے نبی کھا گیاکہ ''انھوں نے خدا کی طرف سے خبر دی ھے۔'' نبی بروزن فعیل بمعنی مفعل ھے[24]
اور رسول وہ ھوتا ھے جو بغیر واسطہ کے خدا کی طرف سے خبر دے اور وہ صاحب شریعت بھی ھو۔ [25]
یھاں سے یہ بات ظاھر ھوتی ھے کہ خدا کی طرف سے خبر دینے میں نبی ورسول دونوں برابر ھیں لیکن رسول کا امتیاز یہ ھے کہ وہ صاحب شریعت بھی ھوتا ھے جبکہ نبی عام ھوتا ھے چاھے وہ صاحب شریعت ھو یا پھلے نبی کی شریعت کی تبلیغ کرے۔
اور یھی فرق اس سلسلہ میں بیان شدہ فرقوں میں بہتر ھے، جس کی وجہ سے علماء اھل کلام نے کھا ھے کہ :
''ان کل رسول نبی ولا عکس''
(یعنی ھر رسول نبی ھوتا ھے لیکن ھر نبی رسول نہیں ھوتا)
بھر حال ھماری گذشتہ گفتگو سے یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ خدا پر نبوت کا انتظام کرنا واجب ھے اور اس ''وجوب نبوت'' پر عقل اور قاعدہ لطف دونوں حکم کرتے ھیں۔
اسی طرح خدا اور بندوں کے درمیان ایسے سفیرونکا موجود ھونا ضروری ھے جو بندوں تک احکام پھونچائیں۔
نیز یہ بھی ضروری ھے کہ انبیاء (ع) کے پاس کوئی ایسی نشانی موجود ھو جو نبوت کے دعوے کو سچ کردکھائے، کیونکہ الٰھی سفارت کا یہ منصب اتنا عظیم ھوتاھے جس کا بہت سے لوگوں نے دعویٰ کیا ھے لہٰذا اس منصب کے ادعا کرنے و الے بعض جھوٹے ھوتے ھیں اور بعض سچے، لہٰذا نبی کے پاس وہ عظیم نشانی ھو جو طبیعی افعال سے بلندوبالا ھو اور ایسا کام کوئی جھوٹا دعویٰ کرنے والا انجام نہ دے سکتا ھو، اور یہ عظیم نشانی صرف ''معجزہ''میں منحصر ھے جو طبیعی قوانین کا پابند نہیں ھوتا بلکہ ان قوانین کو توڑ دیتا ھے اور ان سے بالاتر کی اشیاء کو پیش کرتا ھے۔
اب سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ ''معجزہ'' کیا ھے؟ تو معجزہ اور اعجاز کے لغت میں معنی ھیں: عجز کا ایجاد کرنا جیسے ''عجزت زیداً ای جعلتہ عاجزاً'' (میںنے زید کو عاجز کردیا)
اصطلاحی معنی: خدا کی طرف سے نبوت کا دعویٰ کرنے والا کوئی ایسا کام انجام دے جو طبیعی قوانین سے بالاتر ھو، اور (اس زمانہ کے)لوگ ایسا کام کرنے سے عاجز ھوں، اور یہ معجزہ نبی کے دعویٰ کی صداقت اور سچائی پر گواہ بن جائے۔
قارئین کرام ! اس بات پر توجہ رکھنا ضروری ھے کہ بعض وہ چیزیں جو جادوگر یا بعض علوم کے ماھرین انجام دیتے ھیں اس کو اصطلاح میں معجزہ نہیں کھا جاتا، اگرچہ جادوگروں کے کام کو کو ئی دوسرا نہیں کرسکتا (لیکن کیا کوئی دوسرا جادوگر بھی اس کام کو انجام نہیں دے سکتا؟ بالکل دے سکتا ھے) کیونکہ جادوگروں کا کام خاص قواعد کے تحت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوتا ہے او ران قواعد وقوانین کے جاننے والے ان نتائج تک پہونچ ہی جاتے ہیں اگرچہ ضروری ہے کہ وہ ان قواعد میں ماہر ہونا اورمہارت رکھنا ضروری ہے۔
ہوسکتا ہے کوئی شخص منصب الٰھی کا دعویٰ کرے او رکوئی ایسا کام بھی انجام دے جس کو دوسرے افراد انجام دینے سے عاجز ہوں، لیکن پھر بھی اس کا یہ کام اس کے جھوٹ کی دلیل بن جاتا ہے، جیسا کہ مسیلمہ کذاب کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ جب اس نے ایک کم پانی والے کنویں میں پانی زیادہ کرنے کے لئے تھوکا تو اس میں موجود تمام پانی خشک ہوگیا، اسی طرح جب اس کے موالیوں نے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنے کو کہا تو جب اس نے ہاتھ پھیرا تو سب بچے گنجے ہوگئے۔
خلاصہ یہ کہ نبوت کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے۔
اور یہ معجزہ دعویٰ کے مطابق ہو۔[26]
چنانچہ اسی طریقہ (مطابق دعویٰ) کا معجزہ دکھانے والا خدا کی طرف سے سچا نبی ہوتا ہے:
[27]
''اور کسی پیغمبر کی یہ مجال نہ تھی کہ کوئی معجزہ خدا کے اذن کے بغیر دکھائے''
پس یہ بات صحیح ہے کہ معجزہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے اور دعویٰ کی صداقت پر واضح دلیل ہوتا ہے کیونکہ صاحب اعجاز ایسا کام انجام دیتا ہے جو قوانین طبیعت کو توڑدیتا ہے اور مشہور ومعروف نتائج کا خاتمہ کردیتا ہے اور یہ کام خداوندعالم کی عطا کردہ قدرت کے کے بغیر ممکن نہیں ہے:
[28]
''(یہ قرآن) کوئی ایسی بات نہیں ہے جو (خواہ مخواہ) گڑھ لی جائے بلکہ (جو آسمانی کتابیں) اس کے پہلے موجود ہیں ان کی تصدیق ہے''
اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے والا یہ معجزہ اس کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے اور یہ بات کشف کرتا ہے کہ خداوندعالم اس کی نبوت سے راضی ہے اور اس وجہ سے اس کو معجزہ دکھانے کی طاقت عطا کی ہے، چنانچہ اسی چیز کی طرف خداوندعالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:
< وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ >[29]
''اگر رسول ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنالاتے تو ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ہم ضرور ان کی گردن اڑادیتے''

يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ>[30]
''یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ خدا کے سوا کوئی او راپنی طرف سے جھوٹ موٹ بنا ڈالے، بلکہ (یہ تو) جو (کتابیں پہلے کی) اس کے سامنے موجود ہیں اس کی تصدیق اور (ان) کتابوں کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے ،کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس رسول نے خود جھوٹ موٹ بنالیا ہے ، (اے رسول) تم کہو کہ (اچھا) اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو ایک ہی سورہ اس کے مقابلہ مینبنالاؤ، اور خدا کے سوا جس کو تمہیں (مدد کے واسطے) بلاتے بن پڑے بلالو)

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
گذشتہ بحث کا خلاصہ یہ تھا کہ ''نبوت'' کا ہونا ضروری ہے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے شخص کی عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے، نیز نوع بشریت بھی اس چیز کی ضرورت کا احساس کرتی ہے اور (خدا کے لطف وکرم اور رحمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خدا کی طرف سے ہر زمانہ کے لئے نبی، رسول ،شریعت اور کتاب کا ہونا ضروری ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ ہمارے نبی حضرت محمدمصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمتک پہونچا، آپ کی ذات گرامی سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمہے اور آپ کی شریعت دوسری شریعتوں کی خاتم ہے اور تاقیام قیامت باقی رہنے والی ہے۔
اور شاید یہی ہمارے نبی خاتم کا یہ پہلا امتیاز ہو کہ خداوندعالم نے ہمارے نبی کو دوسرے تمام انبیاء (ع) پر فضیلت دی ''رسول اللہ وخاتم النبیین'' صلی اللہ علیہ و آلہ و سلماور آنحضرت کی رسالت کبریٰ، زمان ومکان کے لحاظ سے عالمی ہے اور کسی قوم سے مخصوص نہیں اور ایسا نہیں ہے کہ زمین کے کسی ایک حصہ میں مخصوص ہو اور کوئی دوسرا حصہ اس میں شامل نہ ہو اور نہ ہی کسی خاص امت سے مخصوص ہے، نیز کسی خاص زمانہ سے بھی مخصوص نہیں ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں خداوندعالم کا ارشاد ہے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

< وَمَا أَرْسَلْنَاکَ اِلاَّ کَافَّةً لِلنَّاسِ>[31]
"اے رسول ھم نے تم کوتمام لوگوں کا رسول بناکر بھیجا"
< وَمَا أَرْسَلْنَاکَ اِلاَّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ>[32]
"(اے رسول) ھم نے تم کو سارے جھاں کے لوگوں کے لئے از سر تا پا رحمت بنا کر بھیجا"
[33]
"(اے رسول) ان لوگوں سے کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کے پاس خداکا بھیجا ھوا (پیغمبر)ھوں"
[34]
"تاکہ میں تمھیں اور جس کے پاس اس کی خبر پھونچے، ڈراؤں"
[35]
"(اے رسول) کہہ دو کہ لوگو! میں تو صرف تم کو کھلم کھلا (عذاب سے) ڈرانے والا ھوں"
قارئین کرام ! یہ تمام آیات متفقہ طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ھیں کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمتمام لوگوں کے نبی ھیں، چاھے وہ آپ کی بعثت کے وقت موجود ھوں یا آپ کے بعد پیدا ھونگے، چاھے وہ جزیرة العرب میں ھوں یا دوسرے ممالک میں۔
اور یہ ایک ایسا امتیاز ھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمسے پھلے کسی نبی یا رسول کو نھیں دیا گیا کیونکہ آپ سے پھلے انبیاء (ع) کسی خاص گروہ یا خاص طائفہ کے نبی ھوتے تھے وہ بھی خاص زمانہ میں جیسا کہ قرآن مجید نے واضح طور پر اشارہ کیا ھے:
< لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحاً اِلٰی قَوْمِہِ>[36]
"ھم نے جناب نوح کو ان کی قوم کے پاس (رسول) بناکر بھیجا"
[37]
"اور ھم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (رسول بنا کر بھیجا"
[38]
"اور ھم ھی نے یقیناً موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس (پیغمبر بناکر) بھیجا"
[39]
" اور (یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسی نے کھا اے بنی اسرائیل میں تمھارے پاس خدا کا بھیجا ھوا (آیا) ھوں"
چنانچہ ان آیات سے یہ بھی واضح ھوجاتا ھے کہ جناب نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کا اور جناب صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کا، جناب موسی علیہ السلام کو فرعون اور اس کے ساتھیوں کا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا نبی بنا کر بھیجا گیا لیکن ھمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی ذات گرامی وہ واحد ذات ھے جن کو تمام لوگوں کا نبی بنا کر بھیجا گیا۔
اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ گذشتہ انبیاء (ع) کی رسالت وقتی اور خاص زمانہ کے لئے محدود ھونے کی کیا دلیل ھے؟ تو اس سلسلہ میں بھی عرض ھے کہ یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ پھلی والی شریعت بعد والی شریعت کے ذریعہ منسوخ ھوجاتی ھے، پھلے والے احکام ختم ھوجاتے ھیں اور ان کی جگہ جدید احکام نافذ کئے جاتے ھیں کیونکہ انسان دونوں شریعتوں کے احکام پر عمل نھیں کرسکتا جو اکثر احکام میں مختلف اور مخالف ھوتی ھیں۔
نیز کسی ایک چیز پر دونوں شریعتیں الگ الگ حکم کرتی ھیں اور اس بات پر عقلی دلیل اور فطرت انسان دلالت کرتی ھے اور اس کا حکم واضح ھے۔
لیکن اس سلسلہ میں یھودی کہتے ھیں کہ ھماری شریعت اور ھمارے نبی کی نبوت باقی ھے کیونکہ یہ لوگ "نسخ" کے نظریہ اور نسخ واقع ھونے کی نفی کرتے ھیں[40]ان کا گمان یہ ھے کہ اگر نسخ شریعت کو مان بھی لیا جائے تو خداوندعالم کا جاھل اور غیر حکیم ھونا لازم آتا ھے !۔
ان کے اعتراض کی دلیل یہ ھے کہ خداوندعالم کے احکام اس زمانے کی مصلحتوں کے لحاظ سے ھوتے ھیں کیونکہ بغیر مصلحت کے احکام عبث وبے ھودہ ھوتے ھیں او راس حکیم مطلق کی حکمت کے منافی ھیں۔
لہٰذا مصلحت کے مطابق احکام کو ختم کرنا حکمتِ خداوندی کے خلاف ھے کیونکہ اس حکم کے ختم کرنے سے بندوں کی مصلحت کا نابود ھونا لازم آتا ھے مگر یہ کہ تشریع کنندہ (خدا ورسول)کے لئے تشریع کے بعد واضح ھوجائے کہ اس حکم میں مصلحت نہ تھی، تو اس کو ختم کردیتا ھے اور اگر ھم اس معنی میں نسخ کو مانیں تو اس کے معنی یہ ھیں کہ خدا

جاهل هے، لہٰذا جب نظریہ نسخ کا نتیجہ نسخ کرنے والے کا جهل اور غیر حکیم هونالازم آتا هے، تو پهر خدا وندعالم کے بارے میں ان دونوں چیزوں (جهل اور غیرحکیم هونا)کا هونا جائز نهیں هے تو پهر نسخ کے بارے میں نظریہ رکهنا بهی محال هے۔!

قارئین کرام ! اس اعتراض کا مختصر جواب یہ هے کہ شریعت کے احکام ومسائل مصلحتوں کے تحت هوتے هیں اور یہ بهی طے هے کہ زمانہ کے بدلنے سے مصلحتیں بهی بدلتی رہتی هیں کیونکہ کبهی کبهی کوئی خاص کام کسی قوم اور کسی زمانہ کے لئے صاحب مصلحت هوتا هے تو اس کام کے لئے حکم کیا جاتا هے لیکن وهی کام دوسری قوم یا دوسرے زمانہ کے لئے صاحب مصلحت نهیں هوتا تو اس کام سے روک دیا جاتا هے۔

دوسرے یہ کہ عقلِ بشری کے ساتھ ساتھ آسمانی ادیان نے بهی رشد وترقی کی هے، (جیسا کہ هم جانتے هیں) جس طرح ایک بچے کی معلومات میں اضافہ هوتا هے اور اس کی عمر میں اضافہ هوتا هے روز بروز اس کے علم وعقل اور قابلیت میں اضافہ هوتا رہتا هے یهاں تک کہ وہ اپنے نظریات اور افکار پراعتقاد کرلیتا هے، (مثلاً پهلے بچہ ایک کهیل کو اپنے لئے صحیح اور ضروری سمجهتا هے لیکن جب وہ باشعور هوجاتا هے تو اس کهیل کو عبث اور بے هودہ سمجهتاهے۔)

بالکل یهی حال آسمانی ادیان کا بهی هے جو هر زمانہ اور هر قوم کے لئے نازل هوئے هیں اور هر قوم کی مصلحتوں کے لحاظ سے احکام جاری کرتا هے اور اس زمانہ کے فکری او رپختہ نظریات کے ساتھ ساتھ چلتا هے، یهاں تک کہ شریعت اسلام میں اس بلندی پر پهونچا جس کو خداوندعالم نے اختیار اور پسند کرلیا، اور زمانہ اور عقلی رشد کی بلندی پر پہنچے هوئے تمام انسانوں کے لئے یہ شریعت مشعل راہ بن گئی۔

اس کے معنی یہ نهیں هیں کہ خداوندعالم مصلحتوں سے جاهل تها یا اس کے لئے کوئی ایسی چیز کشف هوئی هے جو پهلے کبهی معلوم نہ تهی۔

ان باتوں کے علاوہ خود توریت میں ایسی بہت سی چیزیں موجود هیں جو وقوع نسخ پر دلالت کرتی هیں مثلاً حضرت آدم کی شریعت میں ایک شخص کا دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا جائز تها لیکن یهی کام شریعت جناب موسیٰ علیہ السلام میں حرام قرار دیدیا گیا، جس طرح جناب نوح (ع) کی شریعت میں ختنہ کرنے میں بڑے هونے تک تاخیر کرنا جائز تها لیکن حضرت موسی (ع)کی شریعت میناس تاخیر کو حرام کردیا گیا، اسی طرح دوسرے واقعات بهی موجود هیں۔

ان تمام باتو نکے پیش نظر نسخ کو محال قراردینا صحیح نهیں هے اور نہ هی ان کے پاس کوئی مستحکم دلیل هے جس پر اعتماد کیا جاسکے، لہٰذا یهودیوں کا یہ گمان خود ان کی کتاب توریت اور حکم عقل کے ذریعہ باطل ومردود هے:

[41]

''اور (اے رسول) نہ تو یهودی کبهی تم سے رضامند هونگے نہ نصاریٰ یهاں تک کہ تم ان کے مذهب کی پیروی کرو، (اے رسول) ان سے کہہ دو کہ بس خدا هی کی هدایت تو هدایت هے''

< وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهو فِي الْآخِرَةِ مِنْ الْخَاسِرِينَ >[42]

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کرے تو اس کا وہ دین هرگز قبول هی نہ کیا جائے گا''

قارئین کرام ! جیسا کہ هم نے پهلے بهی عرض کیا کہ کسی بهی نبی کا دعویٰ نبوت اس وقت صادق هوسکتا هے جب وہ کوئی معجزہ پیش کرے ایسا معجزہ جس کی مثال پیش کرنے سے بشر قاصر هو۔

همارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمدو طرح کے معجزات لے کر آئے۔

پهلا معجزہ: قرآن مجید ۔

دوسرے معجزات: جن کا اس وقت کے مسلمانوں نے مشاہدہ کیا هے اور ان کی تعدا دبهی بہت زیادہ هے، اوروہ متواتر طریقوں سے نقل بهی هوئے هیںنیز ان کے بارے مینبہت سی کتابیں بهی لکهی گئی هےں،اور علماء حدیث نے بهی ان کو جمع کیا هے او ریہ نقل وروایت کا سلسلہ آج تک جاری هے اور هر زمانہ میں جاری رهے گا۔ (انشاء اللہ)

اگرچہ بعض جاهل اور متعصب مولفین نے ان معجزات میں شک وتردید کی هے اور بعض نے تو یہ بهی کہہ ڈالا کہ خود قرآن مجید میں ایسی آیات موجود هیں جو قرآن کے علاوہ دوسرے تمام معجزات کی نفی کرتی هیں اور یہ کہ صرف قرآن مجید هی آپ کا واحد معجزہ هے اور یہ وہ معجزہ هے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے پیش کیا تاکہ اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرسکیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے اپنی دلیل کے طور پر درج ذیل آیت پیش کی جس میں ارشاد قدرت هوتا هے:

[43]

''اور همیں معجزات بهیجنے سے تو اس کے علاوہ اور کوئی وجہ مانع نهیں هوئی کہ اگلوں نے انهیں جهٹلایا''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیونکہ انھوں نے گمان کیا کہ اس آیت سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمقرآن کریم کے علاوہ کوئی دوسری نشانی (معجزہ) لے کر نہیں آئے کیونکہ وہ نشانیاں جو گذشتہ امتوں پر نازل کی گئیںان لوگوں نے ان کو جھٹلایا (لہٰذا ھمارے پیغمبر کو وہ نشانیاں دے کر نہیں بھیجا گیا)
اس اعتراض کے جواب میں ھمارے استاد آیت اللہ العظمیٰ امام خوئی ۺنے تفصیل کے ساتھ دندان شکن جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ھے۔[44]
''مذکورہ آیۂ کریمہ میں جن آیات (نشانیوں) کا ذکر ھے او رجن کی نفی کی گئی ھے اور جن کو گذشتہ امتوں نے جھٹلایا ان سے مراد وہ نشانیاں ھیں جن کوگذشتہ انبیاء (ع) کے امتی اپنے نبی کے لئے
پیش کرتے تھے ، پس مذکورہ آیۂ شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ھے کہ اے نبی تم پر واجب نہیں ھے کہ مشرکین کی تراشیدہ شدہ نشانیوں کا جواب دو، اور یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمسے مطلق طور پر دوسرے معجزات کی نفی نہیں کرتی، اور اگر یہ طے ھو کہ کسی آیت (نشانی) کو جھٹلانے کی وجہ سے نشانیاں نہ بھیجی جائےں تو پھر تو قرآن کو بھی نہیں بھیجنا چاہئے تھا، کیونکہ بعض لوگوں نے تو اس کو بھی جھٹلایا اور یہ وجہ دوسری نشانیوں سے مخصوص کرنا صحیح نہیں ھے بالخصوص جبکہ قرآن مجید آنحضرت کے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ھے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جن نشانیوں کی نفی کی ھے وہ ایک خاص قسم کی نشانیاں ھیں مطلق نشانیاں نہیں ھےں۔
اگر گذشتہ امتوں کا جھٹلانا اس بات کی صلاحیت رکھتا ھو کہ حکمتِ الٰھی اور نشانیاں نہ بھیجنے میں اثرانداز ھوتا تو پھر اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ھوگا کہ خدا ،رسولوں کونہ بھیجے (کیونکہ دنیا والوں نے نہ معلوم کن کن انبیاء کو جھٹلایا) اور جب یہ بات باطل او رمردود ھے توگذشتہ بات بھی باطل ھے۔
لہٰذا طے یہ ھوا کہ خداوندعالم نے جو اپنی نشانیاں نازل فرمائیں وہ طلب کرنے والوں کی طلب کے مطابق تھیں، اور یہ بات واضح ھے کہ وہ لوگ اتمام حجت کرنے والی نشانیوں کے علاوہ بھی دوسری نشانیاں طلب کرتے تھے،(گویا ان کا مقصد ایمان لانانھیں تھا بلکہ اس طرح کی نشانیوں کے مطالبہ کے بعد نبی کو عاجز کرنا ھوتا تھایھی وجہ تھی کہ طلب شدہ نشانیوں کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے تھے) اور جب یہ بات طے ھوگئی کہ معجزات دیکھنے کے باوجود بھی وہ ایمان نہیں لاتے تھے تو اب خدا پر لازم نہیں ھوتا کہ ان لوگوں کے معجزات طلب کرنے پر معجزات ظاھر کردےتا، اور اگر خداوندعالم ان میں مصلحت دیکھتا کہ یہ لوگ ان نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے تو حتماً ان کی طلب شدہ نشانیوں کو بھی نازل کردیتا۔
لہٰذا معلوم یہ ھوتا ھے کہ ان لوگوں کے مطالبات اتمام حجت کے بعد تھے اور سابقہ امتو ں کا جھٹلانا ھی سبب تھا کہ خداوندعالم اپنی نشانیوں کو نہ بھیجے کیونکہ ان نشانیوں کا جھٹلانا ان پر عذاب نازل ھونے کا سبب تھا لیکن امت محمدی پر خداوندعالم نے اپنے نبی کی خاطر لطف وکرم رکھا کہ اس امت سے اس طرح کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں سے عذاب کو دور کیا، جیسا کہ خداوندعالم کا ارشاد ھے:
[45]
''حالانکہ جب تک تم ان کے درمیان موجود ھو تو خدا ان پر عذاب نہیں کرےگا''
لیکن ان نشانیوں کو جھٹلانے والوں پر عذاب اخروی کیا جائے گا کیونکہ اگر خدا کی کوئی نشانی صرف کسی نبی کی نبوت کے صرف اثبات کے لئے تواس کی تکذیب پر کوئی اخروی عذاب نہیں ھوگا اور اگر عذاب ھوگا تو اس نبی کے جھٹلانے پر عذاب ھوگا۔
لیکن وہ آیات ونشانیاں جن پر لوگوں نے اصرار کیا اور ہٹ دھرمی کی اور ان کا مطالبہ کیا تو اگر وہ اس وجہ سے ھو کہ خدا کی پہلی نشانی کی تصدیق ھوسکے تاکہ اس نشانی کو دیکھ کر حق واضح ھوجائے اور جب ان کی طلب شدہ چیز کو نبی انجام کرکے دکھادے تو پھر ان پر اس نبی کی تصدیق کرنا ضروری ھوجاتا ھے او راگر اپنی طلب شدہ چیز کو دیکھ کر بھی اس نبی پر ایمان نہ لائے تویہ نبی اور حق کا مذاق اڑانا ھے۔
خلاصۂ کلام یہ ھے کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں ھے جو قرآن کے علاوہ دوسرے معجزات کی نفی کرتی ھو اگرچہ یہ بھی طے ھے کہ قرآن مجید ھمارے لئے عظیم دائمی اعجاز ھے، لیکن
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے دوسرے بھی بہت سے معجزات ھیں۔
قارئین کرام ! معجزہ ایک ایسی حقیقت ھے جس کے اصلی اور نقلی ھونے کو کوئی آسانی سے نہیں سمجھ سکتا جیسا کہ گذشتہ اعتراض سے ظاھر ھوتا ھے، بلکہ اس سلسلہ میں معلومات رکھنے والے علماء ھی سمجھ سکتے ھیں اور اس کی خصوصیات سے یھی افراد آگاہ ھوتے ھیں اور یھی لوگ تشخیص دے سکتے ھیں کہ نوع انسانی اس طریقہ کا کام انجام دینے سے قاصر ھے یا وہ اس طرح کا کام انجام دے سکتے ھیں اسی وجہ سے علماء ھی سب سے پہلے معجزات پر ایمان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لاتے ھیں:
[46]
''اس کے بندوں میں خدا کا خوف کرنے والے تو بس علماء (ھی) ھیں''
کیونکہ جاھل انسان صدق وکذب میں امتیاز نھیں کرسکتا او رجو لوگ جاھل ھیں اور جب تک اس علم کے مقدمات سے جاھل ھینان پر باب شک کھلا رہتا ھے کیونکہ یہ لوگ احتمال دیتے رھیں گے کہ اس کام کے کرنے والے نے اس علم کے مقدمات کے ذریعہ یہ کام کردکھایا ھے اور یہ صاحبان علم کے لئے ایسا کام کرنا کوئی مشکل نھیں ھے، چنانچہ ان تمام احتمالات کی بنا پر اس معجزہ کی جلدی تصدیق نھیں کرتے۔ اسی وجہ سے حکمت الٰھی کا تقاضا یہ ھے کہ ھر نبی کا معجزہ اس کے زمانہ میں شایع شدہ علم کے مشابہ ھو، جس پر اس زمانہ کے علماء نے ممارست اور تمرین کی ھو اور اس جیسا عمل انجام دینے کی کوشش کی ھو تاکہ جلد ھی تصدیق کرسکےں اور حجت تمام ھوجائے۔
اسی بنا پر ھم دیکھتے ھیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے میں جلدی کی کیونکہ جناب موسیٰ (ع) کے معجزہ کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ لگالیا کہ جو کچھ حضرت موسیٰ (ع) نے انجام دیا وہ جادو گری نھیں ھے۔
اسی طرح نزول قرآن کے وقت چونکہ عربوں کی فصاحت وبلاغت اپنے عروج پر تھی، تواس وقت کے لحاظ سے حکمت الٰھی کا تقاضا یہ تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکا معجزہ فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے ممتاز ھو، چنانچہ پیغمبر اسلام نے قرآن کو معجزہ کے طور پر پیش کیا جو فصیح وبلیغ تھا تاکہ عرب کے زبان داں اور ممتاز ادیبوں پر یہ بات واضح ھوجائے کہ یہ کلام الٰھی ھے جو انسانی فصاحت وبلاغت اور ان کی فکر سے اوپر ھے۔
قارئین کرام ! جیسا کہ ھم نے پھلے بھی عرض کیا کہ ھمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمقرآن مجید کے علاوہ بھی دوسرے معجزات رکھتے تھے جن کو اس کتاب میں بیان نھیں کیا جاسکتا، لیکن ان تمام معجزات میں قرآن کریم وہ عظیم معجزہ ھے جس کی شان نرالی ھے اور جس کی حجت بھی کامل ترین ھے کیونکہ ایک جاھل عرب جو علوم طبیعت سے واقف نھیں ھے وہ ان معجزات میں شک کرسکتا ھے اور وہ ان اسباب کی طرف نسبت دے سکتا ھے جن سے وہ جاھل ھے او راپنے ذہن میں یہ سوچ سکتا ھے کہ شاید یہ سب سحر اور جادو ھو، جیسا کہ سب سے پھلا گمان بھی یھی تھا لیکن جب فنون بلاغت اور کلام فصیح کے اسرار ان پر کشف ھوجائیں گے تو ان کو قرآن کے معجزہ ھونے میں کوئی شک نھیں رھے گا، ان پر یہ بھی واضح ھوجائے گا کہ اس طرح کا کلام کوئی بشرپیش نھیں کرسکتا، جبکہ دوسرے معجزات کم مدت والے ھوتے ھیں اورجب وہ ختم ھوجاتے ھیں تو راوی اس کو نقل کرتے ھیں یا اس بات کے چرچے عوام الناس کی زبان پر ھوتے ھیں اس صورت میں باب شک کھل جاتا ھے جس میں بعض لوگ تصدیق کرتے ھیں اور بعض لوگ جھٹلاتے ھیں، لیکن قرآن کریم ایسا معجزہ ھے جو زمین وآسمان کے باقی رہنے تک باقی رھے گا، اور اس کا اعجاز بھی ھر زمانے کے تمام لوگوں کے سامنے باقی رھے گا۔
بتحقیق ھر وہ شخص جس تک اسلام کی دعوت پھونچی ھے یہ بات اچھی طرح جانتا ھے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے تمام لوگوں اور تمام امتوں کو اسلام کی دعوت دی ھے اور قرآن کریم کے ذریعہ ان لوگونپر حجت تمام کی ھے اور وہ قرآن کا جواب دینے سے قاصر ھیں کیونکہ ان سب سے قرآن کا مثل لانے کا مطالبہ کیا ھے لیکن کوئی بھی جواب پیش نھیں کرسکتا ، چاھے وہ اپنے وقت کا کتناھی بڑا سورماکیوں نہ ھو۔
اس کے بعد تنزل کرتے ھوئے اس جیسے دس سوروں کا مطالبہ کیا اس کے بعد ایک ھی سورے کا جواب طلب کیاگیا اور اگر عرب کے فصیح وبلیغ افراد میں کوئی بھی اس کا جواب لانے کی قدرت رکھتا تو قرآن کے اس چیلنج کا جواب دیتا اور قرآن کے چیلنج کوختم کردیتا ھے لیکن جب قرآن سنا تو حقیقت امر کا اقرار کیااور قرآن کے اعجاز کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے، اور یہ یقین کرلیا کہ ھم قرآن سے مقابلہ کی طاقت نھیں رکھتے،چنانچہ ان میں سے بعض نے قرآن کی تصدیق کی اور اسلام قبول کرلیا، لیکن بعض لوگ اپنے بغض وعناد پر قائم رھے اور جنگ وجدل کرنا شروع کردیا۔
چنانچہ بعض مورخین نے اس بات کو نقل کیا ھے کہ ولیدبن مغیرہ مخزومی کا ایک روز خانہ کعبہ سے گذر ھوا او رنبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی زبان سے تلاوت کلام پاک کو دور ھی سے کان لگاکر سنا، اس کے بعد اپنی قوم کے مشرکین سے جاکر کھا:
''میں نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے کلام کو سنا، جو نہ کسی انسان کاکلام ھے اور نہ ھی کسی جن کا، یہ وہ کلام ھے جس میں حلاوت اور خوبصورتی ھے اس کے اوپر کا(حصہ)ثمر دینے والے درخت کی مانند اور نیچے کاحصہ گورا ھے، یہ قرآن کی ترقی کی حالت میں ھے اور ھمیشہ سربلند رھے گا۔ [47]
اسی طرح ہشام بن حکم راوی ھیں کہ ایک سال خانہ کعبہ میں اپنے زمانہ کے چار بڑے بڑے مفکر اور ادیب جمع ھوئے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جن کے نام اسی طرح ھیں:
۱۔ ابن ابی العوجاء۔
۲۔ ابو شاکر دیصانی۔
۳۔عبد الملک البصری۔
۴۔ ابن مقفع۔
اور یہ چاروں خدا کا انکارکرنے والے دھریے تھے ، جو آپس میں نبی اسلام اور حج کے بارے میں گفتگو کررھے تھے، چنانچہ گفتگو کے دوران طے یہ پایا کہ اس قرآن کا مقابلہ کیا جائے جو اس دین کی بنیاد ھے تاکہ اس کے مقابلہ اور تعارض سے قرآن کے اعجاز کو ختم کردیا جائے چنانچہ آپس میں یہ طے کیا کہ ان میں سے ھر شخص ایک چھارم (on quarter)قرآن کا جواب لائے، چنانچہ اس پروگرام کے تحت آئندہ سال کا موسمِ حج طے کیا گیا۔
اور جب سال گذرنے کے بعد یہ لوگ تاریخ معینہ پر خانہ کعبہ میں جائے معین پر جمع ھوئے اور ایک دوسرے سے محوِ گفتگو ھوئے کہ تم نے کیا کیا او رتم نے کیاکام انجام دیا، چنانچہ ابن ابی العوجاء کہتا ھے کہ میرا پورا سال پریشانی واضطراب کی حالت میں گذر گیا اور قرآن مجید کی اس آیت کے بارے میں سوچتا رھا:
[48]
”پھر جب یوسف کی طرف سے مایوس ھوگئے تو باھم مشورہ کرنے کے لئے کھڑے ھوئے“
اور میں اس جیسی کوئی آیت نہیں بنا سکا۔
اس کے بعد عبد الملک نے بھی اسی طرح کھا کہ میں پورے سال قرآن مجید کی اس آیت سے مقابلہ کے بارے میں سوچتا رھا:
[49]
”اے لوگو ! ایک مثل بیان کی جاتی ھے تم اسے کان لگاکر سنو کہ خدا کو چھوڑ کرتم جن کو پکارتے ھو اور وہ لوگ اگرچہ سب کے سب اس کا م کے لئے اکٹھے ھوجائیں تو بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کرسکتے، اور اگر کھیں مکھی کچھ ان سے چھین لے جائے تو اس سے اس کو چھڑا نہیں سکتے، (عجب لطف ھے) کہ مانگنے والا اور جس سے مانگا گیا ھے دونوں ضعیف ھیں۔“
لیکن میں اس جیسی آیت بنانے سے قاصر رھا۔
اسی طرح ابی شاکر کا بھی خیال تھا کہ میں درج ذیل آیت کی طرح سوچنے سے قاصر رھا۔
[50]
”بفرض محال زمین وآسمان میں خدا کے سوا چند معبود ھوتے تو دونوں کب کے برباد ھوگئے ھوتے۔“
اور یھی حال ابن مقفع کا بھی تھا کہ پورا سال گذر گیا اور میں اس آیت سے مقابلہ نہ کرسکا:
[51]
”اور جب خدا کی طرف سے حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی جذب کرلے، اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور (لوگوں کا) کام تمام کردیا گیا اور کشتی جودی (نامی پھاڑ) پر جا ٹھھری اور (ھر چھار طرف) پکار دیا کہ ظالم لوگوں کو خدا (کی رحمت سے) دوری ھو۔“
ہشام کہتے ھیں کہ اسی موقع پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام وھاں سے گذرے، ان لوگوں کو دیکھا تو آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:
[52]
”(اے رسول) تم کہہ دو کہ اگر ساری دنیا کے آدمی اور جن اس بات پر اکھٹا ھوں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو (غیرممکن)، اس کے برابر نہیں لاسکتے اگرچہ اس کوشش میں ایک ایک کا مددگار بھی بنے۔“
قارئین کرام ! ھمیشہ دشمنان دین چاھے وہ کسی بھی عقیدہ، نظریات اور فلسفہ کے ماننے والے ھوں ؛ ان کا یہ وطیرہ رھا ھے کہ اس معجزہ (قرآن کریم) کے اعجاز میں شک وتردید ایجاد کریں اور ھمیشہ اسلام دشمن طاقتوں نے سازش کرکے حملہ کئے ھیں اور اپنی پوری طاقت صرف کردی تاکہ اپنے شوم اہداف میں کامیاب ھوجائیں، جیسا کہ تاریخ کے اوراق پر ان حملوں کی تعدادبے شمار ملتی ھے۔
اس سلسلہ میں ایک اور اعتراض کیا جاتا ھے کہ قرآن مجید کی آیات میں تناقض اور تضاد پایا جاتا ھے جو اعجاز قرآن کے منافی ھے اور ان کے گمان کے مطابق یہ قرآن انسان کی صفت ھے اور کلام الٰھی نہیں ھے، چنانچہ اپنے اعتراض کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دلیل میں قرآن مجید کی درج ذیل آیت پیش کی ھے کہ خداوندعالم نے ارشاد فرمایا:
[53]
”تمھاری نشانی یہ ھے کہ تم تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گے مگر اشارہ سے۔“
کہ یہ آیہ کریمہ دوسری آیت کے مخالف ھے جس میں خداوندعالم نے ارشاد فرمایا:
[54]
”تمھاری پہچان یہ ھے کہ تم تین رات برابر لوگوں سے بات نہیں کرسکوگے۔“
پس پہلی آیت میں تین دن کا ذکرھے جبکہ دوسری آیت میں یہ مدت تین رات بیان کی گئی ھے۔
اس اعتراض کے جواب میں کافی ھے کہ ھم اشارہ کریں کہ لغت عرب میں ”یوم“ کے معنی کیا ھیں چنانچہ عربی زبان میں ”یوم“ کہہ کر دن مراد لیا جاتا ھے جیسا کہ ارشاد خداوندی ھے:
< سَخَّرَہَاْ عَلَیْہِمْ سَبْعَ لِیَالٍ وَثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ >[55]
”خدا نے اسے (تیز آندھی کو)سات رات اور آٹھ دن لگاتا ران پر چلایا“
اور کبھی یوم کہہ کرشب وروز (۲۴گھنٹے) مراد لئے جاتے ھیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ھوتا ھے:
[56]
”تب جناب صالح نے کھا اچھا تین دن تک (اور)اپنے گھر مینچین سے بیٹھ جاؤ“
جبکہ ”لیل“ سے مراد رات لی جاتی ھے:مثلاً:
[57]
”رات کی قسم جب (سورج) کو چھپالے“
ایضاً:
[58]
اور کبھی کبھی ”لیل“ سے مراد شب و روز ھوتے ھیں:
[59]
”اور وہ وقت بھی یاد کرو کہ جب ھم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا“
قارئین کرام ! جب لغت میں لیل ونہار کا استعمال ان دونوں معنی میں جائز اور صحیح ھے تو مذکورہ دونوںآیات میں کسی طرح کا کوئی تناقض نہیں ھے کیونکہ یوم اور لیل کبھی دن اور رات کے معنی میں استعمال ھوتے ھیں اور کبھی یوم اور لیل کا اطلاق ۲۴گھنٹے پر ھوتا ھے، اور اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ھے اگر خود غرضی نہ ھو:
[60]
” تو کیا یہ لوگ قرآن مینغور نہیں کرتے اور (یہ خیال نہیں کرتے) اگر خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے آیا ھوتا تو (ضرور) بڑا اختلاف پاتے“
اب جبکہ یہ طے ھوگیا کہ قرآن کریم اپنی تمام روش میں بے انتھا فصیح وبلیغ معجزہ ھے اور اس کی فصاحت وبلاغت کا حال یہ ھے کہ نوع بشر اس کی مثال نہیں لاسکتی، اور ایسی منظم کتاب ھے جس میں ذرہ برابر بھی تضاد اور اختلاف نہیں پایا جاتا،پس قرآن کریم کے اعجاز کے دوسرے بھی پھلو ھیں جن کی تعداد بہت ھے اور قرآن میں غور وفکر کرنے والے پر بہت سی چیزیں کشف ھوتی ھیں کیونکہ خداوندعالم نے قرآن مجید میں بہت سے معارف، اسرارِ علوم اور عالم کائنات کے حقائق بیان کئے ھےں جن کے بارے میں کوئی شخص یہ احتمال نہیں دے سکتا کہ یہ اس زمانہ میں زندگی بسر کرنے والے انسان کے بیان شدہ ھیں کیونکہ اس زمانے میں زندگی بسر کرنے والا شخص ان چیزوں کو درک نہیں کرتا تھا۔
اور جیسا کہ ھمارا عقیدہ ھے کہ قرآن کریم دین، عقیدہ اور تشریع کی کتاب ھے علم فلکیات، علم کیمیا اور علم فیزیک کی کتاب نہیں ھے ، لیکن پھر بھی ھم اس قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر کائنات اور طبیعت کے بارے میں بہت دقیق باتیں دیکھتے ھیں کیونکہ اس زمانہ میں ایسی چیزوں کا علم ھونا ناممکن ھے مگر یہ کہ خداوندعالم ان چیزوں کے بارے میں وحی کرے اور اپنے رسول کو بتائے۔
بتحقیق قرآن کریم نے ان اسرار کو بیان کرنے میں بہترین انداز اپنایا ھے بعض چیزوں کے بارے میں صاف صاف وضاحت کی ھے جبکہ بعض چیزوں کی طرف صرف ایک اشارہ کیا ھے کیونکہ اس زمانہ میں بعض حقائق کو قبول کرنا بہت مشکل تھا۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چنانچہ اس وقت کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان چیزوں کی طرف ایک اشارہ کیا جائے تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے جس وقت علم کی پیشرفت ہو اور حقائق ظاہر ہوں ؛یہ چیزیں واضح اور کشف ہوجائیں، جیسا کہ خداوندعالم کا ارشاد ہے:
[61]
''جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا''
یہ آیہ کریمہ اشارہ کرتی ہے کہ زمین گھومتی ہے لیکن اس چیز کو چند صدی گذرنے کے بعد سمجھا گیا کیونکہ لفظ ''المہد'' زمین کی حرکت کی طرف اشارہ کررہا ہے لیکن قرآن مجید کا یہ ایک ہلکا سا اشارہ تھا اور اس کو وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا، کیونکہ اس وقت زمین کو حالت سکون میں سمجھنا ایک عام بات تھی اور اس کے بارے میں گفت وشنید بے کار تھی، اور اگر اس وقت زمین کی حرکت کی باتیں کی جاتیں تو ان کو خرافات اور محال کہہ کر چھوڑ دیا جاتا
-
قارئین کرام ! ہم یہاں پر قرآن کریم کے ذکر شدہ چند حقائق کو بیان کرتے ہیں چاہے ان کو قرآن مجید نے واضح طور پر بیان کیا ہو یا ان کی طرف صرف اشارہ کیا ہو اگرچہ اس سلسلہ میں تفصیلی طور پر معلومات حاصل کرنے کے لئے الگ کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہیں اور ان تمام کو اس کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا لیکن ہمارا مقصد صرف چند مثالوں کو پیش کرنا ہے تاکہ بحث مکمل ہوجائے۔
قرآن مجید کے ان علمی اور دقیق اشاروں میں سے ایک یہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں موجود ہے:
[62]
''اس کے سینہ کو تنگ دشوارگزار کردیتا ہے گویا(قبول ایمان) اس کے لئے آسمان پر چڑھنا ہے''
جیسا کہ سائنس نے یہ بات ثابت کی ہے کہ جب انسان بلندی کی طرف آسمانوں میں پرواز کرتا ہے او راوپر کی طرف بڑھتا ہے تو اس کے سینہ میں دباؤ پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا دم گھٹنے لگتا ہے کیونکہ اس وقت اس کو ''آکسیجن'' "Oxygen"نہیں ملتا۔[63]
اسی طرح قرآن مجید کا علمی مسائل کی طرف ایک اشارہ درج ذیل آیت میں ہوتا ہے:
[64]
''اور ہم ہی نے وہ ہوا بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھرے ہوئے ہیں''

آج کا سائنس یہ کہتا ہے کہ تلقیح [65]دوقسم کی ہےں:
١۔ذاتی؛ جیسے درخت اور گھاس بطور مستقیم تلقیح کرتے ہیں۔
٢۔خلطی؛ جس میں تلقیح کے لئے تخم ایک پودے سے دوسرے پودے میں منتقل ہوجاتا ہے۔ اسی صورت میں ایسے وسائل موجود ہونا ضروری ہیں جن کے ذریعہ سے تخم تلقیح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکے اگر چہ ان کے درمیان کافی دوری ہی کیوں نہ ہو، تو ان منتقل کرنے والے وسائل میں سے ہوا ایک اہم وسیلہ ہے کیونکہ اس زمین پر ایسے بہت سے درخت وغیرہ ہیں جن کی تلقیح ہوا کے علاوہ ممکن ہی نہیں ہے۔ [66]
انہیں اشاروں میں سے قرآن مجید کا ایک اشارہ یہ بھی ہے جس کو ماہرین فلکیات نے بھی قبول کیا کہ سورج بھی دوسرے ستاروں کی طرح اپنی حرارت کی زیادتی اور اپنی شعاعوں کو کم کرے کیونکہ اس میں اتنی شدت پائی جاتی ہے جس کو عقلِ انسانی قبول نہیں کرسکتی۔یہاں تک کہ اگر زمین سے اس کی دوری کو ختم کردیا جائے تو زمین سے شعلہ نکلنے لگےں، اور چاروں طرف سے دھواں اٹھنے لگے، اور یہ دھواں چاند تک پہنچ جائے گا او رپھر تمام نظام شمسی درھم وبرھم ہوجائےگا۔
اورآسمان پر موجود تمام ستاروں کا اسی اپنی حالت پر گامزن رہنا ضروری ہے قبل اس کے کہ اپنی دائمی محور کو حاصل کرے، چنانچہ ہمارا یہ سورج کبھی دائرہ سے خارج نہیں ہوتا۔
اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے خداوندعالم کے فرمان کے معنی سمجھ میں آتے ہیں کہ خداوندعالم نے روز قیامت سے کس طرح ہم لوگوں کو ڈرایا ہے اور دنیاکی نابودی کی کس طرح تصویر کشی کی ہے:
[67]
(جب آنکھیں چکاچوند ہوجائیں گی اور چاند میں گہن لگ جائے گا اور سورج اور چاند اکھٹا کردئے جائیں گے تو انسان کہے گا: آج کہاں بھاگ کر جاؤں)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قرآن مجید کے انھی علمی اشاروں میں سے ایک یہ ھے جس کو قرآن مجیدنے بیان کیا ھے:
[68]
''اور (اے رسول) تمھارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو پھاڑ وناور درختوں اوروہ لوگ جو اونچے اونچے مکان بناتے ھیں ان میں اپنے چھتے بنا۔''
جیسا کہ ماھرین علم کاکہنا ھے کہ شہد کی مکھی نے سب سے پہلے پھاڑونمیں اپنا گھر بنانا شروع کیا اور یہ زیادہ تر وھیں پر اپنا گھر بنا کر زندگی کرتی ھیں اور اسی میں زاد ولد کرتی ھینلیکن وھاں پر موجود بعض پریشانیوں کی بنا پر وھاں سے منتقل ھوکر درختوں میں اپنا گھر بنایا درختوں کو اس وجہ سے انتخاب کیا کیونکہ اس میں سوراخ اور کھوکھلی جگہ ھوتی ھیں تاکہ ان میں آرام سے زندگی گذار سکیں۔
اور جب انسان نے (دوسرے جانوروں کے گھروں کو دیکھ کر) اپنے لئے گھر بنانا چاھا تو پہلے گھر بالکل اسی طرح ھوتے تھے جیسے جانوروں کے، شروع میں تو یہ گھر مٹی کے بنائے گئے اور
پھر ان کو خوبصورت بنانا چاھا تو لکڑی سے بنائے جانے لگے اسی طریقہ سے ان میں ترقی ھونے لگی اور آج یھاں تک پھونچ گئے ھیں (کہ بڑے بڑے شھرونمیں بڑی بڑی عمارتوں کی بھر مار ھے)۔
پس شہد کی مکھیوں کا پھاڑ میں گھر بنانااور پھر ان کا درختوں کا انتخاب کرنا اور ان کو دیکھ کر انسانوں کا گھر بنانا ان تمام چیزوں کے بارے میں قرآن کریم نے گفتگو کی ھے [69]
ان ھی علمی حقائق میں سے جن کے بارے میں قرآن مجید نے خبر دی ھے زمین سے متعلق ھے جو ماضی قریب کی صدیوں تک مجھول رھا ۔اور وہ یہ ھے کہ زمین میں سوراخوں کے ذریعہ ھوا داخل ھوتی ان ھی علمی حقائق میں سے جن کے بارے میں قرآن مجید نے خبر دی ھے زمین سے متعلق ھے جو ماضی قریب کی صدیوں تک مجھول رھا ۔اور وہ یہ ھے کہ زمین میں سوراخوں کے ذریعہ ھوا داخل ھوتی بلکہ زمین کے یھی سوراخ اور ان کا اندازہ بھی سب سے اھم سبب ھے جس کی وجہ سے زمین مختلف ھوتی ھیں کہ بعض زمین سخت ھوتی ھیں اور بعض بھوڑ (ریتیلی زمین)، اور یہ بات ابھی کچھ دن پہلے ھی کشف ھوئی ھے کہ زمین میں سوراخ ھوتے ھیں اور ان میں ھوا ھوتی ھے اور جب زمین پر بارش ھوتی ھے تو اس ھوا کی جگہ وہ پانی بھر جاتا ھے اور جیسا کہ علم کیمیا نے کشف کیا ھے کہ مٹی پانی کے ذریعہ پھیل جاتی ھے اور خشک ھونے سے سمٹ جاتی ھے اور جب زمین کے سوراخ میں پانی بھر جاتا ھے تو مٹی کے اجزا ء پانی بھرنے سے متحرک ھوجاتے ھیں چنانچہ جب زمین پر بارش ھوتی ھے تو زمین حرکت میں آجاتی ھے اور اپنے اندازہ سے زیادہ ھوجاتی ھے زمین کی اس حرکت کو اس وقت دیکھا جاسکتا ھے جب اس میں پانی بھر جائے اسی طرح اس کے اندازہ کو بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ھے ۔
قارئین کرام ! یہ وہ حقائق ھیں جن کو آج کا سائنس کشف کررھا ھے لیکن قرآن کریم نے اس کے بارے میں چودہ سو سال پھلے ھی خبر دی ھے جیسا کہ ارشاد ھوتا ھے:
[70]
''اورزمین کو مردہ دیکھ رھا ھے پھر جب اس پرپانی برسادیتے ھیں تو لھلھانے اور ابھرنے لگتی ھے اور ھر طرح کی خوشنما چیزیں اگاتی ھے ''
یھاں پر'' ابتزاز'' کے معنی حرکت کے ھیں اور ربت کے معنی جسم میں زیادتی کے ھیں، چنانچہ ان حقائق سے اس وقت پردہ برداری ھوئی جب آج کا علم کہتا ھوا نظر آرھا ھے کہ جب بارش ھوتی ھے تو زمین میں شگاف پیدا ھوتے ھیں یا پانی کے ذریعہ اس میں سوراخ کھل جاتے ھیں۔ [71]
قرآن کریم کے بتائے ھوے انھیں حقائق میں سے ایک یہ بھی ھے جس کو آج کا سائنس بھی قبول کرتا ھے کہ بدن سے خارج ھونے والی چیزوں کی دو قسمیں ھیں :
۱۔جن سے جسم کا فائدہ ھوتا ھے جیسے افرازات (خارج شدہ) چیزیں ہضم ھونے والی چیزیں و مادہ تناسل یا بعض وہ چیزیں جو جسم کے اندر ھوتی ھیں اور جسم کے لئے ضروری ھموتے ھیں اور یہ قسم انسان کے بدن کے لئے ضروری ھے اور ان میں کوئی ضررو نقصان بھی نھیں ھے
۲۔ دوسری قسم وہ ھے جن مینجسم کے لئے کوئی فائدہ نھیں ھے بلکہ جسم سے ان کا نکلنا ضروری ھے کیونکہ ان میں ایک قسم کا زھر پایا جاتا ھے کہ اگر وہ جسم میں باقی رھیں تو جسم کے لئے خطرہ لاحق ھوجائےگا جیسے پیشاب پاخانہ ۔پسینہ اور خون حیض۔
چنانچہ خدا وند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ھے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

< یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھو أَذًی فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ>[72]
''اے رسول تم سے لوگ حیض کے بارے میں پوچھتے ھیں تم ان سے کہدو کہ یہ گندگی اور گھن کی بیماری ھے لہٰذا تم ایام حیض مینعورتوں سے الگ رھو ''
خداوند عالم نے آج کے علم کواس نتیجہ پر پہنچے سے پھلے ھمیں بتا دیا کہ خون حیض اذیت کنندہ ھے اور اس کا بدن میں باقی رہنا جسم کے لئے خطرناک ھے اور اس چیز کے پیش نظر مخصوص ایام میں عورت سے مباشرت کرنے سے منع فرمایا کیونکہ اس دوران عورت کا رحم شدید درد کی حالت میں ھوتا ھے اور اس کا بدن اضطراب و پریشانی کے عالم میں ھوتا ھے ۔
کیونکہ اس کے اندرونی غددوں سے یہ خون باھر نکلتا رہتا ھے اور اس حالت میں جنسی تعلقات، نقصان دہ ھوتے ھیں بلکہ کبھی کبھی تو حیض آنا بند ھوجاتا ھے نیز دوسرے غلط اثرات مترتب ھوتے ھیں اور کبھی کبھی اعضاء وتناسل میں سوزش ھونے لگتی ھے۔[73]
انھی حقائق میں سے ایک یہ بھی ھے جس کے متعلق خداوندعالم نے ارشاد فرمایا:
[74]
''تو میں تاروں کی بنائی کی قسم کھاتا ھوں اور اگر تم سمجھ لو تو یہ بڑی قسم ھے''
ماھرین فلکیات کا کہنا ھے کہ ستاروں کے درمیان تاحد خیال فاصلہ ھے اور یہ وہ چیز ھے جس کے بارے میں خداوندعالم نے قسم کھائی ھے کیونکہ تمام ستارو ں کی دوری ۷۰۰ /نوری سال کے برابر ھے اور ایک نوری سال میں کروڑوں کلومیٹر کا فاصلہ ھوتا ھے۔ [75]
انھی حقائق میں سے ایک یہ ھے کہ جس کی طرف خداوندعالم نے اشارہ فرمایا ھے:
[76]
''اور ھم نے اس میں ھر قسم کی مناسب چیز اگائی۔''
کیونکہ یہ آیۂ کریمہ دلالت کرتی ھے کہ تمام نباتات میں ایک خاص وزن ھوتا ھے جیسا کہ سائنس نے بھی اس بات کو ثابت کیا ھے کہ نباتات خاص اجزاء سے مرکب ھوتی ھےں اور ان کا ایک خاص وزن ھوتا ھے اس حیثیت سے کہ اگر کسی جز میں اس کی مقدار معین میں کمی یا زیادتی آجائے تو اس کی حقیقت بدل جاتی ھے اور تعجب کی بات یہ ھے کہ ان اجزاء میں سے بعض اجزاء کا بہت دقیق وزن ھوتا ھے مثلاً میلی گرام یا اس سے بھی دقیق جس طرح سے آج کل سونا تولا جاتا ھے۔ [77]
قرآن مجید کتاب خداھے اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نھیں ھے اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ھے:
[78]
''اس میں شک نھیں کہ یہ قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ھے جو سب سے زیادہ سیدھی ھے او رجو ایماندار اچھے اچھے کام کرتے ھیں ان کو یہ خوشخبری دیتا ھے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر (وثواب موجود) ھے۔''
[79]
''(یہ بھی) خدا کی کاریگری ھے کہ جس نے ھر چیز کو خوب مضبوط بنایا اور بے شک جو کچھ تم کرتے ھو وہ اس سے خوب واقف ھے۔''

شبہات واعتراضات
ھم نے شروع ھی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا تھاکہ کتاب کے ان صفحات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی سیرت طیبہ اور تاریخ منور کو بیان نھیں کریں گے اور حوالہ دیا تھا کہ ھم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی سیرت طیبہ کو ''فی رحاب رسول (ص) '' نامی کتاب میں تحریر کریں گے۔
لیکن اس کے باوجود بھی نبوت عامہ، مخصوصاً ھمارے نبی اعظم کی نبوت کی گفتگو کے دوران دو اھم نکات کی طرف توجہ کرنا ضروری ھے او راس سلسلہ میں تحقیق کرنے والے کے لئے ضروری ھے کہ وہ ان نکات سے چشم پوشی نہ کرے، کیونکہ وہ بہت عمیق ھیں اور ان میں خطا وغلطی کا امکان ھے، خصوصاً چونکہ یہ دونوں مسائل مقام نبوت سے بہت زیادہ ارتباط رکھتے ھیں کیونکہ مقام نبوت ایک الٰھی منصب ھے جو شھوات اور لذاتِ دنیا نیز گناھوں اور خطاؤں سے پاک وپاکیزہ ھوتا ھے۔
اور وہ دو مسئلے در ج ذیل ھیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۱۔ کثرتِ ازواج۔
۲۔ عصمت۔
اور ھمارے خیال کے مطابق اس بات میں ھمارے قارئین کرام بھی متفق ھوں گے کہ یہ دونوں مسئلے مقامِ رسالت سے بہت زیادہ ارتباط رکھتے ھیں لہٰذا یہ دونوں سیرت رسول بیان کرنے سے زیادہ اھم ھیں۔
قارئین کرام ! ھم آئندہ صفحات میں ان دونوں مسئلوں پر گفتگو کریں گے البتہ کتاب کی ضخامت کے پیش نظر مختصر طور پر بیان کریں گے، خداوندمنان ھمیں توفیق عنایت کرے۔ (آمین)

کثرتِ ازواج
حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی حیات طیبہ میں کثرتِ ازواج کا مسئلہ بہت اھم ھے یھاں تک کہ دشمنان دین اور انگریز رائٹروں نے اس پر بہت سے اعتراضات کئے ھیں اور اپنے گمان کے مطابق اس مسئلہ میں دین اسلام او رپیغمبر اسلام پر لعن وطعن قرار دیا ھے۔
اصل موضوع کو بیان کرنے سے پھلے یہ عرض کردینا ضروری سمجھتے ھیں کہ اگر کوئی عظیم ہستی اپنی بیوی سے محبت کرے یا وہ اس کے ساتھ اپنی مشترکہ زندگی گذارے تو یہ کوئی عیب نھیں ھے بلکہ یہ تو فطری تقاضا ھے اور بقاء انسانیت کا وسیلہ ھے، اور چونکہ نبی بھی بشروانسان ھیںلہٰذا ان میں ایک انسان کے تمام صفات کا پایا جانا ضروری ھے، ارشاد قدرت ھوتا ھے :
[80]
''اور ان لوگوں نے (یہ بھی)کھا کہ یہ کیسا رسول ھے جو کھانا کھاتا ھے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ھے''
[81]
''اے رسول تم کہہ دو کہ سبحان اللہ میں ایک آدمی ھوں خدا کے رسول کے سوا آخر اور کیا ھوں''
چنانچہ یہ عیب نھیں ھے بلکہ عیب یہ ھے کہ انسان اس محبت میں اس قدر آگے بڑھ جائے کہ اپنے واجبات کو ترک کرنے پر مجبور ھوجائے اور اپنے حدود سے باھر نکل جائے اور اس کی تمام طاقت وتوانائی اسی میں صرف ھوجائے۔
تو کیا کوئی دشمن حضرت محمد (انگریز ھو یا غیر انگریز) یہ بات کہہ سکتا ھے کہ آپ نے کسی زوجہ کی وجہ سے کسی بھی واجب کو ترک کیا ھے، بلکہ اس سلسلہ میں تحقیق کرنے والوں کا نظریہ یہ ھے کہ حضرت محمد کی ذات گرامی ایسی ذات تھی جس نے نبوت کا بھی مکمل حق ادا کیا اور ازواج کو بھی ان کا کامل حق دیا، اور یہ چیز ھمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی عظمت پر بہترین دلیل ھے۔
اگر قلب نبی میں ذرہ برابر بھی شھوت پرستی اور ھواپرستی پائی جاتی تو پھر آپ کی ذات سر زمین مکہ پر عفت وحیا سے مشھور نہ ھوتی ، اور اگر شھوت پرستی کا ذرا بھی وجود پایا جاتا تو آپ اپنے شباب کے عالم میں اپنی قوم وقبیلہ کی باکرہ اور خوبصورت لڑکیوں سے شادی کرتے، اوران بیوہ اور طلاق شدہ عورتوں سے شادی نہ کرتے، جن میں اکثر بوڑھی یا سن رسیدہ تھیں۔
بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی شادیوں کا مقصد بعض حالات میں یہ ھوتا تھا کہ سسرالی رشتہ کی تعداد زیادہ ھو، تاکہ اسلام کی شان وشوکت میں اضافہ ھو جبکہ بعض حالات میں آپ کامقصد یہ ھوتا تھا کہ جو عورتیں اسلامی جنگوں میں یا اسلام کی خاطر مصیبت زدہ ھوتی تھیں یا ان کے شوھر شھید ھوجاتے تھے ان پر لطف ومھربانی کریں، چنانچہ یھی وجہ تھی کہ آپ کی بیویوں کی تعداد میں اضافہ ھوتا رھا لیکن اس کو اسلام دشمن عناصر نے دلیل کے طور پر پیش کیا کہ (حضرت) محمد (ص) نے شھوت پرستی کی خاطر اتنی شادیاں کی ھیں۔!
لہٰذا ھم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی بیویوں کے اسماء گرامی او رمختصر حالات بیان کرتے ھیں تاکہ اس سلسلہ میں ھوئے اعتراضات کا خاتمہ ھوجائے۔

۱۔ خدیجہ بنت خویلد:
چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمان کے ساتھ مل کر تجارت کاکام کیا کرتے تھے اسی اثنا میں آپ سے آشنائی اور واقفیت ھوگئی، جناب خدیجہ (ع) کی اس سے پھلے دو مرتبہ شادی ھوچکی تھی اور اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی او ر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی عمر ۲۵/ سال تھی، اس وقت آپ نے جناب خدیجہ سے شادی کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی اس زوجہ کا امتیاز یہ ھے کہ انھوں نے آنحضرت کے ساتھ اس وقت زندگی گذاری جب آپ نے ظاھری طور پر اعلان رسالت نہیں کیا تھا اور آپ ھی کو یہ فخر حاصل ھے کہ آپ سب سے پھلے رسول اکرم صلی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اللہ علیہ و آلہ و سلمکی رسالت پر ایمان لائیں، اور راہِ اسلام میں اپنا سارا مال ودولت خرچ کردیا۔
اسی طرح دشمنان اسلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکویہ بھی طعنہ دیا کہ جناب خدیجہ کی عمر چونکہ حضرت محمد (ص) سے ۱۵/ سال زیادہ تھی لیکن ان کے پاس چونکہ بہت زیادہ مال ودولت تھی اورآنحضرت کے پاس کچھ نہیں تھا لہٰذا آپ نے مال کے لالچ میں جناب خدیجہ سے شادی کی ۔
لیکن یہ اعتراض خود بخود ختم ہوجاتا ھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمخود جناب خدیجہ کی ذات کو اس قدر چاہتے تھے کہ آپ ان کی زندگی میں بھی ان کو بہت زیادہ اھمیت دیتے تھے او ران کی وفات کے بعد بھی ان کا بہت زیادہ احترام اور محبت کا اظہار کیا کرتے تھے اور اس بات کا مشاہدہ دوسری ازواج نے بھی کیا ھے۔ [82]
کیا کسی انسان کو اتنی محبت واحترام بیوی کے مال کی وجہ سے ہوسکتا ھے۔!
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی ازواج میں صرف یھی پہلی مومنہ کا امتیاز ھے کہ خداوندعالم نے اسی بیوی کے ذریعہ نسلِ نبوت کوباقی رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی اکلوتی بیٹی [83] جناب فاطمہ زھرا = کے ذریعہ آپ کی نسل کو بڑھایا۔

۲۔ سودة بنت زمعة:
یہ بی بی جوانی کے آخری حصے میں بیوہ ہوگئیںتھیں کیونکہ ان کا مسلمان شوھر ہجرت سے قبل مکہ میں ھی وفات پاگیاتھا اور جب ان کی زندگی بیوہ ہونے کی وجہ سے تنہائی میں بسر ہونے لگی تو اس وقت رسول اسلام نے ان پر لطف وکرم کرتے ہوئے اور ان کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے ان سے نکاح کیا تاکہ ان کی مشکلات دور ہوجائیں، اور ان کے پڑھاپہ کا سھارا بن جائیں، لہٰذا ان کے شوھر محمد رسول اللہ ھیں نہ صرف ”محمد“ (ص)جن کے بارے میں شھوت پرستی کا ڈھول بجایا جار ھا ھے۔

۳۔عائشہ بنت ابی بکر:
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی یہ بیوی سب سے کم عمر تھی اور ازواج نبی میں صرف یھی باکرہ تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ہجرت کے بعد ان سے شادی کی ھے۔

۴۔ حفصہ بنت عمر بن الخطاب:
ان کے پہلے شوھر جنگ بدر میں زخمی ہوئے او رانتقال کرگئے، جس وقت حفصہ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر نے جناب عثمان سے ملاقات کی اور رودادِ غم سنائی تب جناب عثمان نے کہا: مجھے عورتوں کے مسئلہ میں کوئی دلچسپی نہیں ھے، اس کے بعد ابوبکر سے ملاقات ہوئی اور ان سے بھی کچھ کھا تو وہ بھی چُپ رھے تو یہ دیکھ کر حضرت عمر جناب ابوبکر پر غصہ ہوئے (لیکن جب کسی سے کوئی بات نہ بنی تو) آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ان سے نکاح کرلیا۔ [84] گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلماسلامی جنگ میں شھیدھونے والے اُن کے شوھر کی جگہ لے لینا چاہتے تھے اور ان کی مشکلات کو دور کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ ان کے پدر بزرگوار (جناب عمر) بھی یھی چاہتے تھے۔

۵۔زینب بنت خزیمہ:
انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمسے قبل دو دفعہ شادی کی تھی ان کا دوسرا شوھر جنگ بدر میں شھید ھوگیا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ان کے اور ان کے شوھر کے اکرام میں ان سے نکاح کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی یہ بیوی صرف آٹھ ماہ زندہ رھیں اور اس کے بعد اس دنیا سے چل بسیں۔

۶۔ ام سلمہ:
آپ کے پہلے شوھر جنگ احد میں زخمی ہوئے اور جب زخم کچھ مندمل ھوگئے تو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے سرائے (مہمان خانہ) میں رکھا گیا لیکن وھاں بھی ان کے زخم ٹھیک نہ ہوئے اور جب زخم بڑھتے گئے تو ان کی حالت خراب ھوگئی اور اسی عالم میں دار فانی سے رخصت ھوگئے، چنانچہ انھوں نے ام سلمہ اور چند اولاد چھوڑیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ان کی اور ان کے بچوں کی حالت پر رحم کرتے ہوئے ان سے نکاح کرلیا، اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

،چونکہ جناب ام سلمہ کے شوھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے چچا زاد بھائی بھی تھے، چنانچہ جب رسول اللہ نے جناب ام سلمہ سے اپنا پیغام بھجوایا تو انھوں نے اپنے بڑھاپے اور بچوں کی وجہ سے معذرت چاھی لیکن حضرت رسول خدا نے ان کے عذر پر توجہ نہ دی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکا مقصد ان پراور ان کی اولاد کی حالت پر رحم کرنا مقصودتھا۔

۷۔ زینب بنت جحش:

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے چچا کی لڑکی تھی چنانچہ انھوں نے پھلی مرتبہ زید بن حارثہ سے شادی کی اور یہ زید جناب خدیجہ بنت خویلد کے غلام تھے لیکن جناب خدیجہ نے ان کو رسول اللہ کو ھبہ کردیا تھا، رسول اللہ نے ان کو آزاد کردیا او راپنا بیٹا بنالیا او ران کو ”زید بن محمد “ کے نام سے مشھور کردیا گیا، اور یہ اس شھرت پر باقی رھے یھاں تک کہ خداوندعالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

[85]

”گود لئے بچوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو“

چنانچہ اس کے بعد ان کو اپنے حقیقی باپ حارثہ کی طرف نسبت دینے لگے اور ان کو زید بن حارثہ کھا جانے لگا۔

جناب زید نے رسول اللہ کی محبت اور رغبت میں زینب سے شادی کی تھی، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے اس شادی میں حصہ لیا ، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمعملی طور پر ذات پات اور آقا وغلام کے فرق کو ختم کرنا چاہتے تھے تاکہ اسلام میں مساوات کو فروغ ملے، آپ نے زینب کو اس شادی کے لئے راضی کیا اور وہ راضی بھی ھوگئیں ، اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ھوئی:

[86]

”اور نہ کسی ایماندار مرد کو یہ مناسب ھے اور نہ کسی ایماندار عورت کو کہ جب خدا اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام (کے کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار ھو۔)

چنانچہ جناب زینب نے اس شادی کو قبول تو کرلیا لیکن مکمل طورپر دل سے راضی نہ تھیں، اور یہ شادی ھوگئی لیکن چونکہ جناب زینب مکمل طریقہ سے راضی نہ تھینلہٰذا یہ شادی زیادہ دن پابرجا نہ رہ سکی، کیونکہ جناب زینب اس شادی سے خوش نہ تھی اور زید بھی جناب زینب کی عظمت اور بزرگی کی گفتگو کیا کرتے تھے، چنانچہ ان تمام باتوں کے پیش نظر جناب زید اس مشترکہ زندگی کو

چلانہ سکے اور طلاق کا ارادہ کرلیا تاکہ ان مشکلات سے نجات مل جائے لیکن جناب زید آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے مشورے کے بغیر طلاق بھی نھیں دے سکتے تھے، چنانچہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمسے مشورہ کیا تو رسول اسلام نے ان کو اس کام سے منع کیا اور فرمایا جیسا کہ قرآن مجید بھی اس چیز کی حکایت کررھا ھے:

[87]

”(جناب زید کو حکم ھوتا ھے کہ)تم اپنی زوجہ (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور خدا سے ڈرو“

لیکن رسول اسلام جانتے تھے کہ یہ شادی آخر تک قائم نھیں رہ پائے گی اگرچہ آپ نے طلاق کو وقتی طور پر رکوادیا ،اس کے بعد آپ نے ارادہ کرلیا کہ اگر زید ان کو طلاق دے بھی دیں تو میں ان سے نکاح کرلوں گا، کیونکہ زید اس شادی کو اچھا نھیں سمجھتے تھے ادھر رسول اسلام بھی لوگوں کی قیل وقال سے خائف تھے کیونکہ عرب کے دستور کے مطابق اگر کسی شخص نے کسی کو اپنا لڑکا بنا رکھا ھو تو اس کی بیوی سے(طلاق کی صورت میں) نکاح کرنا بُرا سمجھا جاتا ھے۔

ادھر ایک مدت کے بعد جناب زید نے جناب زینب کو طلاق دیدی، اور جب طلاق ھوگئی تو خداوندعالم نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جناب زینب سے نکاح کرلیں، تاکہ عرب میں مشھور غلط رواج کو ختم کردیا جائے کہ منھ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنا حرام یا بُرا ھے۔

چنانچہ خداوندعالم نے اس بات کی حکایت کی ھے:

[88]

”غرض جب زید اپنی حاجت پوری کرچکا (اورزینب کوطلاق دیدی) تو ھم نے (حکم دے کر) اس عورت (زینب) کا نکاح تم سے کردیا تاکہ عام مومنین کو اپنے منھ بولے لڑکوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں کسی طرح کی تنگی نہ رھے“

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ھے کہ یہ نکاح خداوندعالم کے حکم سے تھا تاکہ حکمِ شریعت واضح ہوجائے اور عملی طور پر مساوات کا بہترین ثبوت پیش کیا جاسکے۔
بعض دشمنان دین (خصوصا انگریزوں) نے اس سلسلہ میں بہت سے قصے اور افسانہ گڑھ ڈالے او ریہ کہا کہ جب حضرت محمد زید کے گھر جاتے تھے تو ان کی بیوی کو تعجب سے دیکھتے تھے چنانچہ انھوں نے زید کو طلاق کے لئے ابھارا تاکہ خود زینب سے شادی کرلیں۔
لیکن ان کا یہ گمانِ ناقص، صاحبان غور وفکر کے نزدیک بالکل باطل ومردود ھے کیونکہ جناب زینب آپ کے چچا کی لڑکی تھیں اور آپ نے شادی سے پہلے بھی ان کو دیکھا تھا او ران کوپہچانتے تھے او راگر آپ کے دل میں ان سے شادی کرنے کی ذرا بھی رغبت ہوتی تو پہلے ھی ان سے شادی کرسکتے تھے اور زید کو ان سے شادی کرنے کے لئے نہ کہتے۔

۸۔ جویریة بنت الحارث:
یہ قبیلہ بنی مصطلق سے تعلق رکھتیں تھیں اور اپنے قبیلہ والے سے ھی شادی کی، لیکن جب وہ اسیر کرکے مدینہ لائی گئیں اور وہ مسلمانوں کے حصے میںآ گئیں ، چنانچہ انھوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اپنے کو ایک مبلغ معین میں خرید لیں اور نبی اکرم کے پاس آئیں او راپنا حسب ونسب اور حالِ حاضر کی حالت بتائی اور درخواست کی کہ آپ اس مبلغ کی ادائیگی میں مدد کریں، چنانچہ رسول اسلام نے ان پر لطف وکرم اور مہربانی واکرام کرنے کا ارادہ کیا گویا ان کی قوم والوں کو اس کام سے اسلام کی طرف رغبت دلائی اور آپ نے ان کو وہ مبلغ دیدیا تاکہ وہ مبلغ دیدیں او رآنحضرت سے نکاح کرلیں، چنانچہ اس واقعہ سے سب لوگوں کو خوشی ہوئی۔
چنانچہ اس شادی کا سب سے پہلا اثر یہ ہوا کہ اس قبیلہ کے جو اسیر مسلمانوں کے پاس تھے وہ سب نے آزاد کردئے کیونکہ یہ سب رسول اسلام کے سسرالی رشتہ دار ہوگئے تھے۔

۹۔ صفیہ بنت حي:
یہ قوم یہود سے تعلق رکھتی تھیں اور انھوں نے اپنے ھی قبیلہ والوں سے دو مرتبہ شادی کی تھی، لیکن جب جنگ خیبر ہوئی تو ان کو اسیر کرلیا گیا تب رسول اسلام نے ان سے نکاح کرلیا تاکہ اسیروں کے حال پر رحم وکرم کامکمل ثبوت دیا جاسکے۔

۱۰۔ ام حبیبة بنت ابی سفیان:
ان کی بھی پہلے شادی ہوچکی تھی اور انھوں نے اپنے شوھر اور مسلمان مہاجرین کے ساتھ حبشہ ہجرت کی، لیکن وھاں جاکر ان کا شوھر مرتد ہوگیا لیکن یہ اپنے اسلام پر باقی رھیں،عالمِ غربت میں اپنے دین وایمان کی حفاظت کرتی رھیںاور ایک مدت تک حبشہ میں مشکلات کی زندگی گذارتی رھیں کیونکہ ان کی دیکھ بھال کرنے والا شوھر بھی نہیں تھا او رنہ ھی مکہ واپس پلٹ سکتی تھیں چونکہ ان کے باپ اور ان کے بھائی او ردیگر قبیلہ والے دشمنان اسلام کی اسیری میں تھے۔
چنانچہ جب رسول اسلام نے اس واقعہ کی تفصیل سنی تو ایک شخص کو حبشہ بھیجا تاکہ ان سے جاکر نکاح کی بات کرے، چنانچہ انھوں نے بھی موافقت کی، اور جعفر بن ابی طالب کے ساتھ مدینہ واپس آگئیں اور رسول اسلام نے ان سے نکاح کرلیا اور یہ ام المومنین کے دائرے میں شامل ہوگئیں، گویا رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ان کی حبشہ کی مشکلوں پر صبر وتحمل کرنے اور راہ اسلام میں استقامت کرنے کی وجہ سے ان سے نکاح کیا۔

۱۱۔ میمونہ بنت الحارث:
یہ بھی بیوہ تھیں اور ان کی عمر ۴۹ سال تھی انھوں نے اپنے نفس کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو ھبہ کردیا تاکہ آپ بھی ازواج نبی میں شامل ہوجائیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ھے:
[89]
” ایماندار عورت اگر وہ اپنے کو (پیغمبر)نبی کو دیدے اور نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔“
چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ان پر لطف وکرم کیا او ران کو بھی امہات المومنین میں شامل کرلیا۔
قارئین کرام ! کیا کوئی شخص ازواج نبی کی مذکورہ تفصیل پڑھنے کے بعد بھی یہ کہہ سکتا ھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمایک شہوت پرست تھے؟! کیا ایسے شخص کو جس نے بیواؤں اور بوڑھی عورتوں سے نکاح کیا ہو اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ھے کہ غرائز جنسی اور شھوت پرستی کے جال میں پھنسے ھوئے تھے، نھیں ھرگز نھیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمایک معمولی انسان نہ تھے بلکہ خدا کی طرف سے بھیجے ھوئے رسول تھے او رایسے انسان تھے جو ھر قسم کی شھوت پرستی سے پاک وپاکیزہ تھے اور شعور کے اس بلند درجہ پر فائز تھے کہ جھاں پر انسانیت سے بے پناہ محبت والفت اور ذمہ داری کا احساس پایا جاتا ھے۔

عصمت

ھر صاحب عقل پر یہ بات واضح ھے کہ نبی چونکہ پیغامات الٰھی کولوگوں تک پھونچاتا ھے اور ان کے سامنے دینی احکامات پیش کرتا ھے لہٰذا اس کی باتوں پراس وقت یقین کیا جاسکتا ھے جب وہ صادق ھو اور بھول چوک اور خطا وغلطی سے پاک ھو، اور ھر طرح کی معصیت وگناہ سے دور ھو ،نیز خدا کی مکمل طریقہ سے اطاعت کرتا ھو،تاکہ (یقینی اور قطعی طور پر) ان تمام چیزوں سے پاک ومنزہ ھو جو اس کے اقوال، اعمال اور دیگر امور میں باعثِ شک بنتے ھوں۔

چنانچہ اسی چیز کو علماء علم کلام''عصمت '' کہتے ھیں۔

اس بنا پر عصمت کے معنی ایک ایسی داخلی طاقت ھے جو نبی کو ترکِ طاعت، فعل معصیت اور بری باتوں سے روکتی ھے۔

انبیاء (ع) کی عمومی زندگی کی معرفت کے بعد انسان اس نتیجہ پر پھونچ جاتا ھے کہ نبی کے لئے صاحب عصمت ھونا ضروری ھے اور ھمارے لئے انبیاء کی عصمت پر یقین رکھنا واجب ھے، چنانچہ شیعہ حضرات انبیاء (ع) کی عصمت کی ضرورت پر زیادہ اصرار کرتے ھیں اور اسلامی فرقوں میں صرف ھمارا واحد مذھب ھے جو انبیاء (ع) کی عصمت کا قائل ھے چونکہ دوسرے اسلامی فرقے انبیاء (ع) کی عصمت مطلقہ کو ضروری نھیں سمجھتے، جبکہ فرقۂ معتزلہ اگرچہ انبیاء (ع) کو گناہِ کبیرہ سے معصوم مانتاھے لیکن ان کے لئے گناہ صغیرہ کو جائز جانتا ھے البتہ ایسے گناہِ صغیرہ جو فقط ثواب کو کم کرتے ھیں لیکن باعث عذاب نھیں ھوتے۔[90]

اور چونکہ مسئلہ واضح ھے لہٰذا اس میں زیادہ گفتگو اور دلیل کی کوئی ضرورت نھیں کیونکہ خود انسان کا وجدان اور دل اس بات کی گواھی دیتا ھے کہ وہ نبی جو خطا وغلطی کرتا ھو اور معصیت وگناہ کا مرتکب ھوتا ھو اس صورت میں کوئی بھی انسان اس کی اطاعت وپیروی نھینکرے گا اور نہ ھی اس کے قول وفعل او رامر ونھی کو قبول کرے گا۔

قارئین کرام ! اس سلسلہ میں بہت سی کلامی کتابوں میں بغیر سوچے سمجھے لکھ دیا گیا ھے اور اس سلسلہ میں ان لوگونکے وھم کی وجہ سے قرآن مجید کی وہ آیات ھیں جن کے ظاھر سے اس بات کااشارہ ھوتا ھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمگناہ اور معصیت کے مرتکب ھوئے۔

لیکن جب ھم بحثِ نبوت اور نبی کی عظمت کا صحیح طریقہ سے جائزہ لینا چاھیں تو ھمیں اس طرح کی آیات کے ظاھر سے پرھیز کرتے ھوئے ان کے اصل مقصد تک پھونچنا چاہئے یھاں تک کہ ھم پر حقیقت امر واضح ھوجائے اور ھم شکوک وشبھات کا سدّ باب، مستحکم دلیل وبرھان اور فھم صحیح سے کردیں۔ (لہٰذا مناسب ھے کہ پھلے ھم ان آیات کو بیان کریں جن کے ذریعہ سے مخالفین عصمت نے استدلال کیا ھے اور پھر ان کا مکمل جواب پیش کریں۔)

پھلی آیت:

ارشاد خداوندعالم ھوتا ھے:

[91]

جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ھے کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے گناہ کرنے پر واضح طور پر دلالت کرتی ھے (اگرچہ ان کی بخشش کا وعدہ کیا گیا ھے)

جواب :

قارئین کرام ! اس سلسلہ میں لفظ ''ذنب'' کے بارے میں بعض مفسرین نے بہت سی وجوھات بیان کی ھیں ان میں سب سے بہتر وجہ وہ ھے جس کو سید مرتضیٰ ؒ نے اختیار کیا ھے ، (سید مرتضیٰ ؒ کا علم وادب اور لغت میں منفرد مقام ھے) چنانچہ موصوف فرماتے ھیں:

''آیہ کریمہ میں لفظ ''ذنبک'' سے مراد امت محمدی کے گناہ ھیں کیونکہ ذنب مصدر ھے اور مصدر کبھی کبھی فاعل کی طرف مضاف ھوتا ھے مثلاً ''اعجبنی شعرک أو ادبک أو نثرک'' (مجھے تمھارے اشعار یا نثر اور ادب پر تعجب ھے) کیونکہ اس مثال میں مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ھوا ھے، لیکن کبھی کبھی مصدر اپنے مفعول کی طرف بھی مضاف ھوتا ھے مثلاً: ''ساء نی سجنک أ و مرضک'' (میں آپ کے قید ھونے یا مرض میں مبتلاھونے کی وجہ سے پریشان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ھوا) کیونکہ اس مثال میں مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ھوا ھے اور جس کو قید ھوئی یا بیمارھو وہ مفعول ھے۔
اب آئیے قرآن مجید کی اس آیت میں دیکھتے ھیں کہ لفظ ”ذنب“ مفعول کی طرف اضافہ ھوا ھے اور ذنب سے مراد امت کے ذریعہ نبی کے اوپر واقع ھونے والے سبّ و شتم ا ورمذاق اڑانے کے گناہ ھیں نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی تکذیب اور جنگ میں آپ کو اذیت دینے والے کے گناہ مراد ھیں۔
اور اگر قرآن کی آیت کے اس طرح معنی نہ کریں تو آیت کی تفسیر نہیں ھوسکتی، آیت کو ملاحظہ فرمائیں ارشاد ھوتا ھے:
[92]
”اے رسول یہ حدیبیہ کی صلح نہیں (بلکہ) ھم نے حقیقتاً تم کو کھلم کھلا فتح عطا کی ھے تاکہ خدا تمھاری امت کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کردے۔“
کیونکہ اس آیۂ کریمہ میں فتح کے بعد غفران وبخشش کا ذکر ھے اور جس روز فتح حاصل ھوئی اس روز غفران نہیں تھی کیونکہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ھوئی، خداوندعالم نے اس صلح کانام فتح رکھا، اور اسی صلح کے ذریعہ سے فتح مکہ کے اسباب فراھم ھوئے، چنانچہ اس طرح سے آیت کے معنی واضح ھوجاتے ھیں :
” اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیْناً لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِ قومکَ نَحْوِکَ وَمَا تَأَخَّرَمنہ بعد ہذا الصلح والی ان یَتِمَّ الفتح ولیتم نِعْمَتَہُ عَلَیْکَ بالفتح الکبیر والنصر العظیم“
یعنی اے میرے حبیب ھم نے تم کو واضح طور پر فتح وکامیابی عنایت کی اور اس صلح کے بعد سے مکمل کامیابی تک آپ کی وجہ سے آپ کی قوم کے گذشتہ وآئندہ کے گناہ بخش دئے تاکہ خدا اس عظیم فتح کے ذریعہ تم پر اپنی نعمتیں نازل کرے۔
قارئین کرام ! اگر مذکورہ آیہ مبارکہ کے معنی بعض کج فکر لوگوں کی طرح کریں کہ ذنب سے مراد بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے گناہ ھیں تو پھر اس فتح کے بعد غفران وبخشش کوئی معنی نہیں رکھتے، کیونکہ اس بخشش کے سوا اس کے اور کوئی معنی نہیں ھوتے کہ فتح کے بعد ان لوگوں کے گناہ بخش دئے جائیں جنھوں نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی شان میں بے ادبی کی، ان لوگوں کے وطن کو لشکر نبوی کے ذریعہ فتح کرائے او ران کے جاھلیت کے زمانہ کو ختم کردے۔
دوسری آیت:
< وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِی أَنْعَمَ اللهُ عَلَیْہِ وَأَنْعَمْتَ عَلَیْہِ أَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللهَ وَتُخْفِی فِی نَفْسِکَ مَا اللهُ مُبْدِیہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاہُ فَلَمَّا قَضَی زَیْدٌ مِنْہَا وَطَرًا زَوَّجْنَاکَہَا۔>[93]
”اے رسول اس وقت کو یاد کرو جب اس شخص (زید) سے کہہ رھے تھے جس پر خدا نے احسان (الگ)کیا اور تم نے اس پر (الگ)احسان کیا ،(جناب زید کو حکم ھوتا ھے کہ)تم اپنی زوجہ (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور خدا سے ڈرو، غرض جب زید اپنی حاجت پوری کرچکا (طلاق دیدی) تو ھم نے (حکم دے کر) اس عورت (زینب) کا نکاح تم سے کردیا“
جیسا کہ بعض لوگوننے دعویٰ کیا ھے کہ اس آیہ کریمہ میں رسول اسلام کی سرزنش اور ملامت کی گئی ھے کیونکہ وہ لوگوں کی قیل وقال سے خوف زدہ تھے۔
جواب:
جیسا کہ آپ حضرات جانتے ھینکہ یہ آیہ کریمہ زید بن حارثہ اور ان کی زوجہ جناب زینب بنت جحش کے بارے میں ھے او رھم نے چند صفحے قبل اس بارے میں تفصیل بیان کی ھے جس کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام آیت کے سیاق وسباق سے اچھی طرح آگاہ ھیں چنانچہ آپ حضرات اس آیت کے ذیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی کوئی سرزنش اور ملامت نہیں پاتے۔
تیسری آیت:
[94]
بعض لوگوں کا گمان یہ ھے کہ کلمہ ”عفا اللہ عنک“ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے گناہ پر دلالت کرتا ھے کیونکہ بخشش اور معاف کرنا گناہ او رخطا کے بعد ھی تصور کیا جاسکتا ھے۔
جواب:
حقیقت یہ ھے کہ اس آیہ کریمہ کے معنی اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک اس کے سیاق وسباق کو مد نظر نہ رکھیں کیونکہ ماقبل ومابعد کو سامنے رکھ کر ھی آیت کے اصلی معنی سمجھے جاسکتے ھےں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ارشاد خداوندی هوتا هے:
< لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۔ عَفَا اللهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ۔لَايَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاہِدُوا بِأَمْوَالِہِمْ وَأَنفُسِہِمْ وَاللهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۔ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَايُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُہُمْ فَہُمْ فِي رَيْبِہِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۔ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَہُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِہَ اللهُ انْبِعَاثَہُمْ فَثَبَّطَہُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ >[95]
”(اے رسول) اگر سردست فائدہ اور سفر آسان هوتا تو یقیناً یہ لوگ تمہارا ساتھ دیتے مگر ان پر مسافت کی مشقت طولانی هوگئی، اور (اگر پیچھے رہ جانے کی پوچھو گے تو)یہ لوگ فوراً خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر هم میں سکت هوتی تو هم بھی ضرور تم لوگوں کے ساتھ هی چل کھڑے هوتے (یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاکر) اپنی جان آپ هلاک کئے ڈالتے هیں او رخدا تو جانتا هے کہ یہ لوگ بیشک جھوٹے هیں ۔(اے رسول) خدا تم سے درگزر فرمائے تم نے انهیں (پیچھے رہ جانے کی)اجازت هی کیوں دی تاکہ (تم ایسا نہ کرتے تو) سچ بولنے والے (الگ)ظاهر هوجاتے اور تم جھوٹوں کو (الگ) معلوم کرلیتے۔ (اے رسول) جو لوگ (دل سے) خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے هیں وہ تو اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے جهاد (نہ) کرنے کی اجازت مانگنے کے نهیں (بلکہ وہ خود جائیں گے)
اور خدا پرهیزگاروں سے خوب واقف هے (پیچھے رہ جانے کی) اجازت تو بس وهی لوگ مانگیں گے جو خدا او رروز آخرت پر ایمان نهیں رکھتے اور ان کے دل (طرح طرح کے) شک کررهے هیں تو وہ اپنے شک میں ڈانواںڈول هورهے هیں (کہ کیاکریں او رکیا نہ کریں)اور اگر یہ لوگ (گھر سے) نکلنے کی ٹھان لیتے تو (کچھ نہ کچھ) سامان تو کرتے مگر (بات یہ هے) خد ا نے ان کے ساتھ بھیجنے کو ناپسند کیا تو ان کو کاهل بنادیا اور (گویا) ان سے کہہ دیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے (مکھی) مارتے) رهو۔“
جواب:
قارئین کرام ! ان آیات میں غور وفکر کرنے سے یہ بات واضح هوجاتی هے کہ کلمہ ”عفا اللہ عنک“ میں گناہ شرعی نهیں هے یعنی حکم خدا کی مخالفت نهیں کی بلکہ ان آیات میں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو اس بات کی ہدایت کی گئی هے کہ آپ جنگ میں شرکت نہ کرنے والوں کے جهوٹ وسچ کو کن طریقوں سے پہچانےں تاکہ آپ کو اپنے اصحاب میں صادقین وکاذبین کی شناخت هوجائے، کیونکہ اگر آپ ان لوگوں کی تاخیر میں اجازت نہ دیتے تو جهوٹے اور سچوں کی پہچان هوجاتی، لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ان لوگوں کو جنگ میں شرکت نہ کرنے کی اجازت دیدی جو یہ کہہ رهے تهے کہ هم جنگ میں جانے سے معذور هیں لہٰذا ان کی سچائی کا ثبوت نہ مل سکا کیونکہ ان میں سے بعض لوگ سچے تهے اور بعض لوگ صرف بهانہ کررهے تهے لیکن ان کے درمیان کوئی پہچان نہ هوسکی۔
چوتھی آیت:
[96]
اور چونکہ ضلال عصمت کے مخالف هے اور گمان کرنے والوں نے یہ گمان کرلیا کہ جس میں ضلالت وگمراهی پائی جائے گی وہ ذات معصوم نهیں هوسکتی۔
جواب:
حقیقت یہ هے کہ ضلال کے معنی ذهاب اور انصراف کے هیں جیسا کہ هم جانتے هیں کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمپهلے یہ نهیں جانتے تهے کہ کس طرح خدا کی عبادت کی جائے اور اپنے واجبات کی ادائیگی کرکے کس طرح تقرب الٰهی حاصل کیا جائے تو اس وقت تک خاص معنی میں عبادت نهیں کرتے تهے یهاں تک کہ خداوندعالم نے آپ کی ہدایت کی اور رسالت اسلام سے سرفراز کیا اور مذکورہ آیت انهیں آیات میں سے هے جن میں خداوندعالم نے اپنے نبی پر نازل کردہ نعمتوں کو شمار کیا اور اپنی خاص عنایات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے شامل حال رکھیں۔
ارشاد هوتا هے:
[97]
”کیا اس نے تم کو یتیم پاکر (ابوطالب) کی پناہ نهیں دی (ضرور دی) او رتم کواحکام سے ناواقف پایا تو تمهیں منزل مقصود تک پهونچادیا او رتم کو تنگدست پاکر غنی کردیا“
چنانچہ یہ آیات واضح طور پر همارے مطلوب ومقصور پر دلالت کرتی هیں کیونکہ خداوندعالم نے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو یتیم پایا تو آپ کو پناہ دی اور پرورش کی اور جب آپ کو تنگدست پایا تو آپ کو غنی کردیا اس کے بعد جب خاص معنی میں عبادت کا طریقہ نهیں آتا تهاتو خداوندعالم نے عبادت خاص کی طرف ہدایت کی۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پانچویں آیت:
[98]
''اور تم سے وہ بوجھ اتاردیا''
جبکہ عرف عام میں''وزر'' کے معنی گناہ کے ھیں۔
جواب:
حقیقت یہ ھے کہ لغت میں ''وزر'' کے معنی ثقل (بوجھ) کے ھیں اور گناھوں کو اسی وجہ سے ''وزر'' کھا جاتا ھے کیونکہ گناھوں کا انجام دینے والا سنگین ھوجاتا ھے، چنانچہ اس بناپر ھر وہ چیز جو انسان کو بوجھل کردے تو اس کو ''وزر'' کھا جاتا ھے حقیقی ثقل سے شباہت کی وجہ ھے جیسا کہ یہ ذنب سے بھی مشابہ ھے اور ذنب کو بھی ''وزر''کھا جاتا ھے۔
لیکن وہ چیز جو رسول اسلام کو سنگین اور بوجھل کرتی تھی،وہ آپ کی قوم کا شرک وکفر اور آپ کی رسالت کا انکار نیز آپ کی دعوت کو قبول نہ کرنا تھا لیکن جس دین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلملے کر نازل ھوئے آپ اس کی مسلسل دعوت دیتے رھے جبکہ آپ دشمنوں کے مقابلہ میں کمزور اور ضعیف تھے او رنہ ھی آپ کے ساتھ بہت زیادہ افراد تھے جو اذیت اور شرارت کے وقت ان کا مقابلہ کرتے۔
اور یھی معنی ھیں ''وزر'' کے یعنی ایسی سنگینی جس کے غم والم کی وجہ سے آپ کی کمر ٹوٹی ھوئی تھی،اور شاید اسی معنی میں آیات کاا دامہ بہترین شاہد ھو کہ ارشاد ھوتا ھے:
[99]
کیونکہ رفع ذکر اور مشکلات کے بعد آسانیوں کا تذکرہ اس صورت میں صحیح ھے جب وزرسے مراد رسول اسلام کی وہ سنگینی مراد لی جائے جو آپ کی قوم میں ہدایت اور اسلام سے بے توجھی کی وجہ سے آپ کے دل میں موجود تھی۔
قارئین کرام ! یہ تھی نبوت بمعنی عام کی گفتگو جو ہدایت بشر اور بہترین نظام زندگی کو سازوسامان بخشنے والی ھے اور یہ تھی بحث ''خاتم النبین'' (ص) کی جو تمام لوگوں کے رسول بناکر بھیجے گئے جو ''شاہد بھی ھےں اور مبشر ونذیر بھی جو خدا کے حکم سے خدا کی طرف دعوت دینے والے سراج منیر بھی ھیں۔ آپ کی ذات گرامی، وہ ھے جن کے بارے میں ارشاد ھوتا ھے:
< وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھویٰ اِنْ ھو الاَّ وَحْیٌ یُوْحٰی>[100]
'' وہ تو اپنی خواہش سے کچھ بولتے ھی نھیں یہ تو بس وحی ھے جو بولی جاتی ھے''
آخر کلام میں اس گفتگو کا اختتام اس طرح کرتے ھیں:
[101]و[102]
''اے ھمارے پالنے والے جو کچھ تو نے نازل کیا ھم اس پر ایمان لائے اور ھم نے تیرے رسول (عیسیٰ (ع)) کی پیروی اختیار کی'' ''شکر ھے اس خدا کا حس نے ھمیں اس (منزل مقصود) تک پھونچایا اور اگر خدا ھمیں یھاں تک نہ پھونچاتا تو ھم کسی طرح یھاں تک نھیں پھونچ سکتے تھے''۔
---
[1] سورہ انعام آیت ۴۸۔
[2] سورہ نساء آیت ۱۳۶۔
[3] سورہ حشر آیت ۲۳
[4] سورہ حشر آیت ۲۴۔
[5] سورہ حشر آیت ۲۲)
[6] سورہ آل عمران آیت ۱۹۴،۱۹۳۔
[7] سورہ مائدہ آیت ۱۲۰۔
[8] سورہ ھود آیت ۱۰۷۔
[9] سورہ یٰس آیت ۸۳۔
[10] سورہ انبیاء آیت ۲۳ ۔
[11] رجوع فرمائیں باب'' عدل الٰھی بین جبر واختیار '' پر۔
[12] سورہ بقرہ آیت ۱۲۰۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[13] سورہ نحل آیت ۶۴۔
[14] براھمہ کے سلسلہ میں امام غزالی نے اپنی کتاب ”المنخول“ ص ۱۳ میں وضاحت کی ھے اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبد الرحمن بدوی کی کتاب ”مذاھب الاسلامیین“ جلد اول ص ۷۴۶ پر بھی توجہ کرسکتے ھیں۔
[15] سورہ آل عمران آیت ۱۶۴۔
[16] سورہ نحل آیت ۸۹۔
[17] سورہ بقرہ آیت 124
[18] سورہ ص آیت۲۶۔
[19] سورہ صافات آیت۱۸۱۔
[20] سورہ احزاب آیت۳۹۔
[21] سورہ بقرہ آیت ۲۱۳۔
[22] سورہ مائدہ آیت ۶۷۔
[23] سورہ انفال آیت ۶۴۔
[24] مجمع البحرین ، علامہ طریحی جلد اول ص ۴۰۵ ،مطبوعہ نجف اشرف ۱۳۷۸ھ
[25] مجمع البحرین ، علامہ طریحی جلد اول ص ۴۰۵ ،مطبوعہ نجف اشرف ۱۳۷۸ھ
[26] یعنی اگر مریض کو شفا دینے کا دعویٰ کرے تو مریض شفایاب ھوجائے ایسا نہ ھو کہ شفا دینے کا دعویٰ کرے اور وہ مرض زیادہ ھوجائے یا مریض کا جنازہ نکل جائے، مترجم)
[27] سورہ رعد آیت ۳۸، وسورہ غافر آیت ۷۸ ۔
[28] سورہ یوسف آیت ۱۱۱۔
[29] سورہ حاقہ آیت ۴۴ تا ۴۶۔
[30] سورہ یونس آیات ۳۷ تا ۳۸۔
[31] سورہ سباء آیت ۲۸۔
[32] سورہ انبیاء آیت ۱۰۷۔
[33] سورہ اعراف آیت ۱۵۸۔
[34] سورہ انعام آیت ۱۹۔
[35] سورہ حج آیت ۴۹۔
[36] سورہ اعراف آیت ۵۹۔
[37] سورہ اعراف آیت ۷۳۔
[38] سورہ زخرف آیت ۴۶۔
[39] سورہ صف آیت ۶۔
[40] المنخول غزالی ص ۲۸۸۔
[41] سورہ بقرہ آیت ۱۲۰۔
[42] سورہ آل عمران آیت ۸۵۔
[43] سورہ اسراء آیت۵۹۔
[44] البیان فی تفسیر القرآن جلد اول ص ۷۶تا۷۹۔
[45] سورہ انفال آیت ۳۳۔
[46] سورہ فاطر آیت ۲۸۔
[47] المعجزۃ الخالدۃ ص ۲۱۔
[48] سورہ یوسف آیت۸۰۔
[49] سورہ حج آیت ۷۳۔
[50] سورہ انبیاء آیت ۲۲۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[51] سورہ ھود آیت۴۴۔
[52] سورہ اسراء آیت۸۸۔
[53] سورہ آل عمران آیت ۴۱۔
[54] سورہ مریم آیت ۱۰۔
[55] سورہ حاقہ آیت ۷۔
[56] سورہ ھود آیت۶۵۔
[57] سورہ لیل آیت۱۔
[58] سورہ حاقہ آیت ۷۔
[59] سورہ بقرہ آیت ۵۱۔
[60] سورہ نساء آیت ۸۲۔
[61] سورہ طٰہٰ آیت ۵۳۔
[62] سورہ انعام آیت ۱۲۵۔
[63] اللہ یتجلی فی عصر العلم ص ۱۶۶۔
[64] سورہ حجر آیت ۲۲۔
[65] طریقہ زاد ولد درخت۔
[66] القرآن الکریم والعلوم الحدیثہ ۸۱۔۸۵۔
[67] سورہ قیامت آیت ۷تا ۱۰۔
[68] سورہ نحل آیت ۶۸۔
[69] القرآن الکریم والعلوم الحدیثہ ص ۱۹تا ۲۱۔
[70] سورہ حج آیت ۵۔
[71] القرآن الکریم والعلوم الحدیثہ ص ۸۲تا ۸۳۔
[72] سورہ بقرہ آیت ۲۲۲۔
[73] الاسلام والطب والحدیث ص ۴۰۔
[74] سورہ واقعہ آیت ۷۵تا ۷۶۔
[75] اللہ یتجلی فی عصر العلم ص ۱۶۶۔
[76] سورہ حجر آیت ۱۹۔
[77] البیان جلد اول ص ۵۴۔
[78] سورہ اسراء آیت ۹۔
[79] سورہ نمل آیت ۸۸۔
[80] سورہ فرقان آیت ۷۔
[81] سورہ اسراء آیت ۹۳۔
[82] ام المومنین جناب عائشہ راوی ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جناب خدیجہ سے جس قدر محبت کیا کرتے تھے کسی بھی بیوی سے اس قدر محبت نہیں کرتے تھے اگرچہ میں نے ان کو نہیں دیکھا، لیکن اس بات کا اندازہ میں نے اس بات سے کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمجناب خدیجہ کا کثرت سے ذکرکیا کرتے تھے، اور جب کبھی آپ گوسفند ذبح کرتے تھے توجناب خدیجہ کی چاہنے والیوں کو بھیج دیتے تھے۔
اسی طرح جناب عائشہ کا بیان ھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمگھر سے باھر نکلتے تھے تو جناب خدیجہ کا تذکرہ اور ان کی مدح وثنا کیا کرتے تھے ، جب ایک روز آپ نے اسی طرح جناب خدیجہ کا ذکر کیا تو میں نے آنحضرت سے عرض کیا:
”آپ کیوں اس قدر خدیجہ کا ذکر کرتے ھیں درحالیکہ وہ تو ایک بوڑھی عورت تھی، جبکہ خداوندعالم نے آپ کو ان سے اچھی بیوی عطا کردی ھے“ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمبہت غضبناک ھوئے، غضب کی وجہ سے آپ کے رونگٹے کھڑے ھوگئے ،اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا: ”خدا کی قسم اللہ نے مجھے ان سے اچھی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زوجہ نہیں دی !!کیونکہ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائینجب لوگوں نے میرا انکار کیا اور انھوں نے میری اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، انھوں نے اپنے مال میں مجھ سے اس وقت مساوات کی جب لوگوں نے میری ناکہ بندی کررکھی تھی، خداوندعالم نے ان سے مجھے اولاد عطا کی جب مجھے ''لاولد''کہہ کر طعنہ دیا جاتا تھا''
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی یہ باتیں سن کر میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کرلیا کہ اب کبھی جناب خدیجہ کو اس طرح برا نہ کہوں گی۔ (مزید تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیں: نہایۃ الارب ج۱۸ ص۱۷۲)
[83] مورخین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی چار بیٹی تھیں: ۱۔زینب۔ ۲۔ رقیہ۔ ۳۔ام کلثوم۔ ۴۔ فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا)
لیکن اگر کوئی تاریخ کے اوراق کو الٹ کر دیکھے تو اپنے کو اس شہر ت کا مخالف پائے گا، اور اس بات کا یقین کرے گا کہ جناب فاطمہ زہرا = کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی کوئی بیٹی نہ تھی، چنانچہ ہم یہاں پر مختصر طور پر ایک اشارہ کرتے ہیں:
الف: جناب زینب:
بعض مورخین کا بیان ہے کہ جب جناب زینب کی ولادت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی عمر ۳۰/ سال تھی (استیعاب ج۴ص ۲۹۲، اسد الغابہ ج۵ص۴۶۷، نہایۃ الارب ج۸ص ۲۱۱)
زینب کی شادی ابو العاص بن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس سے ہوئی، اور یہ اس کی خالہ کا لڑکا تھا چنانچہ زینب کے دو بچے تھے ایک علی جو بچپن میں مرگیا دوسرے امامۃ۔
زینب نے اپنی ماں کے ساتھ اسلام قبول کیا لیکن چونکہ ان کے شوھر نے اسلام قبول نہ کیا لہٰذا ان دونوں میں جدائی ہوگئی، (کیونکہ میاں بیوی میں سے اگر کوئی ایک کافر ہو تو اسلام ان دونوں میں جدائی کا حکم صادر کردیتا ہے) لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمدونوں کی جدائی کو عملی نہیں بناسکے، لہٰذا وہ رسول اسلام کے گھر میں اسلام پر باقی رہی اور ان کا شوھر اپنے شرک پر باقی رہا (ملاحظہ فرمائیں گذشتہ حوالے نیز تاریخ طبری ج ۲ ص۶۶۷، طبقات ابن سعد ج۸ص ۲۴، اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۷، نہایۃ الارب ج۱۸ص ۲۱۱)
ھمارا نظریہ یہ ہے جیسا کہ روایات بھی اس بات کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ جناب زینب کی عمر بعثت پیغمبر کے وقت دس سال تھی تو کیا یہ ممکن ہے کہ دس سال کی عمر میں شادی بھی ہوجائے اور دوبچوں کی ولادت بھی؟! اور اگر یہ مان لیں کہ شادی سات یا آٹھ سال کی عمر میں ہوئی تو پھر زینب جناب خدیجہ کے پہلے شوھر ابوھالہ کی لڑکی تھی (نہ کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی) (رجوع کریں نہایۃ الارب ج۱۸ ص۱۷۱)
ب: رقیہ:
ج: ام کلثوم:
جیسا کہ بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ رقیہ کی جب ولادت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی عمر شریف ۳۳سال تھی اور ام کلثوم اس سے چھوٹی تھی۔ (الاستیعاب ج۴ ص ۲۹۲، نہایۃ الارب ج۱۸ص ۲۱۲) اور اس بات پر مورخین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں کی شادی بعثت سے قبل عتبہ اور عتیبہ (فرزندان ابی لھب بن عبد المطلب) سے ہوئی، اور یہ دونوں اپنے ماں کے ساتھ اول بعثت میں اسلام لائیں(طبقات ابن سعد ج۸ ص ۲۴،۲۵)
اور جب رسول اسلام نے اعلان رسالت کیا تو ابولھب نے اپنے دونوں لڑکوں کو طلاق کا حکم دیدیا، چنانچہ انھوں نے دونوں کو طلاق دیدی، اس کے بعد جناب رقیہ سے جناب عثمان نے شادی کی اور جب کفار ومشرکین نے مسلمانو نکو پریشان کرنا شروع کیا تو جناب رقیہ نے دیگر مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی۔
(تاریخ طبری ج۲ ص ۳۳۰، ۳۳۱، وص ۳۴۰، نہایۃ الارب ج۱۸ ص ۲۱۲، الاصابہ ج۴ص۲۹۷)
ھم کہتے ھیں کہ جناب رقیہ کے لئے کیسے ممکن ہے کہ سات سال ہونے سے پہلے ھی شادی کرلیں اور طلاق بھی ہوجائے اور ان کی بہن ام کلثوم بھی جو اُن سے ایک سال چھوٹی تھی شادی بھی کرلیں اور طلاق بھی ہوجائے۔
[84] طبقات ابن سعد ج۸ ص ۵۶تا ۵۷۔
[85] سورہ احزاب آیت ۵۶۔
[86] سورہ احزاب آیت ۳۶۔
[87] سورہ احزاب آیت ۳۷۔
[88] سورہ احزاب آیت۳۷۔
[89] سورہ احزاب آیت ۵۰۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[90] ”مذاهب الاسلامین “ تالیف ڈاکٹر عبد الرحمن بدوی جلد اول ص ۴۷۸، اسی طرح امام غزالی کی کتاب ”المنخول“ پر رجوع فرمائیں، جیسا کہ مولف کہتے ھیں: ”انبیاء (ع) کے لئے عصمت کا قائل ھونا ضروری نھیں ھے“ اس کے بعد اضافہ کرتے ھوئے کہتے ھیں: ھم تو یہ بات بھی جائز جانتے ھیں کہ خدا کسی کافر کو نبی بنائے اور اس کو معجزہ عطا کرے“ اسی طرح مذکورہ کتاب کے محقق نے اس بات پر حاشیہ لگایا اور کہا: اس سلسلہ میں رافضی مخالف ھیں کیونکہ وہ انبیاء (ع) کو معصیت اور گناہ سے پاک وپاکیزہ مانتے ھیں اسی طرح معتزلہ کا بھی عقیدہ ھے مگر یہ لوگ انبیاء (ع) کے لئے گناہ صغیرہ کو جائز مانتے ھیں۔“

[91] سورہ فتح آیت۲۔

[92] سورہ فتح آیت۲،۱۔

[93] سورہ احزاب آیت ۳۷۔

[94] سورہ توبہ آیت ۴۳۔

[95] سورہ توبہ آیات ۴۲ تا ۴۶۔

[96] سورہ والضحیٰ آیت ۷۔

[97] سورہ والضحیٰ آیت ۶ تا ۸۔

[98] سورہ شرح آیت۲۔

[99] سورہ انشراح آیت ۵،۶۔

[100] سورہ نجم آیت ۳تا ۴۔

[101] سورہ آل عمران آیت۵۳۔

[102] سورہ اعراف آیت ۴۳۔

امامت

مقدمہ

قارئین کرام ! ”امامت“ کے موضوع پر بہت زیادہ بحث وگفتگو ھوئی ھے یھاں کہ اس سلسلہ میں ہزاروں کتابیں لکھیں جاچکی ھیں۔

اورمتعدد مؤلفین نے اس سلسلہ میں بہت سی فروعات پر تفصیلی گفتگو کی ھے چنانچہ بعض مؤلفین نے کچھ پھلووں پر گفتگو کی ھے تو بعض دیگر مؤلفین نے دوسرے پھلو پرروشنی ڈالی ھے، کیونکہ بعض مؤلفین نے بحث امامت کو قرآن کی روشنی میں بیان کیا او ربعض دیگر مؤلفین نے امامت کو حدیث کی روشنی میں، تو بعض مؤلفین نے امامت کو علم کلام کی روشنی میں بیان کیا تو کسی نے تاریخ کی روشنی میں اور کسی نے امامت کی بحث کو وقت وفات النبی سقیفہ کے حدود میں بیان کیا ھے تو بعض لوگوں نے ائمہ (ع) کی سوانح حیات اور ان کی تاریخ بیان کی ھے، چنانچہ آج تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری ھے۔

چونکہ اس سلسلہ میں لکھی گئی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ھے لیکن پھر بھی بعض لوگوں نے تعصب اور خود غرضی کے تحت اس موضوع کی حقیقت ھی کو بیان نھیں کیا، لہٰذا بہت سی کتابیں اسی تعصب اور کج فکری سے بھری پڑی ھیں چنانچہ اسی تعصب کا نتیجہ ھے کہ ان کتابوں میں ایسے مسائل بیان کئے گئے ھیں جن کو عقل ومنطق قبول نھیں کرتی۔

یھی وجہ ھے کہ ان لوگوں نے بحث امامت کو اس طرح پیش کیا ھے جس میں ھوا پرستی اور خیالی تصورات کے علاوہ کچھ نھیں پایا جاتا اور ان میں نہ تو امامت کی حقیقت کو بیان کیا گیا ھے اور نا ھی ایسے نکات کو بیان کیا گیا جو بین المسلمین متفق علیہ ھوں،جبکہ ان نظریات کا سبب صرف یھی کتابیں ھیں جو اصل موضوع سے خارج ھیں۔

لہٰذا اب ھم صاف طور پر بیان کرتے ھیں :

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

''ھم چونکہ آج امامت کی بحث کرنا چاہتے ھیں جبکہ ''سقیفہ'' کو چودہ صدیاں گذر گئیں ھیں پس یہ کیوں کھا جاتا ھے کہ ھم اختلاف کررھے ھیں اور جب اختلاف کرتے ھیں (جیسا کہ بحث کرنے والوں کا وطیرہ رھا ھے) تو ھم پر تعصب اور زیادہ روی کی تھمت کیوں لگائی جاتی ھے ؟! جبکہ اختلاف رائے سے کسی واقعہ کی حقیقت نھیں بدلتی۔''
تو کیا اس موضوع کے بارے میں ایسے امور ھیں جن کی وجہ سے معاصر انسان مطمئن ھوجائے اور اپنے دل میں موجودہ شبھات کا حل تلاش کرلے؟۔
یا اس سلسلہ میں کچھ ایسے موارد ھیں جن کی وجہ سے انسان دھوکا کھاجاتا ھے یا جن کی وجہ سے نوع بشر کو مشکلات کا سامنا ھوتا ھے؟
آج دنیا بھر کے تمام مسلمان اس بات پر متفق ھیں کہ آج ھمارے سامنے کوئی امام حاضر نھیں ھے ، جو ان میں اختلاف کا باعث ھو مثلاً بعض لوگ اس کی بیعت کریں او ربعض اس کی بیعت سے انکار کردیں، اور اسی وجہ سے ایسا کوئی جھگڑا نھیں ھے جس سے انسان ڈرے یا اس سلسلہ میں کچھ کہنے والا کسی سے خوف کھاجائے۔
شاید کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ھو:
''جب باتیں کچھ اس طرح ھیں تو اس گفتگو ، بحث او رجد جہدکا کیا فائدہ''؟
جواب:
ھم اس سلسلہ میں اسلام کا حقیقی نظریہ پیش کرنا چاہتے ھیں، کیونکہ اسلام ایک ایسا دین ھے جو نظام زندگی ھے اور ھم اس اھم اور خطرناک موضوع کے بارے میں پیدا ھونے والے سوالات کا صاف اور واضح جواب پیش کریں، چنانچہ اس سلسلہ میں چند اھم سوال اس طرح ھیں:
۱۔اسلام کی نظر میں ''امامت'' کے کیا معنی ھیں؟
۲۔کیا''امامت'' ضروری ھے اگر ضروری ھے تو کیسے؟
۳۔کیا واضح طور پر کسی کو منصب ''امامت'' پر منصوب کیا گیا ھے یا انتخاب پر چھوڑ دیا گیا ھے؟
۴۔کیا ''امامت'' منصوص ھے؟ ٹیوقراطی ھے"Theocratic"،یاڈکٹاٹوری "Dictaorship" یاڈیموکراٹک "Democratic" ھے ؟
ان سوالات کے علاوہ اور دیگر پھلو بھی ھیں جن کے بارے میں حقیقت کو واضح کرنے کے لئے عمیق بحث کی ضرورت ھے تاکہ اس اھم مسئلہ میں اسلامی نظریہ واضح ھوجائے۔
چنانچہ ھم اس باب میں ایسی روش اختیار کریں گے جس سے ھمارے قارئین کرام اسلامی فرقوں میں موجودہ نظریات میں سے صحیح نظریہ کا انتخاب کرلیں، اور ادھر اُدھر نہ بھٹکنے پائیں۔
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وفات کے بعد کے حالات سے بعض مسلمانوں کے احساسات کو ٹھیس پھونچ سکتی ھے لہٰذا ھم ان کو بیان نھیں کریں گے۔
ھماری ساری امید خداوندعالم کی ذات ھے کیونکہ وھی ھماری مدد کرنے والا ھے اور ھمارے لڑکھڑاتے ھوئے قدم میں ثبات پیدا کرنے والا ھے اور وھی مذکورہ باتوں کے بیان کرنے میں نصرت ومدد کرنے والا ھے خداوند ! ھمارے قلم کو سھو وخطا سے محفوظ رکھ اور ھمیں اس راستہ پر چلا جس میں تیری مرضی ھو، او رھمارا قول وفعل تیری مرضی کے مطابق ھو، انہ خیر مسدد وموفق ومعین۔
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

امامت کے عام معنی
امام کے معنی اپنی قوم کے آگے چلنے والے رھبر اور مقتدیٰ کے ھیں (جیسا کہ عربی لغت میں آیا ھے)۔[1]
لہٰذا امامت کے معنی قیادت اورریاست کے ھیں، اسی وجہ سے نماز پڑھانے والے کو بھی امام کھا جاتا ھے کیونکہ وہ دوسروں سے آگے ھوتا ھے۔
چنانچہ قرآن مجید میں اسی لغوی معنی کو استعمال کیا گیا ھے؛ ارشاد ھوتا ھے:
[2]
''خدا نے فرمایا کہ میں تم کو (لوگوں کا) پیشوا (امام) بنانے والا ھوں''
[3]
(اور اس سے قبل جناب موسیٰ کی کتاب (توریت) جو لوگوں کے لئے پیشوا اور رحمت تھی''
[4]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

''اور ھم کو پرھیزگاروں کا پیشوا بنا''
[5]
''اس دن کو یاد کرو جب ھم تمام لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔''
اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ پر لفظ ''امام'' استعمال ھوا ھے۔
معنی خلیفہ: جیسا کہ عربی لغت بیان کرتی ھے : امیر، سلطان اعظم او راپنے سے ماقبل کے جانشین کو خلیفہ کھا جاتا ھے۔[6]
لہٰذا خلافت کے معنی امارت، سلطنت اور کسی کے قائم مقام کے ھیں۔
اور اسی معنی میں قرآن مجید میں لفظ ''خلیفہ'' ، ''خلائف'' اور'' خلفاء'' استعمال ھوا ھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ھوتا ھے:
[7]
''میں (اپنا) ایک نائب زمین میں بنانے والا ھوں''
[8]
''اے داؤد ھم نے تم کو زمین میں (اپنا) نائب قرار دیا''
[9]
''اور وھی تو وہ (خدا) ھے جس نے زمین میں (اپنا) نائب بنایا''
[10]
''اور (وہ وقت) یاد کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد خلیفہ (وجانشین) بنایا''
قارئین کرام ! ان کے علاوہ بھی دوسرے مقامات پر ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ھے۔
چنانچہ علماء اھل لغت لفظ ''امامت'' او ر''خلافت'' کے مذکورہ معانی پر متفق ھیں لیکن علماء کلام نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ھے کہ ان دونوں الفاظ کے ایک ھی معنی ھیں یا ان کے الگ الگ معنی ھیں۔
چنانچہ بعض لوگوں نے امامت کی اس طرح تعریف کی ھے:
''امامت، نبی کی اس خلافت کو کہتے ھیں جس میں دین اور نظام دنیا کی محافظت کی جاتی ھے۔'' [11]
خلافت کے بارے میں ابن خلدون صاحب کہتے ھیں:
''خلافت کو تمام مسلمان شرعی طور پر آپس میں طے کرتے ھیں تاکہ مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی مشکلات کا حل تلاش کیا جاسکے۔'' [12]
اور اسی بات کی تاکید کرتے ھوئے موصوف کہتے ھیں:
''خلافت وہ دینی منصب ھے جو امامتِ کبریٰ کے تحت ھوتا ھے''[13]
ایک صاحب نے اس طرح ان دونوں (خلافت وامامت) میں رابطہ بیان کرتے ھوئے کھا:
''خلافت امامت کبریٰ ھے او رامامت نماز ؛ امامتِ صغریٰ ھے۔'' [14]
قارئین کرام ! جیسا کہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ دونوں لفظ ایک ھی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ھیں، اور شاید ''ریاست'' و ''قیادت'' مذکورہ معنی میں سب سے جامع معنی ھوں جن پر ان دونوں الفاظ کے معنی متفق ھیں۔
لیکن جب ھم دیکھتے ھیں کہ یہ قیادت وریاست میدان عمل میں کس طرح وقوع پذیر ھوئی تو ھم اس سلسلہ میں واضح فرق دیکھتے ھیں او رایک متکلم دوسرے متکلم سے الگ نظریہ پیش کرتا ھے اور اس طرح سے ان دونوں الفاظ کے معنی کرتا ھے کہ ان دونوں میں بہت زیادہ فرق دکھائی دیتا ھے۔
لہٰذا طے یہ ھوا کہ امامت کے معنی دینی ریاست کے ھیں جیسا کہ دینی نصوص بھی اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ھیں اور خلافت کے معنی حکومت کی ریاست کے ھیں جیسا کہ اس بات پر بھی نصوصِ دینی اشارہ کرتی ھیں۔
چنانچہ شیعہ وسنی محققین کے نزدیک ''امام'' صاحب حقِّ شرعی کو کھا جاتا ھے جبکہ خلیفہ ؛ صاحبِ سلطنت کو کھا جاتا ھے۔ [15] چنانچہ اس لحاظ سے حضرت ابوبکر کی خلافت، سلطنتِ حکومت تھی ، دینی سلطنت نھیں۔ [16]
اسی وجہ سے ان دونوں الفاظ کے لئے ایک خاص میدان اور معین دائرہ ھے۔
اس اختلاف کے باوجود ھمارا یہ عقیدہ ھے کہ یہ دونوں منصب ایک شخص میں جمع ھونے چاہئےں جیسا کہ مذکورہ نصوص سے بھی یھی نتیجہ نکلتا ھے کیونکہ اسلامی نظریہ کے مطابق دین وسیاست (حکومت) میں جدائی نھیں ھے۔
اور جیسا کہ یورپی ممالک سے یہ نظریہ (دین کا سیاست جدا ھونا) ھم تک پھونچا ھے اور بعض حکومتوں میں ''چرچ ''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(گرجا گھر) لوگوں کے عام امور میں دخالت کرتا ھے کیونکہ عیسائی نظام ؛حکومت اور روش حکم کو قبول نہیں کرتی، لیکن ھم مسلمانوں کے لئے شعار کو قبول کرنے میں کوئی بھی عذر نہیں ھے کیونکہ ھمارا دین در حقیقت، رسالت دین اور نظام حکومت ھے۔[17]

لہٰذا ضروری ھے کہ دین وحکومت کی ریاست ایک ھی شخص میں جمع ھوں کیونکہ اگر دونوں جداجدا ھوں تو پھر نہ ھی نظام دین چل سکتا ھے او رنہ ھی نظام حکومت۔

لیکن مسلمانوں کے درمیان بعض لوگ ایسے بھی ھیں جن کا ماننا یہ ھے کہ امامت جدا ھے ، اور خلافت جدا، اور اس نظریہ کے لئے مسلمانوں کی تاریخ عملی کو دلیل کے طور پر پیش کیا ھے جبکہ مسلمانوں میں امامت ،خلافت سے جدا رھی ھے اور مرجع دینی رئیسِ حکومت کے علاوہ رھا ھے کیونکہ یزید بن معاویہ جو خلیفہ تھا لیکن مسلمانوں کا امام نہیں تھا او رنہ ھی مسلمان، دینی مسائل اور عقائد میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔

قارئین کرام ! شیعوں کی نظر میں" امامت" رسالت کا ایسا جز ھے جس کے ذریعہ رسالت کامل ھوتی ھے او راس کا وجود جاری وساری رہتا ھے، چنانچہ عقل بھی اس بات کا حکم کرتی ھے کیونکہ امامت لطف ھے او رھر لطف خداپر واجب ھے جیسا کہ علم کلام میں واضح طور پر بیان کیا گیا ھے۔

امامت لطف کیوں ھے؟ تو اس کے جواب میں یہ عرض کیا جائے گاکہ چونکہ لطف اس شئ کا نام ھے جس کے ذریعہ سے انسان خدا کی اطاعت سے قریب، اس کی نافرمانی سے دوراور راہ حق پر گامزن رہتا ھے او رحقیقت بھی یھی ھے کہ امامت کے ذریعہ مذکورہ معنی متحقق ھوتے ھیں (یعنی انسان امامت کے ذریعہ خدا کی اطاعت سے قریب اور اس کی نافرمانی سے دور ھوتا ھے)جیسا کہ ھر شخص جانتا ھے کہ اگر مبسوط الید (صاحب طاقت وقدرت) قائد جس کی لوگ اطاعت کریں تو وہ ظالم کو نابود کرنے والا، مظلوم کے ساتھ انصاف کرنے والا اور لوگوں کے امور کو اخلاص وایمان کے ذریعہ منظم کرنے والا نیز لوگوں کو ھوا وھوس او رانانیت سے باھر نکالنے والا ھوتا ھے جن کے ذریعہ سے انسان خدا کی اطاعت سے قریب، معصیت وبرائی سے دور اور اس راہ پر گامزن ھوجاتا ھے جس کو خداوندعالم نے پسندکیا ھے، اور یھی معنی ھیں "لطف" کے جس کو ھم نے ابھی بیان کیا ھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مزید گفتگو کی ضرورت نہیں ھے کیونکہ قدیم زمانے سے آج تک تمام قوم وقبیلہ کا ایک رئیس اور سردار رھا ھے جس کے ذریعہ اس قوم کے مسائل حل ھوتے ھیں اور اپنے لئے دستور وقوانین معین کئے جاتے ھیں چنانچہ آج کا سماج بھی رئیس اور حکومت کی ضرورت کو محسوس کرتا ھے کہ کوئی ایسی حکومت ھو جو انسانی زندگی کے تمام امور مثلاً: سیاست، اقتصاد، عدالت، تربیت اور لشکری امور کو بہترین طریقہ سے انجام دے۔

چنانچہ اسلام کی نظر میں حکومت کی ریاست کے لئے وسیع نظر ھے اس لحاظ سے کہ دین او ردنیا دونوں امور میں اسی کا حکم نافذ ھونا چاہئے وہ امور جن کو شریعت اسلام نے پیش کیا ھے جن میں اسلامی مناطق میں تمام طور وطریقہ کو بیان کیا گیا ھے،چاھے وہ انسان کا خدا سے رابطہ ھو یا انسان کی اجتماعی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ ھو۔

او رچونکہ انسانی سماج کے قوانین انسان کے بنائے ھوئے ھوتے ھیں اور زمان ومکان کے لحاظ سے قابل تبدیل ھوتے ھیں لیکن اسلام کا قانون ایسا نہیں ھے کیونکہ آسمانی دین میں تغییر وتبدیلی نہیں ھوتی، لیکن دین اسلام کے مکمل اور کامل ھونے کے ساتھ ساتھ بعض بنیادی اصول میں نصوص بہت زیادہ واضح نہیں ھیں لہٰذا ضروری ھے کہ مکمل طریقہ سے ان مسائل کی تشریح اور وضاحت کی جائے۔

قارئین کرام ! جو دلیل نبوت کی ضرورت پر دلالت کرتی ھے وھی دلیل امامت کی ضرورت پر بھی دلالت کرتی ھے کیونکہ نبوت کا وجود بغیر امامت کے نامکمل ھوتا ھے او راگر امامت کو نبوت سے جدا مان لیا جائے تو یہ حقیقت اسلام کے منافی ھے کیونکہ رسالت کا قیامت تک باقی رہنا ضروری ھے، پس:

زندگی کا آغازنبوت ھے ۔

اور امامت اس حیات کا برقرار رکھنا ھے۔

اگر ھم امامت کو چھوڑ کر صرف نبوت کی بات کریں تو ھم یہ کہہ سکتے ھیں کہ نبوت ورسالت کا زمانہ معین ھے اور رسول کی حیات کے بعد باقی نہیں رہ سکتی او راپنے اہداف کی تکمیل اور استمرار کے لئے کسی وصی کو بھی معین نہیں کرسکتی (جب تک خدا کی مرضی نہ ھو)

اور چونکہ اسلام کا ہدف ومقصد ایک ایسی حکومت ھے جو تمام انسانوں کو ، اختلافِ وطن و رنگ کے باوجود ایک پلیٹ فارم پر جمع کردے، لہٰذا ضروری ھے کہ اسلام اس ہدف کی خاطر رسول جیسی زندگی رکھنے والے شخص کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وفات کے بعد قیادت اور رھبری کا انتظام کرے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خلاصہ گفتگو:
در حقیقت منصب امامت، معنی نبوت کوکامل کرنے والا ھے او رنبی کا وجود بغیر امامت کے عملی طور پر مکمل نہیں ھوسکتا، اسی وجہ سے شیعوں کا عقیدہ یہ ھے کہ جس طرح نبوت ضروری ھے اسی طرح امامت بھی ضروری ھے، جس طرح خدا پر نبوت واجب ھے اسی طرح امامت بھی واجب ھے اور اس کے لئے بہترین سند اور بہترین دلیل درج ذیل مشھور ومعروف حدیث رسول ھے:
''من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتةالجاھلیة''
(جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مرجائے تو اس کی موت جاھلیت کی موت ھوتی ھے)
اور جب امامت کا ھونا ضروری ھے تو کیا اسلام نے مسلمانوں کو اس چیز کا اختیار دیا ھے کہ وہ اس امام کا انتخاب کریں جو اس عظیم اور اھم ذمہ داری کو سنبھالے یا منصب امامت کا انتخاب الٰھی نصوص کے ذریعہ ھوتا ھے اور نبی کے ذریعہ معین کیا جاتا ھے۔
چنانچہ شیعہ او راکثر معتزلہ کا عقیدہ ھے کہ امام کے لئے ضروری ھے کہ اس کو خود نبی منصوب کرے اور نبی بذات خود اس کو معین کرے ۔
جس کی دلیل یہ پیش کرتے ھیں:
چونکہ امامت، نبوت کا استمرار ھے لہٰذا اس میں بھی نبوت کی طرح تعین خاص کی ضرورت ھے جس سے یہ کشف ھوجائے کہ خداوندعالم نے اس منصب کو اختیار کیا ھے اور خدا اس سے راضی ھے۔
پس جس طرح نبوت بھی انتخاب اور شوریٰ سے نہیں ھوسکتی اسی طرح امامت بھی شوریٰ کے انتخاب سے نہیں ھوسکتی۔
اور یھی وہ راستہ ھے جو امامت وامام کے مسئلہ میں ثابت اور معین ھے لیکن دوسرے اسلامی فرقوں نے اس سلسلہ میں کوئی خاص راستہ نہیں اپنایا۔ [18]
بلکہ کہتے ھیں جو شخص بھی امامت کا متولی ھوگیا او راپنے کو امام تصور کرنے لگا تو وہ امام ھے چاھے اس متولی کو انتخاب کے ذریعہ بنایا گیا ھو جیسے ابوبکر ،عثمان، حضرت علی (ع) اور امام حسن (ع) کے لئے ھوا، اور تاریخ اسلام میں ان کے علاوہ کسی کا انتخاب نہیں ھوا ، یا اپنے سے ما قبل نے ان کے بارے میں وصیت کی ھو جیسا کہ عمر بن خطاب اور اکثر خلفائے اموی، عباسی اور عثمانی کے لئے ھوا ھے یا چاھے طاقت کے بل بوتہ کی بنا پر ھو جیسے معاویہ بن ابی سفیان اور ابو عباس السفاح نے کیا ھے۔
چنانچہ شیعہ حضرات تعین امام کے بارے میں نص کی ضرورت پر اس آیت سے استدلال کرتے ھیں کہ ارشاد قدرت ھے: [19]
''اور تمھارا پروردگار جو چاہتا ھے پیدا کرتا ھے اور(جسے چاہتا ھے) منتخب کرتا ھے ۔''
کیونکہ یہ آیت واضح الفاظ میں دلالت کرتی ھے کہ دین وشریعت کے محافظ ونگھبان کی ذمہ داری خداوندعالم پر ھے، بندوں کو اس سلسلہ میں ذرابھی اختیار نہیں دیا، اور اس موضوع میں فقط وفقط خداوندعالم ھی کو اختیار ھے۔
لیکن بعض لوگوں نے اس استدلال پر اعتراض کیا کہ اس آیت میں جس اختیار کی طرف اشارہ کیاگیاھے وہ صرف نبوت سے مخصوص ھے او راگر امامت کے بارے میں بھی کوئی یھی کھے تو اس کا یہ قول قابل قبول نہیں ھے۔
لیکن جیسا کہ آپ حضرات جانتے ھیں کہ مذکورہ آیت کے صدر وذیل میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ھے جس میں اختیار کو انبیاء (ع) سے مخصوص کردیا جائے بلکہ آیت مطلق اختیار کی بات کررھی ھے اور کسی بھی طرح کی کوئی قید او رتاویل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ھے ، اور جیسا کہ ھم نے کھا کہ امامت وھی نبوت کا استمرار ھے، اور امامت، رسالت کومکمل کرنے والی ھے لہٰذا جب نبوت کے اختیار کا حق صرف خدا کو ھے توپھر امامت میں بھی اختیار صرف خداوندعالم کی ذات ھی کو ھونا چاہئے۔
اور حق بات تو یہ ھے کہ اگر روایات واحادیث کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وصیت بھی ثابت نہ ھو تو صرف عقل ھی اس وصیت کو ثابت کرنے کا حکم کرتی ھے کیونکہ ھم میں سے کوئی ایک بھی اس بات پر راضی نہیں ھوگا کہ اگر موت قریب ھے تو اگرچہ مال ودولت اور اولاد کم ھو ، کہ ان کے بارے میں وصیت نہ کریں بلکہ ھر انسان ایسے موقع پر کسی کو اپنا وصی بناتا ھے تاکہ وہ اس کے بعد اس کی اولاد اور مال ودولت کا خیال رکھے۔
تو کیا پھر وہ نبی اعظم جو اتنی عظیم میراث (اسلام) کو چھوڑکر جارھا ھو تو کیا وہ اپنی اس میراث کا کسی کو وصی نہیں بنائے گا، تاکہ وہ اس کی محافظت کرے اور اس میں صحیح طریقہ سے تصرف کرسکے۔؟!
حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وفات کے وقت موجود ہ قرائن سے یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ رسول

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے وصیت فرمائی اور اپنی میراث کو لاوارث نہیں چھوڑا تاکہ وہ زمانہ کے حوادث وبلاء میں گرفتار نہ ھوجائے۔
وہ اسلام جس نے دنیا کے تمام مسائل میں احکام وقواعد معین کئے ھیں انسان کی زندگی کے ھر پھلو پر نظر رکھی ھو؛ خرید وفروخت ھو یا حوالہ وکفالہ، اجارہ ووکالت ھو یا مزارعہ ومساقاة، قرض ورہن ھو یا نکاح وطلاق، صید وذباحہ ھو یا اطعمہ واشربہ اور چاھے حدود ودیات ھو یا دیگر مسائل ، جب ان سب کو بیان کردیا تو کیا وہ اس اھم مسئلہ امامت کو نہیں بیان کر ے گا؟!
کیونکہ مسئلہ امامت اتنااھم ھے جس کے ذریعہ امت اسلامی کی قیادت او رر ھبری ھوتی ھے اور جس چیز کا آغاز خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا ھے اس کو پایہ تکمیل تک پھونچانا ھے۔
وہ اسلام جو اپنے احکام میں عدالت ومساوات او رمسلمانوں کے لئے اطمینان کا خیال رکھتا ھے جو ھر خوف سے امان دیتا ھے اور انسان کے اعضاء وجوارح کو ایسی طاقت عطا کردیتا ھے جس سے خیانت، فتنہ وفساد او ربرائیوں سے اپنے نفس کو روک لیتا ھے تو کیا اسلام بغیر امام کے اس عظیم ہدف تک پھونچ سکتا ھے؟!!
کیونکہ امام کی لوگوں کو گمراھی سے نجات دینے ولاتاھے اور بے عدالتی کو ختم کرتاھے کیونکہ بے عدالتی سے حاکم فاسد ھوجاتا ھے اور حاکم کے فاسد ھونے سے انسانی نظام اوردین فاسد ھوجاتا ھے لہٰذا ان تمام برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسے امام کی ضرورت ھے جس میں تمام صفاتِ کمال موجود ھوں، ھر برائی سے پاک وپاکیزہ ھو، او راپنے قول وفعل میں ھر طرح کی خطا وغلطی سے محفوظ ھو، ھم اسی چیز کو عصمت کہتے ھیں۔
یہ بات واضح ھے کہ ان تمام صفات کے حامل شخص کا انتخاب ھونا ضروری ھے جو کسی معمولی شخص میں جمع نہیں ھوسکتیں، تو پھر نبی کے لئے ضروری ھے کہ وہ امت کے سامنے اس منصب کے بارے میں بیان دے، اور صاف طور پر لوگوں کو بتائے کہ میرے بعد فلاں امام ھے۔
اور یہ عصمت جس کے بارے میں ھم نے اشارہ کیا کوئی عجیب چیز نہیں ھے جیسا کہ بعض اسلامی فرقوں خصوصاً یورپی مؤلفین کا عقیدہ ھے بلکہ یہ تو حاکم کے شرائط میں سے ایک اھم شرط ھے ،اور وہ بھی ایسا حاکم جس کا کام قرآن کی تفسیر کرنا اور اسلام کے غیر واضح مسائل کی شرح کرنا ھے، کیونکہ عصمت کے معنی عرب میں ”منع“ کے ھیں [20]
اور اصطلاح مینیھی معنی مراد لئے جاتے ھیں یعنی عصمت ایک نفسانی ملکہ (قوت) ھے جو انسان کو فعلِ معصیت او رترک طاعت سے منع کرے اور اس کی عقل وشعور پر احاطہ رکھے تاکہ اس کو ھر طرح ھوشیار رکھے اور اس سے کوئی بھول چوک نہ ھو اوراس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ھو جس سے خدا ناراض ھو۔ کیونکہ معصیت کا مرتکب قرآنی اصطلاح میں ظالم ھوتاھے:
[21]
”اور جو خدا کی مقرر کی ھوئی حدوں سے آگے بڑھتے ھےنو ھی لوگ تو ظالم ھیں“
[22]
”اور جو خدا کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا)
[23]
”یھی وہ لوگ ھیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ (بہتان) باندھا، سن رکھو کہ ظالموں پر خدا کی پھٹکار ھے“
[24]
”پھر ھم پرھیزگاروں کو بچائیں گے اور نافرمانوں کو اس میں چھوڑ دیں گے“
اسی طرح قرآن مجید میں دیگر مقامات پر اس مضمون کی آیات موجود ھیں۔
اور یہ عاصی (گناہگار) جس کو قرآن مجید نے ”ظالم“ کھا ھے اس کو کوئی بھی شرعی ذمہ داری جو دین وشریعت اور خداوندعالم سے متعلق ھو؛ نھیں دی جاسکتی، اور اس بات پر قرآن مجید نے واضح طور پر بیان دیا ھے، ارشاد خداوندعالم ھوتا ھے:
[25]
”(اے رسول اس وقت کو یاد کرو) جب ابراھیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور (جب) انھوں نے پورا کردیا تو خدا نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا (امام) بنانے والا ھوں (جناب ابراھیم نے عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی، فرمایا (ھاں مگر) میرا یہ عہدہ ظالمین تک نہیں پھونچ سکتا“

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس آیت کی تفسیر میں فخر رازی صاحب کہتے ھیں:
''یہ بات ثابت ھے کہ اس عہد سے مراد امامت ھے کیونکہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ھے کہ کوئی فاسق شخص امام نھیں ھوسکتا، تو بدرجہ اولیٰ رسول نہ فاسق ھوسکتا ھے او رنہ ھی گناہ اور معصیت کرسکتا ھے۔[26]
اسی طرح یہ بات بھی واضح ھے کہ ''عصمت'' کے معنی اور شرائط امامت، عجیب وغریب نھیں ھیں بلکہ یہ وہ معنی ھیں جس کے ذریعہ شرعی نصوص اورروح دین مکمل ھوتی ھے۔
چنانچہ ڈاکٹر احمد محمود صبحی مسئلہ ''عصمت'' پر شیعوں کے عقیدہ پر حاشیہ لگاتے ھوئے کہتے ھیں:
''تمام سیاسی فلاسفہ جس وقت کسی حکومت کی بڑی ریاست کی بات کرتے ھیں یا کسی دوسرے بڑے عہدے کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ھیں تو اس کو شبہات واعتراضات سے بالاتر قراردیتے ھیں ، اسی طرح وہ سیاسی فلاسفہ جو ''ڈکٹیٹری'' (Dictatory) اور کسی حکومت میں حاکم کی سب سے بڑی ریاست کے قائل ھیں وہ اس کے لئے بھی عصمت کے قائل ھیں اگرچہ دوسرے صفات بھی اس میں ضروری مانتے ھیں۔
اسی طرح ''ڈیموکراسی'' (Democracy)کے فلاسفہ بھی اس کے شعبوں اور قواعد وقوانین میں عصمت کے قائل ھیں اور کہتے ھیں کہ ''ان تمام ریاستوں کے لئے عصمت کا ھونا ضروری ھے تاکہ ان کا نظام قائم ھو اور ان کے ماتحت افراد ان کی تائید کریں''
''تمام سیاسی نظام میں باوجودِ اختلاف ایک ایسی ریاست کا وجود ھوتا ھے جس میں تمام احکام میں اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ھے او رکسی بھی فرد کوحاکم یا قانون گذار نھیں بنایا جاسکتا ھے جب تک کہ اس میں قداست اور عصمت نہ پائی جائے لہٰذا صرف شیعہ ھی عصمت کے قائل نھیں ھےں جس سے کسی شخص کو تعجب ھو، اگرچہ شیعہ حضرات نے ھی عصمت کے بارے میں بحث شروع کی ھے لیکن وہ اس نظریہ میں تنھا نھیں ھیں بلکہ دوسرے افراد بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ھیں'' [27]
قارئین کرام ! جیسا کہ مذکورہ باتوں سے ظاھر ھوتا ھے کہ شیعوں نے اپنے احساسات یا ھمدردی کی بنا پر کسی معین شخص کا انتخاب نھیں کیا اور نہ ھی کسی سیاست سے کام لیا بلکہ انھوں نے نص وروایات سے وہ چیزیں حاصل کی ھیں جس میں حیات صحیح اور بناء سلیم [28] کا ذریعہ پایا جاتا ھے اور وہ اس نظریہ کا دفاع کرتے ھیں جو ایمان، اسلام او راخلاص کی جان ھے اور اس سے ہدف اور شعورِ مصلحت تک پھونچا جاسکتا ھے۔
چنانچہ جو لوگ نص کی ضرورت کا دعویٰ کرتے ھیں ان کی بات کی تائید درج ذیل نکات سے واضح ھوجاتی ھے:
۱۔نص کا ھونا ،اس انسانی شعور وفطرت کے مطابق ھے جو انسان کے وجود میں موجودھے جس کے ذریعہ وہ اپنے ماورائے غیب (خدا) کے محتاج ھونے کی ضرورت کا احساس کرتا ھے کیونکہ تمام امور میں اسی ذات کی طرف رجوع کیا جاتا ھے۔(یعنی اگر ھم امام کو منصوص من اللہ قرار دیں تو ھمارا ربط ھمیشہ خدا سے برقرار رھے گا)
پس امامت (منصوص من اللہ) ھی وہ ذریعہ ھے جو انسان کو ما ورائے غیب سے متصل کرتی ھے، کیونکہ امامت کے پاس وہ شعوروادراک اور اطمنان ھوتا ھے جو انسان کو راہ ضلالت سے نکال کر راہ ہدایت پر گامزن کردیتا ھے۔
۲۔ نص ، اس علم نفس کے قاعدے سے بھی ھم آہنگ ھے جو انسان کے اندر قانون سے سرکشی اور طغیانیت کی روح کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ھے۔
کیونکہ جب امام خداوند وحدہ لاشریک کی طرف سے بلافصل معین ھوگا تو تمام لوگوں کے نزدیک موثق ، عادل، مخلص اور تمام رذائل و برائی سے پاک وپاکیزہ سمجھا جائے گا اور اس امام کے ذریعہ وہ اسباب جو انسان کے اندر سرکشی اور طغیانیت کے پائے جانے والے اسباب ختم ھوجائیں گے۔
۳۔ نص ، اس نظریہ سے بھی ھم آہنگ ھے جس کو علماء کرام دین کے لئے ضروری سمجھتے ھیں کیونکہ اجتماعی زندگی میں روابط کے لئے بہت ضروری چیز ھے جس کی وجہ سے وحدت واتحاد اور استحکام پیدا ھوتا ھے۔
لہٰذا امام منصوص ایک عظیم درجہ کانام ھے جو مبداء اعلی اور ایمان بلند درجونپر فائز ھوتاھے۔
لیکن اھل تحقیق اس بات کو جانتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وفات کے وقت بھی خطرناک اور حسّاس حالات تھے اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمان حالات پر مکمل طریقہ سے علم رکھتے تھے او راپنے بعد ھونے والے واقعات سے بھی باخبر تھے، چنانچہ اپنے بعد ھونے والے واقعات کی خبر بھی دی اور خداوندعالم نے بعض واقعات کی طرف اشارہ کیا ھے:[29]
''اگر (محمد) اپنی موت سے مرجائیں یا مار ڈالے جائیں توتم الٹے پاؤں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے''پس کیوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے اپنے بعد کے لئے نص اور وضاحت نھیں فرمائی اور کیوں دوسروں نے اس کام کو انجام

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دیا؟! (معاذ اللہ) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمدوسروں سے کم درک وفہم رکھتے تھے او ر آپ میں ذمہ داری کا احساس وشعور کم تھا؟!!
چنانچہ یہ نظریہ نقصان دہ نہیں ہوتا (جبکہ قرآنی آیات او راحادیث نبوی کے ذریعہ اسلامی اصول ثابت کرنے کے بعد اور فطرت انسانی اور علمی دلائل نیز اجماع کے قیام کے بعد) کہ اس کو کوئی چھوڑنے والا چھوڑدے یا اس کو برے القاب سے یاد کرے یا اپنی مرضی سے اس پر کوئی بھی نام منطبق کرے۔
اسی طرح یہ بات بھی امامت کے لئے نقصان دہ نہیں ھے کہ اس پر ''تیوقراطی'' "Theocratic" کانام دیا جائے جیسا کہ بعض مولفین نے امامت پر یہ نام منطبق کیا ھے۔
کیونکہ اگر اس سے مراد ''دینی حکومت'' ہو تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ھے بلکہ صحیح معنی بھی یہی ہیں،اور اگر اس سے دین کے نام پر لوگوں پر حکومت کرنا مراد ہو تویہ قیاس ھے اور نظریہ امامت کے برخلاف ھے۔
اسی وجہ سے ڈاکٹر'' مجید خدوری'' نے اس نظریہ کو ردّ کیا اور امامت پر یہ نام منطبق نہیں کیا کیونکہ یہ واقع پر صادق نہیں ھے بلکہ ایک دوسرا نام ''نوموقراطی''[30]رکھایعنی وہ حکومت جس میں قانون کی حکومت اور قانون کو فوقیت حاصل ہو، چنانچہ یہ وہ حقیقت ھے کہ جس میں شک کرنے والوں اور انکار کرنے والوں کے لئے شک اور انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔
اسی طرح امامت کو''ڈکٹیٹری'' "Dictaorship" کا نام دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ھے جیسا کہ بعض مولفین نے ایسا کہا بھی ھے۔
کیونکہ ''ڈکٹیٹری'' میں خاص فرد یا خاص افراد کی حکومت ہوتی ھے گویا وہ حکومت کے مالک ہوتے ہیں اور قانون ان کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہوتا ھے اور یہ ''ڈکٹیٹری'' واقعاً اسلامی حکومت کے برخلاف ھے کیونکہ اسلامی حکومت میں تو صرف قانون کی حکومت ہوتی ھے اور اس میں قانون کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔
اور یہ بات بھی مسلم ھے کہ قانون کی حکومت جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں (چاھے وہ جنگ کا زمانہ ہو یا غیر جنگ کا) قانونی حکومت کو بروئے کار لائے ہینچنانچہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت ''ڈکٹیٹری''سے بالکل مخالف تھی۔
اسی طریقہ سے امامت پر ''طبقاتی حکومت'' (خاص طبقہ کی حکومت) کا نام دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ھے جیسا کہ بعض لوگوں نے اس نظریہ کو پیش کیا ھے۔
کیونکہ کسی خاص طبقہ کی حکومت کامطلب یہ ھے کہ وہ طبقہ تشریعات کو مسخر کرلے اور تمام نظام سے اپنے ذاتی مفاد کو حاصل کرتا رھے، چنانچہ اس طرح کی حکومت سے بھی اسلام کا کوئی سروکار نہیں ۔
کیونکہ قانون کی حکومت مینکسی کے لئے کوئی نرمی کا خانہ نہیں ہوتا (یہاں تک کہ خود امام کے لئے) یعنی امام کو بھی یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ احکام میں تبدیلی کرے کہ امامت اور طبقہ کے تمام افراد کے درمیان قطع تعلق کرے۔
اسی طرح امامت کو ''غیرڈیموکریٹی'' کا نام دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ھے کیونکہ ''ڈیموکریٹی'' میں اھمیت اور بنیاد کسی خاص شعبہ کی حکومت ہوتی ھے اورشعبہ کی حکومت کا مصدر بھی دین ہوتا ھے جو حکومت کی اصل اور بنیاد ھے۔
اور چونکہ خداوندعالم مالک الملک ھے جو چاھے کرے جو چاھے نہ کرے لہٰذا اس کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ھے کہ کائنات کے ھر نظام میں اس کا حکم اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ھے، یعنی ھر حال میں اس کی اطاعت کرنا ضروری ھے۔
اور چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلممالک الملک کے نمائندے ھیں اور اسی کی طرف سے بولتے ھیں اور اس کے امین ھیں لہٰذا ان پر امام کو منصوب اور معین کرنا ضروری ھے اور یہ کام خدا کی مرضی سے ہونا چاہئے، چنانچہ یہی بات سیاسی نظریہ سے بھی ھم آہنگ ھے کہ انتخاب میں مصدر حکومت سے مشورہ ہونا چاہئے۔

امام کے بارے میں وضاحت
گذشتہ گفتگو کا خلاصہ :

۱۔ راہ اسلام کو جاری وساری رکھنے کے لئے امامت کا ہونا ضروری ھے۔
۲۔ امامت کا انتخاب بذات خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمپر ضروری ھے کیونکہ آپ کی ذات کی مصداق ھے اور جب بات یہاں تک آگئی ھے اور واضح خلاصہ بھی آپ حضرات نے ملاحظہ فرمالیا تو بات آگے بڑھ کرایک جدید مرحلہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تک پھونچتی ھے اوروہ یہ کہ ھم اس امام کی تلاش کریں جس کے بارے میں نص او راعلان کیا گیا ھے نیز ان واضح نصوص کو بھی ملاحظہ کریں جن کے ذریعہ سے امام کی معرفت و شناخت ھوتی ھے۔
اور چونکہ امامت سے متعلق روایات اور رایوں کی تعداد اس قدر زیادہ ھیں کہ اس کتاب میں ان کو بیان نھیں کیا جاسکتا اور راویوں کے بیان کرنے کا طریقہ بھی جداجدا ھے، لیکن ھم یھاں پر فقط تین عدد شاہد پیش کرتے ھیں اور باقی تفصیل کو تفصیلی کتابوں کی طرف حوالہ دیتے ھیں۔(مثلاً الغدیر علامہ امینیش ، عبقات الانوار اورالمراجعات وغیرہ)

پھلی حدیث: " حدیث دار "
ابن جریر طبری نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ھے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمپر یہ آیت نازل ھوئی :
[31]
"(اے رسول) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا) سے ڈراؤ"
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے خاندان عبد المطلب کو دعوت کے لئے بلایا جس میں ان کے چچا جناب ابوطالب ، جناب حمزہ، جناب عباس اور ابو لھب بھی تھے اور جب سب لوگ کھانے سے فارغ ھوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے خطبہ دیتے ھوئے فرمایا:
"یا بنی عبد المطلب انی واللّٰہ ما اعلم شاباً فی العرب جاء قومہ بأفضل ممّا قد جئتکم بہ، أنی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ، وقد امرنی اللّٰہ تعالیٰ أن أدعوکم الیہ، فأیکم یوازرنی علی ہذا الامر علی أن یکون اخي ووصیي وخلیفتي فیکم؟"
(اے خاندان عبد المطلب ! خدا کی قسم، میں عرب میں کسی ایسے شخص کو نھیں جانتا جو اپنی قوم میں مجھ سے بہتر پیغام لایا ھو میں تم میں دنیا وآخرت کی بھلائی لے کر آیا ھوں ، اور خداوندعالم نے مجھے حکم دیا ھے کہ میں اس دعوت کو تمھارے سامنے پیش کردوں، پس تم میں کون شخص ھے جو اس کام میں میری مدد کرے، اور جو شخص میری مدد کرے گا وہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ھوگا۔)
چنانچہ یہ سن کر سب لوگوں نے اپنا سر جھکالیا او رکوئی جواب نہ دیا، اس وقت حضرت علی علیہ السلام کھڑے ھوئے اور کھا:
"انا یا نبي اللّٰہ أکون وزیرک علیہ ، فقال (ص) ان ہذا اخي ووصیي وخلیفتي فیکم، فاسمعوا لہ واطیعوا"
(یا رسول اللہ میں حاضر ھوں اور میں آپ کا وزیر ھوں، تب رسول اللہ نے فرمایا:
یہ میرے بھائی، میرے وصی اور تمھارے درمیان میرے خلیفہ ھیں ان کی باتوں کو سنو اور ان کی اطاعت کرو) یہ سن کر سب لوگ جناب ابو طالب کو یہ کہہ کر ہنستے ھوئے چلے گئے:
"اے ابو طالب تم کو حکم دیا گیا ھے کہ اپنے بیٹے کی باتوں کو سنو اور ان کی اطاعت کرو"[32]
قارئین کرام ! یہ حدیث اپنے ضمن میں حضرت علی علیہ السلام کے لئے تین صفات کی حامل ھے:

۱۔وزیر ھونا۔
۲۔وصی ھونا۔
۳۔خلیفہ ھونا۔
اب ھم یہ سوال کرتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے حضرت علی علیہ السلام کو کس لئے یہ صفات عطا کئے اور کسی دوسرے کو ان صفات سے کیوں نھیں نوزا؟ اور کیوں آپ نے اس کام کے لئے بعثت کے بعد پھلے جلسہ کا انتخاب کیا؟
اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو اس کام میں اپنے لئے ایک مددگار کی ضرورت تھی تو وزارت کافی تھی لیکن ان کے ساتھ خلافت ووصایت کا کیوں اضافہ کیا؟ اور اپنے رشتہ داروں کو ڈرانے اور ان کو اسلام کی دعوت دینے اور وصایت وخلافت میں کیا ربط ھے؟ ان سوالوں کے جوابات دینے کے لئے ھم پر مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان کرنا ضروری ھے:
قارئین کرام ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلماپنے اس پھلے اعلان میں عہد جدید ، جدید معاشرے اورنئی حکومت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ھیں۔
کیونکہ جب کوئی اھم شخصیت اپنے ہدف کو باقی رکھنا چاہتی ھے تو اس رئیساور ایک نائب مقرر کیا جاتا ھے تاکہ اگر رئیس کو کوئی پریشانی لاحق ھوجائے تو اس کے نائب کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمبھی اس ہدف کے تحت حاضرین کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ یہ مسئلہ (دین ودنیا) کوئی ایسا مسئلہ نہیں ھے جو فقط مادام العمر باقی رھے اور اس کے بعد ختم ھوجائے گا کیونکہ یہ ایک الٰھی رسالت ھے اور ھمیشہ باقی رہنے والی ھے اور رسول کی وفات کے بعد ختم نہیں ھوگی، بلکہ جب تک زمین باقی ھے اس وقت تک یہ دین باقی ھے او رمیرے بعد بھی اس دین کا باقی رکھنے والا ھوگا اور وہ یہ جوان ھے جس نے اس وقت میری مدد ووزارت کا اعلان کیاھے یعنی حضرت علی بن ابی طالب (علیہ السلام)

اور یہ تمام باتیں مذکورہ حدیث شریف میں دقت اور غور وفکر کرنے سے واضح ھوجاتی ھیں اور شاید یھی وجہ تھی کہ جس کی بنا پر امام رازی نے اس حدیث کی صحت اور سند دلالت کا اعتراف کیا لیکن خلافت کے معنی میں شک کیا اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلماپنی وفات کے بعد خلیفہ معین کرنا چاہتے تھے تو ''خليفتي فيكم'' نہ کہتے یعنی علی تم میں میرے خلیفہ ھیں، بلکہ ''خليفتي فيكم من بعدی'' (یعنی تم میں میرے بعد میرے خلیفہ ھوں گے) کا اضافہ کرتے تاکہ واضح طور پر نص بن جائے۔

لیکن حقیقت یہ ھے کہ ھم دونوں الفاظ میں کوئی فرق نہیں پاتے، اور اگر یہ طے ھو کہ ''خلفتي فيكم من بعدی'' دلالت کے اعتبار سے واضح ھوتی تو پھر ''خلفيتي فيكم''بھی اسی طرح ھے کیونکہ اس کے معنی یہ ھیں کہ اگر مجھ پر کوئی پریشانی آجائے تو تمھارے درمیان علی (ع) خلیفہ ھیں اور اسی طرح کے الفاظ موت کے بعد خلافت پر واضح نص ھوتے ھیں اور اس معنی کی تاکید لفظ ''وصی'' کرتا ھے کیونکہ اسلام میں کسی کو موت کے وقت ھی وصی بنایا جاتا ھے کیونکہ موصی کی موت کے بعد وصی اس کے کاموں پر عمل کرتا ھے۔

اور اگر کسی کام کے بارے میں موت سے قبل کہنا ھو تو کھا جاتا ھے ''ہذاوکیلی'' (یہ میرا وکیل ھے)، ''وصيي''(میرا وصی) نہیں کھا جاتا کیونکہ وکالت ایک اسلامی تعبیر ھے جو اس شخص کے لئے کھی جاتی ھے جو انسان کی قید حیات میں اس کی نیابت میں کسی کام کو انجام دے۔

لہٰذا اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے روز اول ھی واضح بیان فرمایاکہ کون میرے بعد میرا خلیفہ ھوگا اور کون مسلمانوں میں میرا وصی ھوگا تاکہ کشتی اسلام میری وفات کے بعد امواج زمانہ کی نذر نہ ھوجائے۔

اور یہ اسلام کا آغازجس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے اس محدود مجمع میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور ھمیشہ اس پر تاکید فرماتے رھے یہاں تک کہ آخری عمر میں بھی (غدیر خم میں)اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔

دوسری حدیث: ''حدیث المنزلة''

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو بیان کیا ھے کہ حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے حضرت علی (علیہ السلام) کے بارے میں فرمایا:

''انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی''[33]

(اے علی تم میں اور مجھ میں وھی نسبت ھے جو جناب ھارون اور جناب موسیٰ (ع) کے درمیان تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)

قارئین کرام ! اگرچہ یہ حدیث مختصر ھے لیکن پھر بھی بہت سے معنی کی طرف اشارہ کرتی ھے لیکن اگر کوئی طائرانہ نظر ڈالے گا تو اس پر حدیث کے معنی واضح نہیں ھوں گے لیکن اگر کوئی شخص اس حدیث میں غور وفکر کرے گا تو اس پر یہ معنی بہت واضح ھوجائیں گے۔

چنانچہ یہ حدیث شریف حضرت علی علیہ السلام کے لئے اشارہ کرتی ھے :

۱۔ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ کے وزیر ھیں کیونکہ جناب ھارون جناب موسیٰ کے وزیر تھے:

[34]

''اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ھارون کو میرا وزیر بنادے''

۲۔آپ رسول اللہ کے بھائی ھیں کیونکہ جناب ھارون جناب موسیٰ کے بھائی تھے:

[35]

''میرے بھائی ھارون''

۳۔ آپ ھی رسول اللہ کے شریک ھیں کیونکہ جناب ھارون بھی موسیٰ کے شریک تھے:

[36]

''اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۴۔ حضرت علی علیہ السلام خلیفہ رسول ھیں ، جیسا کہ جناب ھارون جناب موسیٰ کے خلیفہ تھے:
[37]
''(اورچلتے وقت) موسی نے اپنے بھائی ھارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین ھو''
۵۔ امامت نبوت سے مشتق ھے کیونکہ حدیث میں ضمیر ''انتَ'' امامت کی طرف اشارہ کرتی ھے اور لفظ ''منّی'' نبوت کی طرف اشارہ کرتی ھے اور یھاں پر حرف ''جر ''نشو ونمو اور وجود کے معنی میں ھے اور یہ نشو ونما اس بات کی طرف اشارہ کرتے ھیں کہ یہ دونوں درجہ میں برابر ھیں تب ھی تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرق کو واضح کرتے ھوئے فرمایا:
''الا انہ لا نبی بعدی'' (مگر میرے بعد کوئی نبی نھیں)
اور جب جناب موسیٰ (ع)نے خدوندعالم سے درخواست کی کہ ان کے اھل سے ان کا وزیر معین کردے (جیسا کہ مذکورہ آیت بیان کرتی ھے) تو یہ درخواستِ جناب موسیٰ اس بات پر بھی دلالت کرتی ھے کہ نبی کی خلافت ووزارت خدا کے حکم سے ھوتی ھے لوگوں کے انتخاب اور اختیار سے نھیں۔
قارئین کرام ! جب ھم ''حدیث منزلت'' کے بارے میں غور وفکر کرتے ھیں تو یہ بھی واضح ھوجاتا ھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے یہ سب کچھ فقط حضرت علی علیہ السلام کے اکرام اور تجلیل کی غرض سے نھیں بیان کیا بلکہ اس کے پسِ پردہ ایک بہت اھم مقصد تھا اور وہ یہ کہ آپ امت کو اس بات پر متوجہ کرنا چاہتے تھے کہ نبی اپنے بعد حکومت کی ریاست اور کشتی اسلام کی مہار کس کے ھاتھ میں دے کر جارھے ھیں۔
اور جیسا کہ یہ حدیث شریفہ اشارہ کرتی ھے کہ حضرت علی (ع)،نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے ساتھ شریک ھیں لیکن یہ شرکت کسی تجارت، صنعت او رزراعت میں نھیں ھے بلکہ آپ کی شرکت دین اور اسلام میں ھے اور اسلام میں پیش آنے والی تمام زحمتوں کو برداشت کیا اور دین کی اھم ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کی،اور چونکہ ایک معمولی انسان شرکت کے حدود کو آسانی سے نھیں سمجھ سکتا (خصوصاً جبکہ یہ بھی معلوم ھو کہ جناب ھارون نبی بھی تھے) اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے حدیث منزلت میں ایسی قید لگادی تاکہ اشکال نہ ھونے پائے اور اس شرکت کی حدود بھی معین کردی اسی وجہ سے مطلق طور پر نبوت کی نفی کردی اور نبوت کو شرکت کے حدود سے نکالتے ھوئے فرمایا:
'' میرے بعد کوئی نبی نھیں''
اور شاید اس حدیث کے معنی اس وقت مزید روشن ھوجائیں جب یہ معلوم ھو کہ حدیث منزلت کو رسول اسلام نے اس وقت بیان فرمایا جب آپ مدینہ منورہ سے ''جنگ تبوک'' میں جارھے تھے اس وقت نائب اور قائم مقام بنایا ۔
لیکن شیخ ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں کہتے ھیں کہ اس حدیث سے حضرت علی علیہ السلام کی کوئی بھی فضیلت ثابت نھینھوتی کیونکہ جس وقت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمجنگ تبوک کے لئے نکلے ھیں تو آپ کے ساتھ تمام اصحاب اور تمام مومنین تھے او رمدینہ میں عورتوں اور بچوں کے علاوہ کوئی نھیں تھا یا وہ لوگ جو جنگ میں نھیں گئے تھے چاھے وہ مجبور ھوں یا منافق تو ایسے لوگوں پر کسی کو خلیفہ بنانا کوئی بھی فضیلت نھیں رکھتا۔ [38]
لیکن حدیث پرغوروفکر کرنے والاشخص ابن تیمیہ کے نتیجہ سے مطمئن نھیں ھوتا بلکہ ایک دوسرا نتیجہ نکالتا ھے کہ:
اس وقت مدینہ منورہ مرکز نبوت اور دار السلطنت تھا۔
جب کسی حکومت کا رئیس اپنے دار السطنت سے کسی دوسری جگہ جاتا ھے (جیسے تبوک) اور چونکہ اس وقت کا مواصلاتی نظام بہت ھی کمزور ھوتا تھا تو گویا جانے والا ایک طویل مدت کے لئے وھاں سے غائب ھورھا تھا اور چونکہ جنگ کے مسائل ایسے ھوتے ھیں جن کے بارے میں یہ بھی معلوم نھیں ھوتا کہ کب ختم ھوگی اور کب پلٹ کر آنا ھوگا تو ایسے موقع پر کسی رئیس کا نائب بنانا اور اس کو دار السلطنت میں جانشین بناکر چھوڑنا ایک عظیم معنی رکھتا ھے اور وہ بھی ایسے ماحول میں جب دشمنان اسلام اور منافقین کی طرف سے ھر ممکن خطرہ موجود ھو اور وہ ایک ایسی فرصت کی تلاش میں ھوں کہ موقع ملنے پر اسلام اور مسلمانوں کو نابود کر ڈالیں، لہٰذایسے ماحول میں حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ معین کرنا ایک عظیم فضیلت ھے۔

تیسری حدیث: ''حدیث غدیر''

اس حدیث کو اکثر صحابہ وتابعین نے روایت کیا ھے اور بہت سے علماء وحفاظ نے اس کو نقل کیا ھے۔ [39]
بطور اختصارھم صرف حدیث کے محل شاہد اور ان چیزوں کو بیان کرتے ھیں جو امامت وامام کی وضاحت سے متعلق

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ھیں۔
چنانچہ اکثر روای کہتے ھیں:
''جب ھم حجة الوداع سے واپس پلٹ رھے تھے ، اورغدیر خم میں پھونچے تو رسول اسلام نے نماز ظھر کے بعد مسلمانوں کے درمیان خطبہ دیا اورحمد باری تعالیٰ کے بعد فرمایا:
''اے لوگو ! قریب ھے کہ میں اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کھوں میں بھی مسئول ھوں او رتم بھی مسئول ھو، پس تم لوگ کیا کہتے ھو؟
تب لوگوں نے کھا: ''ھم گواھی دیتے ھیں کہ آپ نے دین اسلام کی تبلیغ کی، ھم کو وعظ ونصیحت کی اورجھاد کیا ، ''فجزاک اللّٰہ خیراً''
یھاں تک کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا:
''ان اللّٰہ مولای وأنا مولی المؤمنین ، وانا اولی بھم من انفسھم، فمن کنت مولاہ فھذا علی مولاہ، اللّٰھمّ وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ، واخذل من خذلہ وأدر الحق معہ حیثما دار۔''
(اللہ میرا مولا ھے او رمیں مومنین کا مولا ھوں اور میں ان کے نفسوں پر اولیٰ بالتصرف ھوں پس جس کا میں مولا ھوں اس کے یہ علی بھی مولا ھیں، خدایا تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے، خدا یا تو اس کی نصرت فرما جو علی کی نصرت کرے، اور اس کو ذلیل کردے جو علی کو ذلیل کرنا چاھے او رجدھر علی جائیں حق کو ان کے ساتھ موڑدے)
اور جب رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکا یہ کلام تمام ھوا تو سب لوگ حضرت علی علیہ السلام کی طرف مبارکباد دینے کے لئے بڑھے، چنانچہ حضرت عمر نے کھا:
''بخ بخ لک یا علی، اصبحت مولانا ومولی کل مومن ومومنة''
(مبارک ھو مبارک اے علی، آپ ھمارے اورھر مومن ومومنہ کے مولا ھوگئے)
اس کے بعد جناب جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ھوئے:
[40]
''آج میں نے تمھارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کردیں اور تمھارے اس دین اسلام کو پسند کیا''
قارئین کرام ! یہ تھا حدیث غدیر کا خلاصہ،اور یہ تھی شان نزول اور یہ تھے الفاظ حدیث، اس حدیث شریف میں نظریہ ''امامت'' کی مکمل وضاحت کی گئی ھے اور یہ واضح کردیا گیا ھے کہ یہ امامت ، ولایت عام او رمطلقہ مسئولیت کی حامل ھے اور سول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وفات کے بعد جس امام کے بارے میں سوال کیا جارھا تھا اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے لوگونکے سامنے پیش کردیا اور اس حدیث ودلیل کو سن کر لوگوں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا جس کے نتیجہ میں تہنیت اور مبارکباد پیش کرنے لگے۔
لیکن بعض لوگوں نے فلسفہ چھاڑنا شروع کیا درحالیکہ وہ حدیث کی صحت کا انکار نہ کرسکے بلکہ یہ کھا کہ یہ حدیث آپ کے مدعا کو ثابت نھیں کرتی چونکہ لغت میں لفظ'' مولا'' کے بہت سے معنی ھیں جیسے ناصر، ابن عم، رفیق، وراث وغیرہ اور ھم یہ نھیں جانتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی مراد کون سے معنی تھے اور کس معنی میں حضرت علی علیہ السلام کو مولا کھا ھے۔
لیکن یہ فلسفہ تراشی خود غرضی اور ھوا وھوس کی دین ھے اور نہ ھی معترض نے موضوع میں غور وفکر کیا ھے۔ ان اعتراضات کو ختم کرنے کے لئے درج ذیل امور رپر توجہ کرنا:
۱۔ اعلان ولایت سے قبل آیہ بلّغ کا نازل ھونا چنانچہ مورخین ومفسرین نے روایت کی ھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمآخری حج سے واپس آرھے تھے تو اس وقت خداوندعالم نے وحی فرمائی:
[41]
''اے رسول جو حکم تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ھے پھونچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو) تم نے اس کا کوئی پیغام ھی نھیں پھونچایا اور (تم ڈرو نھیں) خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''
۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکا اعلان ولایت کے لئے جنگل میں ظھر کے وقت کا انتخاب کرنا۔
۳۔کلام پیغمبر میں تینوں ولایت کا ذکر ھونا:
الف: اللّٰہ مولای۔
اللہ میرا مولا ھے۔
ب: انامولی المومنین۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں مومنین کا مولا ہوں۔
ج: من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ۔ [42]
جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی (ع)بھی مولا ہیں۔
۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکا حضرت علی علیہ السلام کے لئے دعا کرنا:
''اللّٰھمّ وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وادرالحق معہ حیث دار۔[43]
پروردگارا ! تو اسے دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے اور ذلیل کر اس کو جو علی کو ذلیل کرنا چاھے، اور حق کو ادھر موڑ دے جدھر علی جائیں ۔
جبکہ اس دعا میں ولایت کے معنی بغیر حاکم کے مکمل نہیں ہوسکتے ھیں
۵۔ آیہ اکمال کا نازل ہونا: الیوم اکملت لکم دینکم ...[44] جو اس بات پر دلالت کرتی ھے کہ یہ ایک اھم مسئلہ تھا جس وجہ سے خداوندعالم نے دین کو کامل کیا اور نعمتیں تمام کیں۔
۶۔ حاضرین غدیر خم کا حضرت علی علیہ السلام کا مذکورہ الفاظ میں مبارک باد پیش کرنا۔[45]
مذکورہ چھ نکات میں غور وفکر کرنے سے انسان کو یہ یقین ہوجاتا ھے کہ مسلمانوں کی نظر میں حضرت علی (ع) رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے وراث ،ناصر ،دوست او رابن عم نہیں ھیں اور نہ ھی ارث ونصرت کا مسئلہ ھے اور اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمان باتونکاقصد کرتے توپھر غدیر کے ماحول اور ان آیات جن کو خدا نے اس موقع پر نازل فرمایا اور تبریک وتہنیت کے لئے ایسے الفاظ کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اگر لفظ مولا سے مراد امامت وخلافت نہ ھو تو پھر ان سب چیزوں کا وجود کوئی معنی نہیں رکھتا۔
اور جیسا کہ ڈاکٹر احمد محمود صبحی نے حقیقت کا انکشاف کیا ھے اور جو لوگ اس حدیث کا انکارکرتے ھیں ان کے لئے بہترین جواب دیا ھے، چنانچہ موصوف کہتے ھیں:
''چونکہ اھل ظاھر(حنبلیوں) اور سلفیوں(وھابیوں)کے نزدیک معاویہ سے محبت کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا اس سے محبت کرنا ھی اپنا شعار بنارکھا ، اسی وجہ سے انھوں نے مذکورہ حدیث کے معنی اس لحاظ سے کئے تاکہ علی کی محبت کو ترک کرنے میں کوئی مضائقہ پیش نہ آئے۔ [46]
مذکورہ باتوں سے یہ بات ثابت ھوجاتی ھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے اپنی امت کی قیادت ورھبری کے لئے امام کی معرفی کی ھے۔
اور مذکورہ حدیث (اگرچہ اس کے الفاظ او رمناسبت مختلف ھیں) امامت کے بارے میں صاف اور روشن ھے جو مکمل طریقہ سے ھمارے مقصود پر دلالت کرتی ھے۔
لیکن اب سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ کیا فقط امام اول کا معین ھوجانا کافی ھے اور باقی ائمہ علیھم السلام کے بارے میں تعیین کی ضرورت نہیں ھے یا ان کے لئے بھی نص اور احادیث کا ھونا ضروری ھے؟
یعنی باقی ائمہ (ع) کی امامت کیسے ثابت ھوگی؟ اور ان کو بارہ کے عدد میں محدود کرنا (نہ کم وزیاد) کیسے صحیح ھے؟
قارئین کرام ! ائمہ (ع)کی امامت کو دو طریقوں سے ثابت کیا جاسکتا ھے:

پہلا طریقہ:
ان احادیث کے ذریعہ جن کی تعداد بہت زیادہ اور بہت مشہور ھیں جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے امام حسن وامام حسین علیھما السلام کو مخاطب کرکے فرمایا:
''انتما الامامان ولامکما الشفاعۃ '' [47]
(تم دونوں امام ھو اور دونوں شفاعت کرنے والے ھو)
اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:
''ہذا امام ، ابن امام اخو امام، ابو الائمۃ ''[48]
(یہ خود بھی امام ھیں اور امام کے بیٹے ، امام کے بھائی او رنو امامونکے باپ ھیں)
اور اس طرح بہت سی روایات موجود ھیں جن سے کتب حدیث وتاریخ بھری پڑی ھیں اور ان میں امامت کی بحث تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ھے۔

دوسرا طریقہ:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گذشتہ امام کے ذریعہ آنے والے امام کا بیان، اورچونکہ گذشتہ امام کا بیان ،حجت اور دلیل ہوتاھے اور اس پر یقین رکھناضروری ھے جبکہ ھم گذشتہ امام کی امامت پر ایمان رکھتے ھیں اور ان کو صادق اور امین جانتے ھیں۔[49]
اب رھا ائمہ (ع) کا بارہ ھونا نہ کم نہ زیادہ تو اس سلسلہ میں بھی بہت سی روایات موجود ھیں[50] اور ھمارے لئے یھی کافی ھے کہ اس مشھور ومعروف حدیث نبوی کو مشھور ومعروف شیوخ نے بیان کیا ھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے ارشاد فرمایا:''لایزال الدین قائما حتی تقوم الساعة ویکون اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش'' [51]
(دین اسلام قیامت تک باقی رھے گا او رتمھارے بارہ خلیفہ ھوں گے جو سب کے سب قریش سے ھوں گے)
ایک دوسری حدیث میں اس طرح ھے:
''ان ہذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیہ اثنا عشر''[52]
(بتحقیق یہ امر (دین) ختم نہیں ھوگا یھاں تک کہ اس میں بارہ (خلیفہ) ھوں گے)
اور اگر ھم اس حدیث شریف میں غور وفکر کریں (جبکہ اس حدیث کو تمام مسلمانوننے صحیح مانا ھے) تو یہ حدیث دو چیزوں کی طرف واضح اشارہ کررھی ھے:
۱۔دین کا قیامت تک باقی رہنا۔
۲۔قیامت تک فقط بارہ خلیفہ ھی ھوں گے جو اسلام ومسلمانوں کے امور کے ذمہ دار ھوں گے۔
اور یہ بات واضح ھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکا بارہ خلیفہ سے وہ حکّام مراد نہیں ھیں جو شروع کی چار صدیوں میں ھوئے ھیں کیونکہ ان کی تعداد بارہ کے کئی برابر ھے اور ان میں سے اکثر کتاب وسنت رسول کے تابع نہیں تھے لہٰذا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے حقیقی خلیفہ نہیں ھوسکتے۔
تو پھر انکے علاوہ ھونے چاہئیں،اور وہ حضرت علی (ع) اور ان کے گیارہ فرزندوں کے علاوہ کوئی نہیں، یہ وہ ائمہ ھیں جن سے لوگ محبت کیا کرتے تھے او ران کا اکرام کیا کرتے تھے اور انھیں سے اپنے دینی احکام حاصل کیا کرتے تھے، نیز اپنی فقھی مشکلات میں انھیں کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب بھی کوئی مشکل پڑتی تھی اس کے حل کے لئے انھیں ائمہ(ع) کے پاس جایا کرتے تھے۔
اگر کوئی شخص اس سلسلہ میں احادیث نبوی اور ان کے عدد کے بارے میں مزید اطلاع حاصل کرنا چاھے تو اس کو چاہئے کہ مخصوص مفصل کتابوں کا مطالعہ کرے۔(مثلاً الغدیر علامہ امینی رحمة اللہ علیہ، عبقات الانوار سید حامد حسین طاب ثراہ وغیرہ)

حضرات ائمہ علیھم السلام
سلسلہ بحث کو مکمل کرنے کے لئے ضروری ھے کہ ھم مختصر طور پر ائمہ (ع) کے اسماء گرامی اور ان کے زمانہ کے مختصر حالات بیان کریں نیز مختصر طور پر ان کی چھوڑی ھوئی میراث کے بارے میں بھی ذکر کریں او رخود ان حضرات کی مختصر طورپر سوانح حیات بیان کریں، ان تمام باتوں میں ھم اختصار کا پورا خیال رکھےں گے تاکہ ھماری کتاب بہت زیادہ ضخیم نہ ھوجائے۔
اور ھماری ساری امید خداوندعالم کی ذات پر ھے کیونکہ وھی مدد کرنے والا ھے تاکہ ھم ائمہ (ع) کی سوانح حیات کو تحریر کرسکیں اور ھر امام کے حالات بیان کریں تاکہ آج کا ھمارا زمانہ ان کی رھبری وقیادت اور ان کی چھوڑی ھوئی میراث کو پہچان لے، چنانچہ انھوں نے زمانہ کے لئے ایسی ایسی میراث چھوڑی ھیں جو عالم بشریت کے لئے بہت عظیم سرمایہ اور مایہ سرفرازی وباعث عزت ھے۔
خداوندعالم ھماری مدد ونصرت فرمائے(آمین)

پھلے امام : حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام
حضرت علی (ع)کا مشھور لقب ''امیر المومنین'' ھے آپ کو اس لقب سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے سرفراز فرمایا تھا۔[53]
آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ اورخانہ کعبہ میں ۱۳/رجب المرجب ۳۰ عام الفیل کو ھوئی۔[54]
آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے بچپن ھی سے اپنے پاس رکھا تاکہ آپ کے چچا ابوطالب پر کچھ بوجھ کم ھوجائے، چنانچہ خداوندعالم نے یہ چاھا کہ آپ کی تربیت اس کا محبوب رسول کرے اور ھر طرح کی مشکلات ومصائب سے محفوظ رکھے۔جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلممبعوث بہ رسالت ھوئے تو سب سے پھلے حضرت علی علیہ السلام نے اظھار اسلام کیا۔[55]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دی تو اسی موقع پر آپ کی وزارت ، وصایت اور خلافت کے بارے مینواضح بیان دیا (جیسا کہ تفصیل گذر چکی ھے) اور جس وقت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی شبیہ بن کر آپ کے بستر پر سورھے تاکہ قریش یہ سمجھیں کہ ''محمد''(ص) ابھی بستر پر سورھے ھیں۔
اور مدینہ منورہ ہجرت کے بعد آپ نے تمام اسلامی جنگوں میں شرکت کی اور ھر جنگ میں پرچم اسلام آپ(ع) ھی کے ھاتھوں میں رھا، اور آپ(ع) ھر جنگ میں(سوائے جنگ تبوک کے)نبی کے ساتھ ساتھ رھے ، چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے آپ کو اسلام کی دار السلطنت میں احتمالی خطرے کی بنا پر مدینہ میں چھوڑدیا تھا (جیسا کہ تفصیل گذر چکی ھے)
خداوندعالم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے آپ کی تکریم کی خاطر رسول اللہ کی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا سے شادی کی۔[56]
اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے اپنی آخری عمر میں آپ کو امامت کے لئے منصوب کیا جیسا کہ حدیث غدیر میں گذر چکا ھے۔
اور چونکہ وفات نبی کے بعد آپ کی زندگی میں بہت سے حادثات رونما ھوئے لیکن آپ(ع) نے اپنی کوشش اور وعظ ونصیحت کو جار ی رکھا تاکہ ہدف اسلام آگے بڑھتا رھے اور اس مقدس راہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رھے، اور مشکل حالات کو برداشت کرتے رھے۔اور جب لوگوں نے قتل عثمان کے بعد آپ کو خلافت قبول کرانا چاھاتو چنانچہ آپ نے کراہۃً قبول کرلی لیکن اسی مناسبت سے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:
''اگر حاضرین کی بھیڑ جمع ھوکر میرے پاس نہ آتی او ریہ ثابت ھوجاتا کہ ھمارے ناصر ومددگار موجود ھیں او راگر علماء سے خدا کا عہد وپیمان نہ ھوتا کہ ظالم سے دشمنی اور مظلوم سے ھمدردی کریں تو پھر میں اس خلافت کی مہار کو اس کے سوار پر ڈال دیتا اور اس کے دوسرے کو پہلے والے کے کاسہ سے سیراب کردیتا، کیونکہ میں نے اس دنیاکو بکری کے ناک سے بہتے گندے پانی سے بھی پست پایا''۔(خطبہ شقشقیہ)
آپ کی خلافت کے دوران ناکثین (اھل جمل) قاسطین (تابع معاویہ) اورمارقین (خوارج) سے جنگ ھوئی ۔[57]
آپ کی شھادت، مظلومانہ طریقہ سے شب ۲۱ / رمضان المبارک ۴۰ھ [58]کو کوفہ میں ھوئی اور آپ کو کوفہ سے باھر ''نجف'' میں دفن کردیا گیا۔

دوسرے امام : حضرت حسن بن علی علیہ السلام
آپ کے دو مشھور ومعروف لقب ''مجتبیٰ '' او ر''زکی'' تھے۔
آپ کی ولادت باسعادت شب ۱۵/ رمضان المبارک تین ہجری کو مدینہ منورہ میں ھوئی۔
آپ کی تربیت آغوش پیغمبر اور قرآنی ماحول میں ھوئی۔
آپ امام ہدیٰ [59] وسیدی شباب اھل الجنۃ [60]میں سے ایک ھیں آپ کی ذات ان دومیں سے ایک ھے جن کے ذریعہ ذریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمباقی ھے، آپ ھی ان چار حضرات میں سے ایک ھیں جن کے ذریعہ رسول اسلام نے نصاری نجران سے مباھلہ کیا او رآپ ھی پنجتن پاک کی ایک فرد ھیں جن کی شان میں آیہ تطھیر نازل ھوئی۔
آپ نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے ساتھ سات سال زندگی گذاری اور اس کے بعد اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ تمام مشکلات ومصائب میں شریک رھے اور جب حضرت علی علیہ السلام کی وفات ھوئی تو خلافت آپ کے قدموں میں آگئی اور معاویہ اور شام کے رہنے والوں کے علاوہ پورے عالم اسلام نے آپ کی بیعت کی، آپ نے دین کی خاطر اپنے لشکر کو معاویہ اور اس کے لشکر سے مقابلہ کے لئے بھیجا لیکن اس کے بعد آپ کو مشھور ومعروف صلح کرنی پڑی آپ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے پہلے ھی ارشاد فرمادیا تھا:
'' ان ہذا سید یصلح اللّٰہ علی یدیہ بین فئتین عظیمتین''[61]
(یہ میرا بیٹا سید وسردار ھے خداوندعالم اس کے ھاتھوں پر دو عظیم گروہ کی صلح کرائے گا)
قارئین کرام ! صلح امام حسن علیہ السلام کی تفصیل یعنی اس موقع کے حالات کیا تھے امام علیہ السلام نے کس طرح ان حالات کا مقابلہ کیا،صلح کا مقصد کیا تھا ، اس صلح کے کیا کیا بند تھے، شرطیں کیاکیا تھیں، کیا معاویہ نے ان شرائط کو پورا کیا؟ ان تمام چیزوں کو اس کتاب کی ضخامت کے پیش نظر بیان نہیں کیا جاسکتا او رجو شخص ان تمام چیزوں کی تفصیل جاننا چاھے تووہ ''صلح الحسن''نامی کتاب کا مطالعہ کرے، کیونکہ مذکورہ کتاب میں مکمل طریقہ سے بحث کی گئی ھے اور اس کتاب کے متعدد ایڈیشن بھی چھپ چکے ھیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بعض معترضین نے امام حسن علیہ السلام پر یہ بھی اعتراض کیا کہ آپ کی کئی بیویا نتھیں یہاں تک کہ بعض لوگوں نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کی بیویوں کی تعداد ۳۰۰ سے ۹۰۰کے درمیان تھی۔[62]
لیکن تاریخ کی تحقیق سے یہ اعتراض بے جا ثابت ہوتا ہے اور یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کی سات یا آٹھ بیویاں تھیں۔[63] جیسا کہ یہ بات بھی کشف ہوجاتی ہے کہ آپ (ع)نے اپنی تین بیویوں کو طلاق بھی دی ہے۔[64]
چنانچہ ڈاکٹر احمد محمود صبحی صاحب نے آپ کے مسئلہ تعدد ازواج کے بارے میں حاشیہ لگایا اور کہا:
''آپ کا تعدد ازواج سے شاید مقصد یہ رہا ہو کہ مختلف قبائل سے آپ کے سسرالی رشتہ داری ہوجائےں کیونکہ (ابن خلدون کے قول کے مطابق) حاکم وقت اپنی رشتہ داری اورخاندان کے بل بوتہ پر حکومت کرتاتھا یھی وجہ ہے کہ تمام بنی امیہ نے اس کی حکومت کی طرف داری کی، (اور اس کی حمایت میں حکومت شام کے مخالفین کا قتل وغارت کیا)
چنانچہ امام حسن علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ آپ کی اولاد کو قتل کیا جارھا ہے اور آپ کی نسل کو ختم کرنا چاہتے ھیں تو آپ نے کثرت ازواج اور کثرت نسل کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں دیکھا۔[65]
آپ کو (معاویہ کے حکم سے) زھر دیا گیا او رآپ مدینہ منورہ میں ۲۸/ صفر سن پچاس ہجری [66] کو شھید کئے گئے اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کردیا گیا۔

تیسرے امام : حضرت حسین بن علی علیہ السلام
آپ کا مشھور ومعروف لقب ''سید الشہداء'' ہے۔
آ پ کی ولادت باسعادت ۳/ شعبان المعظم سن چار ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔
آپ کی پرورش سایۂ نبوت، موضع رسالت، مختلف الملائکہ اور معدن علم میں ہوئی۔
آپ بھی اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے تمام بنیادی فضائل میں شریک ھیں یعنی آپ بھی امام ہدیٰ، سیدا شباب اھل الجنة میں سے ایک ھیں، آپ ھی کی ذات ان دو میں سے ایک ہے جن کے ذریعہ ذریت رسول باقی ہے آپ ھی ان چار حضرات میں سے ایک ھیں جن کے ذریعہ رسول اسلام نے نصاریٰ نجران سے مباھلہ کیا اور آپ بھی پنجتن پاک(ع) کی ایک فرد ھیں جن کی شان میں آیۂ تطھیر نازل ہوئی۔
آپ(ع) نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے ساتھ چھ سال تک کی زندگی گذاری، او رآپ پر وہ تمام مصیبتیں پڑیں جو وفات رسول کے بعد اھل بیت (ع)پر پڑیں یہاں تک کہ آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کو زھر سے شھید کردیا گیا او رآ پ نے اپنی زندگی میں اپنی والدہ گرامی، پدر بزرگوار اور اپنے بھائی کے غم کو برداشت کیا۔
اور جس وقت معاویہ کی موت ہوئی تو یزید اس کا وارث بنا اوراس نے سب مسلمانوں کو اپنی بیعت کے لئے بلایا، تو ان میں سے بعض لوگوں نے نالائق جوان کی بیعت کرنے سے انکار کردیا۔
چنانچہ آپ کی حکومت وقت سے مخالفت کے تین اھم اسباب تھے:
۱۔یزید کا مستحق خلافت نہ ھونا اور خلافت کی اھلیت نہ رکھنا۔
۲۔صلح امام حسن علیہ السلام میں جو معاہدہ کیا گیا تھا وہ پورا ھوچکا تھا کیونکہ معاویہ کے ساتھ یہ طے ھوا تھا کہ معاویہ کے بعد خلافت آپ (امام حسن (ع)) ھی کے پاس رھے گی او راگر امام حسن (ع) کے لئے کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش آگیا تو ان کے بعد حق خلافت ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام کو ھوگا، لہٰذا معاویہ کو اپنے بعد کسی کو خلیفہ معین کرنے کاکوئی حق نھیں تھا۔ [67]
اس کا مطلب یہ ہے کہ معاویہ کے مرتے ھی امام حسین علیہ السلام در حقیقت صاحب خلافت ھوگئے تھے کیونکہ معاویہ نے اس معاہدہ پر بھی دستخط کر رکھے تھے۔
۳۔ اس وقت کے حالات اس طرح کے تھے کہ ایسے حالات میں قیام کرنا واجب ھوجاتا ہے کیونکہ خود آپ (ع) نے ایک حدیث میں اس طرح اشارہ کیا ہے:
''انی لم اخرج بطراً و لااشراً ولامفسداً ولاظالماً وانما خرجت اطلب الصلاح فی امة جدی محمد (ص) ارید ان آمر بالمعروف وانہیٰ عن المنکر''[68]
(میں کسی فتنہ وفساد اور ظلم کے لئے نھیں نکل رھا ھوں بلکہ میں اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی امت کی اصلاح کے لئے نکل رھا ھوں اور میں امر بالمعروف او رنھی عن المنکر کرنا چاہتا ھوں)
اسی طرح اپنے شیعوں کے نام ایک خط لکھتے ھوئے فرماتے ھیں:
''فلعمری ما الامام الا الحاکم بالکتاب، القائم بالقسط، الدائن بدین الحق، الحابس نفسہ علی ذات اللہ'' [69]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(خدا کی قسم امام کی ذمہ داری یہ ہوتی ھے کہ قرآن کے مطابق حکم کرے، عدالت قائم کرے، دین حق کی طرف دعوت دے اور پروردگار کے سامنے اپنے نفس کا حساب کرے)
قارئین کرام ! اس اسباب کی تحقیق وبررسی کے بعد ان لوگوں کا نظریہ باطل ھوجاتا ھے جن کی نظر میں امام حسین علیہ السلام خطاکار ھیں جیسے ابوبکر بن عربی وغیرہ ،کیونکہ وہ کہتے ھیں کہ امام حسین کے لئے یزید کی بیعت کرکے خاموش ھوجانا بہتر تھا۔[70]
قارئین کرام ! آپ حضرات غور تو کریں کہ کیسے امام حسین علیہ السلام کے لئے یہ بہتر تھا کہ یزید کی بیعت کرکے خاموش ھوجاتے جبکہ امام حسین علیہ السلام اپنے اوپر واجب دیکھ رھے تھے کہ قیام کریں اور خود معاویہ نے اس عہد نامہ پر دستخط کررکھے تھے جس میں امام حسین علیہ السلام کو بیعت نہ کرنے اور سکوت اختیار نہ کرنے کا حق تھا۔ لہٰذا حضرت امام حسین علیہ السلام تاریخ کے اوراق پر فاتح اکبر کے نام سے مشہور ھیں اگرچہ کربلا کے میدان میں ظاھری طور پر آپ کو اور آپ کے لشکر کو تہہ تیغ کردیا گیا جبکہ ان کے قاتلوں پر ھمیشہ تاریخ لعنت کرتی چلی آرھی ھے، اگرچہ انھوں نے اپنی جنگ میں غلبہ حاصل کیا،بلکہ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ جس میں جنگ میں(ظاھری) غلبہ پانے والوں پر دنیا نے اس طرح لعنت وملامت کی ھو جس طرح قاتلین امام حسین علیہ السلام پر کی ھے[71]
آپ کی شہادت ۱۰/ محرم ۶۱ھ کو عصر کے وقت کربلا میں ھوئی [72] او رآپ کربلائے معلی میں دفن ھےں۔

چھوتھے امام: حضرت زین العابدین علیہ السلام
آپ کے دومشھور لقب ھیں ”سجاد“ اور ”زین العابدین“ ،آپ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں سن اڑتیس ہجری کو ھوئی،آپ کا اس وقت بچپن تھا جس وقت آپ کے جد امیر المومنین علیہ السلام پر مصائب پڑے اور آپ کے چچا امام حسن علیہ السلام کے ساتھ سازش کی گئی جس کے بعد آ پ کو معاویہ سے صلح کرنا پڑی، (جیسا کہ اشارہ گذر چکا ھے) اور جس وقت واقعہ کربلا نمودار ھوا اس وقت آپ کی جوانی کا عالم تھا آپ تمام مصائب کربلا میں شریک تھے یہاں تک کہ آپ کو اسیر کرکے شام لے جایا گیا لیکن آپ اور آپ کی پھوپھی جناب زینب سلام اللہ علیھا نے یزید کے مقصد کو ناکام بنادیا کیونکہ یزید لوگوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ ایک خارجی نے حکومت وقت پر خروج کیا تھا لہٰذا اس کے ساتھ یہ سب کچھ کیا گیا (لیکن جناب سید سجاد اور جناب زینب (سلام اللہ علیھما) کے خطبوں کی وجہ سے یزید کا سارا ہدف کافور ھوگیا،چنانچہ امام علیہ السلام کی زندگی میں واقعہ کربلا کے بعد جب مدینہ والوں نے یزیدی ظلم وجور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو ”واقعہ حرہ“ پیش آیا جس میں یزید نے اپنی فوج کے لئے اھل مدینہ کے مال ودولت اور ناموس کو حلال کردیا تھا اور انھوں نے ظلم وبربریت کا وہ دردناک کھیل کھیلا کہ تاریخ شرمندہ ھے، اس واقعہ میں مروان بن حکم جیسے آپ کے دشمن کو بھی سوائے آپ کے در دولت کے علاوہ کھیں پناہ نہ ملی ۔[73]
اور ان لوگوں کو اس وجہ سے امام علیہ السلام نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی تاکہ تاریخ اور لوگوں کے لئے ایک عظیم درس مل جائے کہ الٰھی امام کا کردار کیسا ھوتا ھے۔امام علیہ السلام نے حکومت وقت کے ظلم اور اھل بیت علیھم السلام کی مظلومیت کو اپنی دعاؤں میں بیان کرنا شروع کیا اور یہ دعائیں لوگوں کو تعلیم دینا شروع کیں، چنانچہ امام علیہ السلام کی یہ دعائیں مومنین میں رائج ھوتی چلیں گئیں ان دعاؤں میں حاکم وقت کی حقیقت اور اس کے ظلم وجور کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور لوگوں کے ذہن کو ان سازشوں کی طرف متوجہ کیا کہ حکومت وقت تعلیمات دین کو ختم کرنا چاہتی ھے اور مقام اولیاء اللہ واصفیاء اللہ پر قبضہ کرنا چاہتی ھے نیز حلال وحرام میں تحریف کرناچاہتی ھے اور سنت رسول کو نابود کرنا چاہتی ھے۔ [74]
چنانچہ امام علیہ السلام نے ان سخت حالات کا مقابلہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ کیا ، امام (ع) کی ان دعاؤں کے مجموعہ کو ”صحیفہ سجادیہ“ کہا جاتا ھے امام کی یہ عظیم میراث ھمارے بلکہ ھر زمانہ کے لئے حقیقت کو واضح کردیتی ھے، یہ عظیم کتاب مختلف تراجم کے ساتھ سیکڑوں بار چھپ چکی ھے۔
امام علیہ السلام کی عظیم میراث میں سے ”حقوق“ نامی رسالہ بھی ھے جس میں تمام خاص وعام حقوق بیان کئے گئے ھیں جس کے مطالعہ کے بعد معلوم ھوجاتا ھے کہ عوام الناس کے حقوق کیا ھےں اور خدا کے حقوق کیا کیا ھےں انسان کو اپنے اعضاء وجوارح پر کیا حق ھے اور کیا حق نہیں ھے، چنانچہ یہ رسالہ بھی متعدد بارطبع ھوچکا ھے۔ امام سجاد علیہ السلام کی شہادت ۹۵ھ کو مدینہ منورہ میں ھوئی اور آپ کو ”جنت البقیع“ میں دفن کیا گیا۔ [75]

پانچویں امام : حضرت محمد باقر علیہ السلام

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آپ کا مشہور ومعروف لقب ''الباقر'' ھے او رآپ کو یہ لقب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے عطا فرمایا تھا۔واقعہ کربلا میں آپ کا عہد طفولیت تھااور اپنی جوانی میں ان تمام مشکلات ومصائب میں شریک تھے جو آپ کے پدر بزرگوار امام سجاد علیہ السلام اور دوسرے علویوں پر پڑے۔جب آپ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے تو آپ حکومت وقت سے بالکل جدا ہوگئے اور کسی بھی طرح کا کوئی رابطہ نہ رکھا چنانچہ آپ نے اپنا سارا وقت علوم دینی اور حقائق اسلام کو بیان کرنے میں صرف کردیا اور گذشتہ اموی حکومت کے زمانہ میں فقہ وحدیث جو اموی دور مینغبارآلود ہوگئے تھے ان کو صاف کردیا۔

در حالیکہ آپ کا حکام زمانہ سے بالکل رابطہ نہیں تھا لیکن جب بھی انھیں کوئی مشکل اور پریشانی ہوتی تھی توان مشکلات کو حل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاصر ہوتے تھے، اور امام علیہ السلام بھی اس سلسلہ میں ذرہ برابر بھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ اُن کی مشکلات کو حل فرما دیا کردیتے تھے اور ان کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے، اسلام اور ارکان اسلامی کی حفاظت فرماتے تھے۔

جیسا کہ بعض مورخین نے لکھا ھے کہ عبد الملک بن مروان کا امام علیہ السلام سے مشورہ کے بعد ان تمام ظروف او رکپڑوں کو بند کرادیاجن پر مصر کے بعض عیسائیوں نے سریانی زبان میں اپنا عقیدہ ''اب، ابن اور روح القدس'' چھاپ کر بازاروں میں روانہ کیا تھا۔

اسی طریقہ سے جب خلیفہ اور بادشاہ روم کے درمیان گفتگو ہوئی اور خلیفہ بادشاہ روم کو کوئی مستحکم جواب نہ دے سکا ، چنانچہ اس نے خلیفہ کی طرف سے بے توجھی کی خاطر سخت رویہ اختیار کیا اور اس نے درھم ودینار پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے لئے نازیبا الفاظ لکھ کر مسلمانوں کے بازار میں بھیجے کیونکہ اس زمانہ میں درھم ودینا ر روم میں بنائے جاتے تھے۔

جب عبد الملک نے یہ حال دیکھا تو امام علیہ السلام سے مشورہ کرنے پر مجبور ہوگیا اور اس سلسلہ میں آپ کوشام دعوت دی چنانچہ امام علیہ السلام نے مصلحت کے تحت اس دعوت کو قبول کیا اور آپ شام تشریف لے گئے اور جب عبد الملک نے آپ کے سامنے مشکل بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ صنعت گروں کو بلایا جائے، خلیفہ نے ان سب کو حاضر کرلیا تب امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو بتایا کہ کس طرح درھم ودینار کا سانچہ بنائیں، کس طرح ان کی مقدار معین کی جائے اور کس طرح ان پر کچھ تحریر کیا جائے،چنانچہ امام علیہ السلام نے اس طریقہ سے مسلمانوں کو رسوائی سے بچالیا اور بادشاہ روم ناکام ہوگیا[76]

امام علیہ السلام کے بے شمار شاگرد تھے آپ کی میراث وہ گرانبھا ذخیرہ ھے جس سے تفسیر، فقہ، حدیث، کلام اور تاریخی کتب بھری ھیں، آپ کی شہادت ذی الحجہ ۱۱۴ھ [77] مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

چھٹے امام : حضرت جعفر صادق علیہ السلام

آپ کا مشہور ومعروف لقب ''صادق ''ھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷/ ربیع الاول ۸۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

آپ کے زمانے میں اموی سلطنت کمزور ہوگئی یہاں تک کہ بالکل ھی اس کا خاتمہ ہوگیا اس کے بعد عباسی حکومت تشکیل پائی چنانچہ عباسی حکومت اپنے نئے منصوبوں کو تیار کرنے میں مشغول تھی لہٰذا امام علیہ السلام نے موقع غنیمت شمار کیا اور وسیع پیمانہ پر تعلیم وتربیت میں مشغول ہوگئے، آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ایسے ایسے شاگرد جو بعد میں اسلام کی مشہور ومعروف شخصیتیں بن گئیں۔

آپ(ع) کے شاگرد اور آپ سے احادیث روایت کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ لوگوں کی زبان پر شیعیت کے بجائے ''مذہب جعفری'' گردش کرنے لگا، اور اس مذہب کو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منسوب کرنے لگے جبکہ تشیع تمام اھل بیت (ع)سے منسوب ھے اور کسی ایک امام سے مخصوص نہیں ھے۔

امام علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں کس قدر دینی خدمات انجام دیں ھیں اس کے لئے کافی ھے کہ ھم بعض تاریخوں میں آپ کے شاگردوں اور رواۃ کی تعداد کو ملاحظہ کریں جن کی تعدادچار ہزارا تک بتائی جاتی ھے۔[78]

اسی طرح ابو الحسن وشاء کہتے ھیں کہ :

''میں نے اس مسجد (کوفہ) میں ۹۰۰ /راویوں کو دیکھا جو کہتے تھے: ''حدثنی جعفر بن محمد(ع)'' (مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا) [79]

اسی طرح ھمارے لئے کافی ھے کہ ھم امام علیہ السلام کی بعض باقی باندہ علمی میراث کو دیکھیں اور امام علیہ السلام کی عظمت وبلندی کا اندازہ لگائیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اگر آپ کی تفسیر قرآن، علم فقہ، فلسفہ اور علم کلام وغیرہ کو ایک ساتھ جمع کیا جائے تو ایک بے نظیر عظیم الشان دائرۃ المعارف بن جائے گا۔
آ پ کے علمی آثار میں سے :
طبی قوانین اور صحت سے متعلق دستور جن کو دو کتابوں میں جمع کیا گیا ھے۔
''توحید المفضل '' اور ''الاھلیلجہ ''[80]
ان دونوں کتابوں میں مسئلہ ''عدوی '' (جس کے ذریعہ ''مکروب'' "Microbe" کی شناخت ھوتی ھے) کے بارے میں مکمل طریقہ سے وضاحت کی گئی ھے۔
اسی طرح علم الامراض کے بارے میں مکمل طور پروضاحت کی گئی ھے، امام علیہ السلام نے سب سے پہلے دورۃ الدموية تھر ما میٹر"Thermometer"کشف کیا اس کے بعد کہیں ڈاکٹر ''ھارفی بقرون'' نے اس طرح اشارہ کیا ھے۔
آپ ھی نے جابر بن حیان کو علم کیمیا (Chemistry)کی تعلیم دی اسی وجہ سے آپ کو علم کیمیا کا موجد کھا جاتا ھے جیسا کہ ڈاکٹر محمد یحیٰ الھاشمی کہتے ھیں۔ [81]
امام علیہ السلام کے طریقہ کار کے بارے میں استاد ''ٹونالڈسن'' نے تدریس کے طریقہ کو بیا ن کرتے ھوئے کھاھے:
''آپ کی روش تدریس سقراطی تھی آپ اپنے شاگردوں کے ساتھ ھمیشہ بحث ومباحثہ کرتے تھے اور خالص او رسادہ موضوعات سے اپنی گفتگو کاآغاز فرماکر دقیق، علمی ، پیچیدہ اور مشکل موضوعات پر بحث ختم فرماتے تھے۔[82]
آپ کی شھادت ۱۴۸ھ [83]کو مدینہ منورہ میں ھوئی اور آپ کوبھی جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ساتویں امام : حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام
آپ کے دو مشھور لقب ''کاظم'' اور ''باب الحوائج''تھے ۔
آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸ھ کو مقام ''ابواء'' (مدینہ کے قریب ایک مقام)میں ھوئی۔
آپ کی زندگی بنی عباس سلطنت کے زیر اثر مشکلات سے دوچار رھی ھے۔
آپ کی زندگی کس قید خانہ میں گذری ھے اس کا بیان کرنا مشکل ھے ھارون الرشید آپ کا سخت مخالف تھا اس کا سبب بھی بعض مورخین نے یہ بیان کیا ھے کہ جس وقت ھارون الرشید مدینہ منورہ میں داخل ھو کرمسجد النبی میں زیارت کے لئے گیا اور چونکہ اس نے قبر نبوی پر توجہ دی تو مدینہ کے زعماء اور سردار اس کو تحفے دینے کے لئے گئے او رجب ھارون قبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمپر حاضر ھوا تو اس طرح سلام کیا:
''السلام علیک یا ابن العم''
(اے میرے چچازاد بھائی تم پر سلام ھو)
اس کا یہ سلام لوگوں کو فریب دینے کے لئے تھا تاکہ لوگ اس قریبی رشتہ داری کو دیکھ کر اس کو خلافت کا مستحق مان لیں، لیکن جب امام علیہ السلام نے اس مکر وفریب کو دیکھا تو اس کو بے نقاب کردیا اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو مخاطب کرکے کھا:
''السلام علیک یا ابہ''
(اے پدر بزرگوار تم پر سلام ھو)
یہ سن کر ھارون الرشید کا سر شرم کی وجہ سے جھک گیا اور اس پر کینہ وکدورت کے آثار ظاھر ھونے لگے۔
چنانچہ اس کے بعد سے امام علیہ السلام اور ھارون الرشید میں بہت سے مناظرات ھوئے کہ کون رسول اللہ سے زیادہ قریب ھے، ھارون الرشید کی دلیل یہ تھی کہ لڑکی کی اولاد ''ذریت'' اور اس کے اولاد نہیں ھوتی۔ کیونکہ ذریت اور ابناء صرف باپ کے ذریعہ منسوب ھوتے ھیں ماں کے ذریعہ نہیں۔
لیکن امام علیہ السلام نے ھارون الرشید کو وہ دندان شکن جوابات دئے جن کی وجہ سے اس کو منھ کی کھانی پڑی، ان میں سے بعض کا خلاصہ یہ ھے:
۱۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلماب تک زندہ ھوتے تو تیری بیٹی سے نکاح کرسکتے تھے لیکن میری بیٹی سے ھر گز یہ قصد نہ کرتے۔
۲۔خداوندعالم کا ارشاد ھے:
[84]
''پھر جب تمھارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) جناب عیسیٰ (ع) کے بارے میں حجت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرے تو کھو کہ (اچھا میدان میں) آؤ ھم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔۔۔"
اور اس بات کو تمام مسلمان جانتے ھیں کہ آپ نے مباھلہ میں بیٹوں کی جگہ امام حسن وامام حسین علیھما السلام کو لیا جو آپ کی بیٹی کی اولاد ھیں اور قرآن کریم نے ان دونوں کو ابناء (بیٹے) کھا۔
قرآن مجید نے جناب ابراھیم علیہ السلام کی زبانی نقل کیا:
[85]
"اور ان ھی (ابراھیم) کی اولاد سے داؤد ، سلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون (سب کی ھم نے ہدایت کی) اور نیکوکاروں کو ھم ایسا ھی صلہ فرماتے ھیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ(ع)۔۔۔)
اور جناب عیسیٰ (ع)بغیر باپ کے پیدا ھوئے لیکن قرآن کریم نے ان کو ماں کی طرف سے ذریت ابراھیم علیہ السلام میں شمار کیا اس کامطلب یہ ھے کہ انسان ماں کی طرف سے ذریت میں شامل ھوتا ھے جیسا کہ قرآن کریم اس بات کو صاف طور پر بیان کیا ھے۔
یہ تمام چیزیں سن کر ھارون الرشید شرمندہ ھوگیا لیکن اس کے دل میں بھرا بغض وحسد ظاھر ھونے لگا جس کی بنا پر امام علیہ السلام پر مصائب پڑنے لگے اور آپ کو قید خانہ میں بھیج دیا گیا اور اس پر بھی ھارون کو سکون نہ ملا بلکہ امام کو ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ میں بھیج دیتا تھا لہٰذا امام علیہ السلام کو تعلیم وتربیت کا موقع کم ملا ھے۔
لیکن پھر بھی آپ نے اپنی آزاد زندگی میں وہ عظیم علمی آثار چھوڑے ھیں جو اسلام کے عظیم منابع میں شمار ھوتے ھیں۔
آپ(ع) کی شھادت شب ۲۵ رجب ۱۸۳ھ [86]کو ھوئی اور آپ کو قریش کے قبرستان میں دفن کیا گیا جس کو آج کل کاظمیہ (کاظمین) کھا جاتا ھے جو امام علیہ السلام سے منسوب ھے)

آٹھویں امام : حضرت علی رضا علیہ السلام
آپ (ع)کا مشھور لقب "رضا" ھے۔
آ پ (ع)کی ولادت باسعادت ۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں ھوئی۔
آپ (ع)کے زمانہ مینسب سے پھلاعباسی خلیفہ بنا او رآپ اپنے پدربزرگوار پر پڑنے والی تمام مشکلات میں شریک تھے، جس وقت مامون کو خلافت ملی تو اسلامی علاقوں میں بہت سی اھم مشکلات پیدا ھوگئیں جن میں سے بعض یہ ھیں:
امین ومامون کے درمیان ھوئی جنگ کے نتیجہ میں حکومت کی ساکھ کمزور پڑگئی اور چونکہ مامون نے ایران کو دار السلطنت بنالیا تھا لہٰذا عباسی افراد اور ان کے طرفدار برائی کیا کرتے تھے اور اسی طرح علویوں کی طرف سے مکہ مکرمہ، یمن، کوفہ، بصرہ اور خراسان سے قیام ھوئے۔
چنانچہ ان تمام مشکلات کو حل کرنے کے لئے ھمیشہ مامون پریشان رہتا تھاچنانچہ اس کو کوئی چارہ کار دکھائی نہ دیا مگر یہ کہ امام علیہ السلام کو "مرو" (خراسان کا ایک علاقہ) میں بلالیا اور جب آپ سے ملاقات ھوئی تو خلافت آپ کے سپرد کرنے کی پیش کش کی، (لیکن امام علیہ السلام نے قبول نھیں کی) اس کے بعد مامون نے ولی عہدی کے لئے بہت اصرار کیا (چنانچہ امام علیہ السلام نے مجبوراً ومصلحتاً قبول کرلیا)
مامون اس کام کے ذریعہ موجودہ حالات سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا خصوصاً عالم اسلام کے بعض مناطق میں حکومت کی مخالفت میں قیام ھوچکے تھےلہٰذا اس حکومت میں امام رضا علیہ السلام کی شرکت (اگرچہ برائے نام ھی کیوں نہ ھو) بھڑکے ھوئے آگ کے شعلوں کو خاموش کرنے میں مددگار ثابت ھوئی، کیونکہ ان مناطق میں حب آل علی پائی جاتی تھی اور چونکہ امام علیہ السلام اولاد علی میں سے تھے لہٰذا ان کا قیام ختم ھوگیا۔
امام علیہ السلام جانتے تھے کہ مامون کا اصرار صرف ایک چال ھے کیونکہ یھی مامون مستقبل میں میرے خلاف ایک زبردست مھم چلائے گا یا بعض علویوں کے ضمیروں کو خرید کر اس تحریک کا علمدار بنادے گا۔
لیکن امام علیہ السلام اس علم کے باوجود یہ احساس کررھے تھے کہ اگر اس پیش کش (ولی عہدی) کو قبول نہ کیا تو باعث عسر وحرج ھوگا کیونکہ اگر آپ قبول نہ کرتے تو اس کے معنی یہ تھے کہ آپ اصلاً مستحق خلافت نھیں ھیں یا خلافت کی مھار سنبھالنے کی لیاقت نھیں رکھتے۔
اسی وجہ سے امام علیہ السلام نے ولی عہدی کو قبول کرلیا تاکہ مامون کا امتحان لیا جاسکے اور اس کو آزماسکیں۔
چنانچہ امام علیہ السلام رسمی طور رپر ولی عہد ھوگئے۔
اس کے بعد بہت سے واقعات رونما ھوئے اور امام علیہ السلام کی وفات ایسے حالات میں ھوئی جن کو دیکھ کر انسان شک میں پڑجاتا ھے (اور وہ یہ کہ آپ کی شھادت مامون کے ذریعہ ھوئی ھے) لیکن ان تمام تفصیلات کو یھاں ذکر نھیں کیا جاسکتا۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امام علیہ السلام کے علمی آثار وہ عظیم مجموعہ ھے جن کا اسلامی منابع میں شمار ھوتا ھے ان میں سے ایک رسالہ جس کو مامون کے لئے لکھا تھا جس کا نام ''الذھبیہ'' تھا جو طبی مسائل میں تھا اور ''طب الرضا'' کے نام سے مشھور ھوا، اس رسالہ کی شرح ڈاکٹر زینی صاحب نے کی ھے، اور اس رسالہ کے مطالب او رعلم طب کے درمیان مقایسہ کیا ھے،چند سال قبل یہ رسالہ بغداد سے شایع ھوچکا ھے۔
آپ کی شھادت صفر ۳۰۳ھ [87]کو طوس میں ھوئی اور طوس (خراسان) میں دفن ھوئے ھیں، آج آپ کے مدفن کو ''مشہد'' کھا جاتا ھے۔

نویں امام : حضرت محمدتقی علیہ السلام
آپ کے دو مشھور لقب تھے ''جواد '' اور ''تقی'' ،آپ کی ولادت باسعادت رمضان المبارک ۱۹۵ھ کو مدینہ منورہ میں ھوئی، آپ نے خلیفہ مامون کے زمانہ میں اپنی زندگی کا آغاز کیا وہ مامون جو اھل بیت (ع) اور ان کی ولایت کا جھوٹا مظاھرہ کررھا تھا۔
اور جس وقت امام رضا علیہ السلام کی وفات واقع ھوئی تو لوگوں کی زبان پر امام علیہ السلام کے قتل کا الزام مامون پر لگایا جارھا تھا چنانچہ مامون نے اس افواہ کو جھوٹا ثابت کرنے اور عملی طور پر دلیل قائم کرنے کی کوشش کی اور اس نے امام تقی علیہ السلام سے محبت کا اظھار کیا او راپنی بیٹی امّ الفضل سے آپ کی شادی کرنے کا ارادہ کیا تاکہ دونوں خاندانونمیں جدید رشتہ داری کی بنا پر محبت پیدا ھوجائے، لیکن اس کام کے لئے دوسرے عباسیوں نے اپنی ناراضگی ظاھر کی اور اصرار کیا کہ اس شادی سے صرف نظر کرے او ریہ مطالبہ کیا کہ علویوں کے ساتھ گذشتہ خلفاء کا رویہ اختیار کرے یعنی ان کے ساتھ جنگ ودشمنی کی جائے،لیکن مامون نے ان کی یہ بات نہ سنی او ران کو جنگ ودشمنی سے روکا کیونکہ اسے آل علی (ع) سے قطع تعلق کی کوئی خاص وجہ نہیں دکھائی دی اور ان کے سامنے وضاحت کی کہ اپنی بیٹی کی شادی کسی عاطفہ او رمحبت کی بنا پر نہیں کررھا ھوں بلکہ امام علیہ السلام کی شخصیت وفضیلت تمام علماء اور ماھرین پر واضح ھے درحالیکہ ان کاسن بھی کم ھے۔
لیکن جب ان لوگوں نے مامون کو اپنے فیصلہ پر مصمم پایا تو کھا کہ امام علیہ السلام کو مزید علم وفقہ میں مھارت حاصل کرنے دو اس وقت مامون نے کہا: ''یہ اھل بیت (ع) کی ایک فرد ھیں ان کا علم خدا کی طرف سے ھوتا ھے اور اگر تم نھیں مانتے تو ان کا امتحان کرلو تاکہ تم پر بھی حقیقت واضح ھوجائے۔''
چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ امام علیہ السلام کا امتحان لیا جائے اور ان میں سے بعض لوگ امتحان کے لئے تیار ھوگئے، اور قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کو آمادہ کیا کہ وہ امام علیہ السلام سے سوال کرکے شکست دیدے۔، چنانچہ امتحان کی تاریخ پھونچ گئی اور امام ویحییٰ بن اکثم کے درمیان مناظرہ ھوا جس کے نتیجہ میں یحییٰ بن اکثم کو منھ کی کھانی پڑی او رامام علیہ السلام کی شخصیت فقہ اسلامی کے میدان میں روز روشن کی طرح عیاں ھوگئی،اس مناظرہ میں امام علیہ السلام کی قابلیت کو دیکھ کر مامون نے اپنی لڑکی سے شادی کردی اور امام ومامون کے درمیان تعلقات بہتر ھوگئے۔(ظاھراً)
لیکن جب مامون کے بعد معتصم کو خلافت ملی تو اس نے امام علیہ السلام کو بغداد بلالیا اور آپ کو ایک مخصوص گھر میں رکھا گیا لیکن آپ کی وفات ان مبھم حالات میں ھوئی جن کی بنا پر معتصم پر الزام لگایا جانے لگا کہ اس نے ام الفضل کے ذریعہ امام علیہ السلام کو زھر پلایا۔
اور چونکہ امام علیہ السلام معتصم کے زیر نظر تھے لہٰذا بغداد کے ان حالات میں بھی امام علیہ السلام نے وہ علمی آثار چھوڑے جن سے مشھور اسلامی کتابیں منور ھیں۔
آپ کی شھادت ذی الحجہ ۲۲۰ھ [88] میں ھوئی او رآ پ کو آپ کے دادا کے پاس ''کاظمیہ'' (کاظمین) میں دفن کیا گیا۔

دسویں امام : حضرت علی نقی علیہ السلام
آپ ''نقی'' او ر''ھادی'' کے لقب سے مشھور تھے۔
آپ کی ولادت باسعادت ۱۵/ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو مدینہ منورہ میں ھوئی۔
آپ کی کچھ زندگی معتصم کے زمانہ میں گذری اور یھی وہ زمانہ تھا جس میں ''سرمن رائے'' تشکیل پائی کیونکہ اس زمانہ میں ترکوں او رممالک نے حکومت اسلامی کے لئے بہت سی مشکلیں ایجاد کردی تھیں لہٰذا معتصم ان مشکلونکا مقابلہ کرنے کی تیاریوں میں مشغول تھا۔
اس کے بعد واثق کا زمانہ آیا یہ وہ زمانہ تھا جس میں امام علیہ السلام او رخلیفہ کے درمیان اچھے تعلقات رھے ھیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کے بعد متوکل کا زمانہ آیا لیکن یہ وہ زمانہ تھا جس میں اھل بیت (ع) سے علی الاعلان دشمنی او رمقابلہ کیا جانے لگا اور لوگوں کو ان سے منحرف کیاجانے لگا۔
اور جب مدینہ میں متوکل کے والی کو امام علیہ السلام کی شان وشوکت کو دیکھ کر اپنی حکومت کے ڈگمگانے کا خوف لاحق ھوا تو اس نے متوکل کو خط لکھ کر آگاہ کیا کہ امام علیہ السلام تیری حکومت کے خلاف انقلاب لانا چاہتے ھیں۔
جب ان تقاریر کا سلسلہ بڑھنے لگا تو متوکل نے امام علیہ السلام کو خط لکھ کر سرمن رائے بلایا تاکہ آپ او رآپ کے اھل بیت وھاں پر رھیں تاکہ لوگوں کا رجحان آپ کی طرف سے ہٹ جائے اور والی مدینہ کو لکھا کہ امام علیہ السلام کے ساتھ کچھ محافظین بھیجے تاکہ امام علیہ السلام کے احترام واکرام کا مزید مظاھرہ ھوسکے۔
چنانچہ امام علیہ السلام نے ان حالات کو دیکھ کر سفر کا ارادہ کرلیا اور سرمن رائے جانے کے لئے رختِ سفر باندھ لیا اور جب امام علیہ السلام متوکل کے تیار کردہ مکان میں پھونچے، چند روز رہنے کے بعد آپ نے اس کا مکان چھوڑ دیا اور اپنے مال سے ایک مکان خریدا تاکہ خلیفہ کے مہمان بن کر نہ رھیں ، یھی وہ مکان تھا جس میں آپ کو دفن بھی کیا گیا، جو آج بھی لاکھوں افراد کی زیات گاہ ھے۔
امام علیہ السلام نے مجبوراً سرمن رائے مینقیام فرمایا، یہاں تک کہ آپ کی شہادت واقع ھوئی کیونکہ ھمیشہ آپ کے خلاف سازش ھوتی رھی او رآپ کو ھر طرح کی اذیت دی جانے لگی،اس جرم میں کہ یہ ھماری حکومت کے خلاف انقلاب لانا چاہتے تھے او رھماری حکومت کے خلاف بغاوت کرنا چاہتے تھے۔
ان تمام حالات کے بعد بھی خلیفہ کو جب بھی کوئی شرعی مشکل پیش آتی تھی تو وہ امام علیہ السلام کے پاس آکر پنا ہ لیتا تھا کیونکہ خلیفہ میں مسائل شرعی سمجھنے کی صلاحیت نہ تھی او رنہ ھی وہ شرعی سوالات کا جواب دے سکتا تھا۔
امام علیہ السلام کے علمی آثار نفیس وقیمتی ھیں جن میں ”جبر وتفویض“ کے موضوع پر بہترین رسالہ ھے جس میں مسئلہ کے ھر پھلو پر روشنی ڈالی گئی اور اس میں موجود ہ پیچیدگیوں کا مکمل حل بیان کیا گیا ھے خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ میں مکمل وضاحت کی گئی ھے او رآپ کے جد امجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول: ”لا جبر ولا تفویض ، بل امر بین الامرین“ [89]کی مکمل شرح کی گئی ھے۔
آپ کی شہادت رجب ۲۵۴ھ[90] کو سامرہ میں ھوئی اور آپ کو اپنے ھی گھر میں دفن کیا گیا جو ہزاروں مومنین کی زیارت گاہ بنا ھوا ھے۔

گیارھویں امام : حضرت حسن عسکری علیہ السلام
آپ ”عسکری “ کے نام سے مشھور تھے ، عسکری ”عسکر“ کی طرف منسوب ھے جوسرمن رائے کے ناموں میں سے ایک نام تھا۔
آپ کی ولادت باسعا دت ربیع الاول ۲۳۲ھ کو مدینہ منورہ میں ھوئی۔
آپ کی حیات طیبہ میں درج ذیل حکام کا زمانہ تھا:
۱۔ خلیفہ المعتز ؛ اس زمانہ میں خلیفہ اور امام کے درمیان کوئی دشمنی یا سازش نہیں تھی کیونکہ اس زمانہ میں تُرک لشکر نے خلیفہ کے لئے بہت سی مشکلیں ایجاد کر رکھی تھیں ،اس کی حکومت میں تباہ کاری وخرابکاری کر رکھی تھی اورخلیفہ ان مشکلات سے دست وپنجہ نرم کر رھا تھا لیکن آخر کار خلیفہ کو خلافت سے معزول ھونا پڑا۔
۲۔ خلیفہ مہتدیٰ؛ اس کے امام علیہ السلام کے ساتھ اچھے روابط تھے اور اسی وجہ سے خلیفہ شراب، محفلِ رقص وسرور سے دور تھا اور نیکی وخیر کا مظاھر ہ کرتا تھا۔
۳۔ خلیفہ معتمد ؛ یہ خلیفہ اھل بیت (ع)کا سخت دشمن تھا اسی وجہ سے اس نے امام علیہ السلام کو ایک مدت تک قید خانہ میں رکھا لیکن مجبور ھوکر امام علیہ السلام کو آزاد کرنا پڑا کیونکہ اس وقت کے نصاریٰ نے خلیفہ سے کچھ علمی سوالات کر لئے تھے چنانچہ اس مشکل کو حل کرنے اور نصاریٰ کے کھوٹے پن کو ظاھر کرنے کے لئے امام علیہ السلام کی مدد لی جیسا کہ تاریخی کتابیں اشارہ کرتی ھیں۔
جس وقت امام علیہ السلام کی وفات کی خبر ملی تو وہ نگران تھا کیونکہ اس وقت ”محمد“ مہدی بن امام عسکری علیھما السلام کی بحث شروع ھوچکی تھی اور اس سلسلہ میں امام مہدی علیہ السلام کے چچاجعفر بن علی میں حسد وکینہ بھرا ھوا تھا او رآپ کے مال ومنال او رآپ کے مقام کی طرف چشم طمع لگائے ھوئے تھا، اور اپنے بھتیجے (امام مہدی (ع)) کو تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن یہ اور خلیفہ دونوں اپنے ارادوں میں ناکام ھوگئے اور امام مہدی دشمنوں کی نظروں سے مخفی رھے اور خداوندعالم نے ان کو حاسدوں کے حسد سے نجات دی۔
حالانکہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا زمانہ پُر آشوب تھا لیکن پھر بھی راویوننے بہت سی روایات نقل کی ھیں جو علم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ومعرفت میں اپنا مقام رکھتی ھیں۔
آپ کی شھادت ۸/ربیع الاول ۲۶۰ھ [91] کو سرمن رائے میں ھوئی اور آپ کو اپنے پدر بزرگوار کے جوار میں (آپ کے ھی مکان میں)دفن کیا گیا۔

بارھویں امام :حضرت محمد بن الحسن (مہدی منتظر (عج)
آپ کے ''مہدی'' اور ''القائم المنتظر'' دو مشھور ومعروف لقب ھیں ۔
آپ کی ولادت با سعادت ۱۵/شعبان المعظم ۲۵۵ھ کو فجر کے وقت سامراء میں ھوئی۔
جب حکومت وقت نے آ پ کے پدربزرگوار کی وفات کے وقت آپ کے بارے میں سنا تو آپ کو تلاش کیا گیا، لیکن آپ ان کی نظروں سے پوشیدہ رھے۔
آپ نے غیبت صغریٰ میں کچھ مخصوص افراد منتخب کئے جو شیعوں کے مسائل او رسوالات کو امام سے جاکر بیان کرتے او ران کے جواب لاتے تھے۔
اور جب اس غیبت میں بھی خطرہ در پیش آیا تو پھر ملاقات کا یہ سلسلہ بھی بند ھوگیا اور آپ مکمل طور پر پوشیدہ ھوگئے یھاں تک کہ آپ کے نائیبین بھی نہ مل سکے، (اور امام علیہ السلام آج تک مخفی ھیں)
انشاء اللہ ایک روز آئے گا جب خداوندعالم آپ کو ظھور کا حکم دے گا او ر آپ ظلم وجور سے بھری دینا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ آپ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے بہت سی احادیث میں اس طرف اشارہ فرمایا ھے؛مثلاً:
''ان علیا وصیي ومن ولدہ القائم المنتظر المہدی الذی یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً''
(بے شک علی میرے وصی ھیں اور ان ھی کی اولاد میں سے مہدی منتظر ھوں گے جو ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے)
ایضاً:
''ابشروا بالمہدی رجل من قریش من عترتی تخرج فی اختلاف من الناس وزلزال، فیملأ الارض عدلاً وقسطاً کما ملئت ظلماً وجوراً''[92]
(اے لوگو ! میں تم کو مہدی کے بارے میں بشارت دیتا ھوں جو قریش سے ھوں گے جب لوگوں میں اختلاف اور لغزشیں پائی جائیں اسی وقت ان کا ظھور ھوگا اور وہ ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے)
قارئین کرام ! چونکہ موضوع امام مہدی ایک اھم موضوع ھے لہٰذا اس سلسلہ میں ایک مستقل باب میں بحث کرتے ھیں اور اس باب میں تین مرحلوں میں بحث کریں گے:

۱۔ نظریہ ''مہدویت'' او راس کااسلام سے رابطہ۔
۲۔مسلمانوں کے درمیان متفقہ احادیث نبوی میں امام مہدی کی شناخت او رتعین۔
۳۔ امکانِ غیبت اور اس کے دلائل۔
لہٰذا اس سلسلہ میں تفصیلی معلومات کے لئے آئندہ باب میں رجوع فرمائیں۔
قارئین کرام ! بحث ''امامت'' عقل وروایات کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ فرمائی اور امامت کے سلسلہ میں ''احادیث'' صاف اور واضح طور پر ملاحظہ کیں۔
نیز ائمہ (ع)کی پاک وپاکیزہ زندگی، سیرت اور علمی عظیم آثار پر بھی توجہ فرمائی۔ کیا ان سب حقائق کو پڑھنے کے بعد بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ھے کہ شیعہ یھودیوں کے پیروکار ھیں اوردائرہ اسلام سے خارج ھیں؟! اسی طرح گذشتہ وضاحت کے بعد بھی کیا کوئی یہ کہنے میں حق بجانب ھوگا کہ شیعیت کا ظھور خلافت عثمان بن عفان کے زمانہ میں ھوا، اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے قیام کیا۔
کیا عبد اللہ بن سبا کو شیعیت کا مؤسس کھا جاسکتا ھے کہ اس نے اسلام کا لبادہ پہن کر اسلام کو نابود کرنے کی کوشش کی؟!
اور کیا تاریخ میں عبد اللہ بن سبا کا وجود ھے جس کی طرف شیعیت کی ایجاد کی نسبت دی جائے؟!
اب ھم اس سلسلہ میں مورخین کے نظریات قلمبند کرتے ھیں:
۱۔ ڈاکٹر برنارڈلویس نے عبد اللہ بن سبا کا وجود صرف خیالی بتایا ھے اور اس بات کی تاکید کی ھے کہ مختلف زمانے میں ابن سبا کی طرف نسبت دینا متاخرین علماء کی من گھڑت کھانی ھے۔[93]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۲۔ڈاکٹر طٰہٰ حسین صاحب نے ابن سبا کی طرف منسوب تمام واقعات کو نا قابل قبول مانا ھے اور مورخین کی روایات پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہا:
''شیعوں پر یہ سب تہمتیں ،شیعہ مخالفین اور شیعہ دشمنوں نے لگائی ھیں''۔[94]
۳۔ ڈاکٹر جواد علی صاحب نے عبد اللہ بن سبا کی تمام باتوں کو مشکوک قرار دیا ھے کیونکہ اس کی تمام روایتیں سیف بن عمر ھی سے ھیں اور اس کے علاوہ کسی نے بھی بیان نہیں کی جبکہ سیف بن عمر خود بھی اور اس کی روایات بھی غیر قابل قبول ھیں۔ [95]
۴۔ ڈاکٹر علی الوردی صاحب کا نظریہ ھے کہ اموی حکّام نے جلیل القدر صحابی جناب عمار بن یاسر کو عبد اللہ بن سبا کا لقب دیا ھے اور اس پر بہت سے قرائن وشواہد ھیں۔[96]
۵ استاد احمد عباسی صالح صاحب کی نظر میں عبد اللہ بن سبا کا وجود ایک افسانہ ھے، جیسا کہ موصوف اپنی گفتگو کے دوران فرماتے ھیں:
''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ھے کہ عبد اللہ بن سبا ایک خرافی تصور کا نام ھے اور لوگوں نے اس خرافی شخص کا وجوداس لئے تصور کیاکہ اس کی طرف جو کچھ بھی نسبت دینا چاھیں وہ دے سکیں، چنانچہ عبد اللہ بن سبا کے جو واقعات موجود ھیں وہ سب متاخرین کی من گھڑت کھانیاں ھیں کیونکہ قدیمی منابع اور کتابوں میں اس کے وجود پر کوئی دلیل نہیں ھے چہ جائیکہ اس کے نظریات کا کوئی وجود بھی ھو'' [97]
پس خلاصہ یہ ھوا کہ عبد اللہ بن سبا صرف ایک افسانہ ھے جس کا ذکر تاریخ میں نہیں ملتا تو پھر حقیقت میں شیعیت کی بنیاد رکھنے والا کون ھے؟ اور کس نے سب سے پہلے اس لفظ کو استعمال کیا؟
جواب :
سب سے پہلے اس لفظ کو حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے استعمال کیاجیسا کہ طبری اور حافظ ابن حجر نے اپنے مشھور حفاظ سے اس روایت کو نقل کیا ھے کہ ایک روز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی:
[98]
''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے ھیں یھی لوگ بہترین خلائق ھیں''
اور اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا:
''ھم انت وشیعتک''[99] (وہ آپ او رآپ کے شیعہ ھیں)
اب جبکہ یہ معلوم ھوگیا کہ سب سے پہلے اس کلمہ کا استعمال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے کیا اور شیعہ سے مراد حضرت علی علیہ السلام کے پیروکاروں کو لیا تو پھر خود غرض او ر شک کرنے والوں کے بے جا اعتراضات کا خاتمہ ھوجاتا ھے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ہَدَانَا لِہٰذَا وَمَاکُنَّا لِنَہْتَدِیَ لَو لَا اَنْ ہَدَانَا اللّٰہُ۔
والسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین ۔

مہدی منتظرکی معرفت عقل وفطرت کی روشنی میں
(مہدی ومہدویت)

< وَإِنَّہُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ >[100]
ابن حجر ھیتمی شافعی اس آیت کے ذیل مینکہتے ھیں:
''مقاتل بن سلیمان اور ان کے تابع مفسرین نے کہا کہ یہ مذکورہ آیت (حضرت امام) مہدی (علیہ السلام) کے بارے میں نازل ھوئی ھے۔''
< لِیُظْھِرہُ عَلَی الدِّینِ کُلِّہِ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُونَ >[101]
حافظ گنجی شافعی اس آیت کے بارے میں کہتے ھیں:
''سعید بن جبیر کہتے ھیں کہ (دین اسلام کو تمام ادیان پر ظاھر کرنے والے) (حضرت) امام مہدی اولاد فاطمہ (سلام اللہ علیھا) سے ھیں۔''

مقدمہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
الحمد لله علی ما أنعم وألهم ،صلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔
قارئین کرام ! حضرت امام ”مہدی منتظر“ کے سلسلہ میں بہت سے شک وشبہات کے سیاہ بادل منڈلاتے ہوئے نظر آتے ھیں،اور مسلمانوں کے درمیان میں بہت سی ردّ وبدل ہوتی رھی ھے ،یھاں تک کہ بعض کتابوں اور بعض مولفین نے ”امام مہدی“ پر ایمان کو خرافات اور افسانہ پر ایمان رکھنابتایا ھے۔
جبکہ ان بحث کرنے والوں پر لازم تھا کہ اپنی بحث کو صرف اسی حقیقت کوواضح کرنے کے لئے مخصوص کرتے،تاکہ جو شبہات اس سے متعلق پائے جاتے تھے ان کو دور کرتے، اور ناقص افتراء پردازی کا خاتمہ کرکے خالص حقیقت سے پردہ برداری کرتے، تاکہ تمام لوگوں کے سامنے حقیقت واضح اور روشن ہوجائے۔
چنانچہ بعض حضرات ایسے بھی ہونگے جو یہ خیال کریں کہ یہ موضوع او راس طرح کے دوسرے موضوعات نے مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کردیا ھے اور ان کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکادی ھے، لہٰذا ان جیسے موضوعات پر بحث ھی نہ کی جائے تو زیادہ مفید ھے، لیکن ھمارے لحاظ سے یہ تصور حقیقت سے بہت دور ھے کیونکہ کسی بھی زمانہ میں کسی بات پر خاموش رہنا اس طرح کی مشکلات کا علاج نہیں رھا ھے، لہٰذا اس طرح کا خیال خام سوء ظن او رپستی کی علامت کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔
لہٰذا اس سلسلہ میں صاف اور وضاحت کے ساتھ گفتگو کرنا ھی مفید اور بہتر ھے، تاکہ نامعلوم حقائق سے پردہ برداری کی جاسکے ، جھوٹ او رہے ھودہ باتوں کا پول کھل جائے اور شک وتردید کا سد باب ھوسکے۔
اسی وجہ سے ھم اسی اھم مقصد وہدف کے بارے میں چند صفحات گفتگو کرنا چاہتے ھیں اور ھم آپ تک خالصانہ واضح طورپرحقائق کو ھوبھو پھونچانا چاہتے ھیں۔
ھم اس حصہ میں بھی (اپنی تحقیق اور جستجو)کو محترم قارئین کی خدمت پر پیش کرتے ھوئے امیدوار ھیں کہ اس بحث کے مطالعہ کے بعد انصاف سے کام لیں اور خود غرضی کا شکار نہ ھوں۔
ھماری دلی آرزو یہ ھے کہ ھمارے قارئین کرام اس بحث کے مطالعہ میں وہ چیزیں پائے گے جن پر گذشتہ صدیوں سے غبار چڑھا ھوا تھا اور”مہدی ومہدویت“ کے سلسلہ میں شیعہ حضرات کے عقیدہ سے بھی آگاہ ھوجائیں گے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ہَدَانَا لِہٰذَا وَمَاکُنَّا لِنَہْتَدِیَ لَو لَا اَنْ ہَدَانَا اللّٰہُ۔

پھلا مرحلہ :

نظریہ مہدویت

گذشتہ فصل ”امامت“ کا خلاصہ یہ ھے کہ امامت نام ھے رسالت کے مکمل کرنے والے جز کا، جیسا کہ نصوص اور عقل انسانی بھی دلالت کرتی ھےں، اور جو دلیل نبوت کے لئے قائم کی جاتی ھے اسی دلیل کے تحت امامت کی بھی ضرورت کو ثابت کیا جاسکتا ھے، کیونکہ بغیر امامت کے نبوت کا وجود مکمل نہیں ھوتاھے اور اگر نبوت کو ناقص تصور کرلیں تو یہ بات حقیقت اسلام سے منافی ھے کیونکہ اسلام تو یہ کہتا ھے کہ قیامت تک نبوت ورسالت کا ھوناضروری ھے۔
لہٰذا نبوت زندگی کا آغاز ھے او رامامت اس زندگی کا دوام او رباقی رہنا ھے، اور اگر ھم نبوت کوامامت کے بغیر تصور کریں تو پھر ھمیں یہ کہنے کا حق ھے کہ رسالت ایک محدود سلسلہ ھے جو رسول کے بعد اپنی حیات کو باقی نہیں رکھ سکتایعنی اپنے اغراض ومقاصد میں اپنی وصی کے بغیر پایہ تکمیل تک نہیں پھونچاسکتی۔
جبکہ حقیقت تو یہ ھے کہ اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وصیت روایات کے ذریعہ بھی ثابت نہ ھو تو ھماری عقل اس بات کا فیصلہ کرتی ھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو اس طرح کی وصیت کرنی چاہئے، کیونکہ ھمارے سامنے جب کوئی شخص اس دنیا سے جاتا ھے تو اپنے تھوڑے سے مال کے لئے بھی وصیت کرتا ھے اور کسی ایک شخص کو اپنا وصی بناتا ھے تاکہ اس کی اولاد اور مال ودولت پر نظر رکھے، تو کیا وہ رسول جوسردار انبیاء ھو اور اتنی عظیم میراث (نوع بشریت کے لئے اسلام) چھوڑے جارھا ھے، اس میراث پر کسی کو وصی نہ بناکرجائے گا؟!!
لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے وقت ِوفات کے حالات کے پیش نظر یہ بات ثابت ھوجاتی ھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے وصی بنایا اور آپ نے اپنی امت کو شک وشبہات کی وادی میں بے یارو مددگار نہیں چھوڑا۔
اسی طرح یہ بات بھی مزید روشن ھوجاتی ھے کہ شیعہ امامیہ نے انتخاب کے مسئلہ میں مخالفت احساسات کی بنا پر نہیں کی، یا کسی سیاسی پہلو کو مد نظر رکھا ھو، بلکہ انھوں نے تو روایات اور دیگر نصوص میں وہ چیزیں پائی ھیں جن میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

صحیح زندگی کی ضمانت ھے چنانچہ ھم لوگ تو اس مسئلہ میں اس تائید کا دفاع کرتے ھیں اور وہ بھی اسلام واخلاص کی حقیقت کے پیش نظرتاکہ کسی مقصد تک پھونچ جائیں۔
حضرت علی علیہ السلام سب سے پھلے امام ھیں اور ان تمام ائمہ (ع)کے بارے میں متواتر احادیث نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلموجود ھیں جن میں کبھی تو وضاحت کے ساتھ او رکبھی اشاروں میں ائمہ (ع)کی امامت کے بارے میں بیان کیا گیا ھے، (جیسا کہ ھم پھلے بیان کرچکے ھیں) اور یہ تمام روایات اپنے انداز بیان کے اختلاف کے ساتھ ایک ھی چیز کی طرف اشارہ کرتی ھیں اور وہ یہ کہ یہ حضرات رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے بعد امام اور خلیفہ ھیں۔
دوسرے امام : حضرت حسن بن علی (علیہ السلام)
تیسرے امام : حضرت حسین بن علی(علیہ السلام)
چوتھے امام : حضرت علی بن الحسین ، (امام سجاد علیہ السلام)
پانچویں امام : حضرت محمد بن علی (امام باقر علیہ السلام)
چھٹے امام : حضرت جعفر بن محمد الصادق (علیہ السلام)
ساتویں امام: حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظم (علیہ السلام)
آٹھویں امام : حضرت علی بن موسیٰ الرضا (علیہ السلام)
نویں امام: حضرت محمد بن علی ،تقی (علیہ السلام)
دسویں امام : حضرت علی بن محمد نقی (علیہ السلام)
گیارھویں امام: حضرت حسن بن علی عسکری (علیہ السلام)
بارھویں امام : حضرت محمد بن حسن المہدی (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)[102]
اوربارھویں امام لوگوں کی نظروں سے غائب ھیں اور جب حکم خدا ھوگا تو آپ ظھور فرمائیں گے" اور ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔"[103]
لیکن امام مہدی کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے عجیب وغریب اور بے جا اعتراضات کئے ھیں اور آپ کی" غیبت"کے بارے میں بہت زیادہ بے ھودہ گفتگو کی ھے جس کی بنا پر سیاہ بادلوں نے حقیقت پر پردہ ڈال دیا اور انسان صحیح طریقہ پر حقیقت کی پہچان نہ کرسکا، جبکہ بعض مخلص مؤلفین نے اس سلسلہ میں غور وخوض سے کام نھیں لیا اس خوف سے کہ یہ سلسلہ بہت مشکل ھے ، جبکہ مخالفین اور منکرین اس سلسلہ میں بہت زیادہ مذاق اڑانے کی غرض سے خوش ھوتے ھیں کہ ھم نے اس موضوع کو نابود کردیا اور جس کو یہ لوگ بہت بڑا اسلحہ سمجھتے ھیں، کیونکہ ان کا خیال خام یہ ھے کہ ھماری یہ باتیں
نہایت استدلال اور منطق پر استوار ھیں جن کی کوئی ردّ نھیں کرسکتا۔
اسی طرح بعض لوگوں نے "مہدی ومہدویت" کے بارے میں علمی استدلالات سے بحث نھیں کی ھے اور نہ ھی خاص موضوع کو واضح کیا ھے چنانچہ ایسے خیالات کے قائل ھوگئے ھیں کہ عقل ومنطق سے دور ھیں۔
قارئین کرام ! اس کتاب میں ھماری روش اسی موضوع کے تحت ھوگی تاکہ ھم بھی ان اشکالات سے دور رھیں جن میں دوسرے لوگ گرفتار ھوئے ھیں۔
لہٰذا ھم اس کتاب میں اپنے طریقہ کی بنا پر احادیث کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے :
۱۔ وہ احادیث جن میں نظریہ "مہدویت" کو بیان کیا گیا ھے اور وہ کس طرح اسلام سے ارتباط رکھتی ھیں۔
۲۔ وہ احادیث نبوی جن میں امام" مہدی "کو معین کیاگیا ۔
۳۔ وہ احادیث جن میں امکان "غیبت" پر بحث کی گئی ھے اور غیبت پر دلالت کرتی ھیں۔
چنانچہ ان تمام احادیث کی وضاحت کرنے کے کے بعد حقیقت واضح ھوجائے گی، اور اس کووہ تمام ھی لوگ جو اپنی ھویٰ وھوس اور خود غرضی کے خواھاں نہ ھوں؛آسانی سے سمجھ سکتے ھیں۔
اگر ھم تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالیں(خصوصاً اگر تاریخ ادیان کو ملاحظہ کریں)تو ھمیں معلوم ھوجائے گا کہ "مہدویت " کا عقیدہ صرف اور صرف شیعہ حضرات سے ھی مخصوص نھیں ھے اور نہ ھی ان کی ایجاد ھے (جیسا کہ بعض مولفین نے کھا ھے کہ مہدویت کا عقیدہ صرف شیعوں کی ایجاد ھے) بلکہ ھم تو یہ بھی کہہ سکتے ھیں کہ یہ عقیدہ مسلمانوں سے بھی مخصوص نھیں ھے بلکہ دوسرے آسمانی ادیان بھی اس عقیدہ میں شریک ھیں۔
کیونکہ یھود ونصاریٰ بھی ایک ایسے مصلح منتظر کا عقیدہ رکھتے ھیں جو آخرالزمان میں آئے گا جس کا نام "ایلیا" ھوگا (یہ تھا یھودیوں کا نظریہ) جبکہ عیسائیوں کے نزدیک وہ مصلح منتظر حضرت عیسیٰ بن مریم ھونگے۔
اسی طرح دیگر مسلمان بھی اپنے مذھبی اختلاف کے باوجود اسی چیز کا اقرار کرتے ھیں جبکہ شیعہ امامی اور کیسانیہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور اسماعیلیہ ''امام مہدی'' کا عقیدہ رکھتے ھیں اور اس کو ضروریات مذھب سے شمار کرتے ھیں، اسی طرح اھل سنت حضرات اپنے ائمہ اور علماء حدیث کے بارے میں عقیدہ رکھتے ھیں،جن میں سے بعض لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ بھی کیا ھے جیسا کہ مغرب ، لیبی اور سوڈان میں اس طرح کے واقعات رونما ھوئے ھیں کہ اھل سنت کے بعض بڑے بڑے علماء نے اپنے کو ''مہدی مصلح'' کھلوایا۔
نیز اسی طرح کا عقیدہ تینوں آسمانی ادیان میں ملتا ھے۔
اسی طرح یہ عقیدہ شیعہ حضرات میں، دوسرے مسلمان بھائیوں کی طرح پایا جاتا ھے اور امام مہدی کے بارے میں ان کا وھی عقیدہ ھے جس کو ڈاکٹر احمد امین صاحب نے اھل سنت کے نظریہ کو بیان کیا ھے کہ:
''اس وقت تک قیامت نھیں آئے گی جب تک آخرالزمان میں اھل بیت (ع) سے ایک شخص ظاھر نہ ھوجائے جو دین کی نصرت کرے گا اور عدل وانصاف کو عام کردے گا ،تمام مسلمان اس کی اتباع وپیروی کریں گے اور تمام اسلامی ممالک پر حکومت کرے گا جس کا نام ''مہدی'' ھوگا۔[104]
شیعہ حضرات بھی وھی کہتے ھیں جو شیخ عبد العزیز بن باز رئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کہتے ھیں، چنانچہ موصوف فرماتے ھیں:
''(حضرت) مہدی کا مسئلہ معلوم ھے کیونکہ ان کے سلسلہ میں احادیث مستفیض بلکہ متواتر ھیں جو ایک دوسرے کی کمک کرتی ھوئی اس بات پر دلالت کرتی ھیں کہ واقعاً مہدی موعود ھیں اور ان کا ظھورحق ھے''۔ [105]
قارئین کرام ! یھانتک یہ بات واضح ھوگئی کہ ''نظریہ مہدویت''ایک صحیح نظریہ ھے جیساکہ معاصر کاتب مصری عبد الحسیب طٰہ حمیدہ کہتے ھیں[106]
لیکن واقعاً تعجب خیز ھے کہ جناب عبد الحسیب صاحب اس بات کی طرف متوجہ نھیں ھوئے کہ خود پھلے نظریہ مہدویت کوصحیح مان چکے ھیں کیونکہ ان کا بعد کا نظریہ پھلے نظریہ کے مخالف ھے جبکہ اس سے پھلے انھوں نے یہ بھی کہہ ڈالا تھا کہ ''مہدویت کا نظریہ ایک ایسا نظریہ ھے جو یھودیوں سے لیا گیا ھے اور جس کا اسلام سے کوئی سروکار نھیں ھے''[107]
کیونکہ موصوف اپنی اس عبارت سے صرف اور صرف شیعوں پر تھمت لگانا چاہتے ھیں کہ شیعوں کے عقائد یھودیوں سے لئے گئے ھیں،لیکن موصوف نے اپنے اس اعتراض سے تمام مسلمانوں پر تھمت لگائی ھے (جبکہ اس بات کی طرف متوجہ بھی نھیں ھیں) کیونکہ ان کی ان دونوں بات میں واضح طور پر ٹکراؤ ھے کیونکہ پھلے انھوں نے نظریہ مہدویت کو صحیح تسلیم کیا لیکن بعد میں اس کو یھودیوں کے عقائد میں سے کہہ ڈالا، چنانچہ آپ حضرات نے بھی اندازہ لگایا لیا ھوگا کہ موصوف کا اتنی جلدی نظریات کا تبدیل کرنا ان کی بد نیتی اور تعصب پر دلالت کرتا ھے کیونکہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات پر یہ بات واضح ھے کہ عبد اللہ ابن سبا نامی شخص کا تاریخی وجود ھی نھیں بلکہ یہ صرف خیالی اور جعلی نام ھے اور صرف اس کے نام سے مختلف عقائد منسوب کردئے گئے ھےں جو سب کے نزدیک معلوم ھیں کہ یہ سب کچھ جعلی اور صرف افسانہ ھے، اور شاید یہ سب اس وجہ سے ھو کہ صدر اسلام میں عبد اللہ بن سبا کا نام بہت زیادہ زبان زدہ خاص وعام تھا اور اس سے مراد رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے جلیل القدر صحابی جناب عمّار یاسر ھوتے تھے جیسا کہ بعض مولفین نے اس چیز کی طرف اشارہ بھی کیا ھے۔[108]
خلاصہ بحث یہ ھوا کہ ''نظریہ مہدویت'' شیعوں کی ایجاد کردہ نھیں ھے اور نہ ھی اس سلسلہ میں یھود وغیریھود کی اتباع کرتے ھیں بلکہ اس سلسلہ میں تینوں آسمانی ادیان (یھودی ،عیسائی اور اسلام) نے بشارت دی ھے ، اور اسلام نے اس سلسلہ میں عملی طور پر مزید تاکید کی ھے ، چنانچہ تمام مسلمانوں نے اس مسئلہ کو قبول کیا ھے اور اس بارے میں احادیثیں نقل کی ھیناور ان پر یقین کامل رکھتے ھیں۔
لہٰذا ان تمام باتو نکو ''شیعہ حضرات کی گمراھی اور بدعتیں'' کہنا ممکن نھیں ھے اور اس قول پر یقین کرنا ناممکن ھے ، بلکہ یہ ایک ایساصحیح عقیدہ ھے جو عقائد اسلام کی حقیقت اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے اخذ شدہ ھے جس کا انسان انکار ھی نھیں کرسکتا۔
چنانچہ اس حقیقت کا خلاصہ عراقی سنی عالم جناب شیخ صفاء الدین آل شیخ نے یوں کیا ھے:
''حضرت امام مہدی منتظر کے بارے میں احادیث اس قدر زیادہ ھیں کہ انسان کو اطمینان حاصل ھوجاتا ھے کہ'' وہ آخر الزمان میں ظاھر ھوں گے اور اسلام کو اس کی صحیح حالت پر پلٹادیں گے، اوردین و ایمان کی قوت اور رونق کو بھی پلٹادیں گے اسی طرح دین کی رونق کو بھی لوٹادیں گے''
چنانچہ اس طرح کی روایت بغیر کسی شک وشبہ کے متواتر ھیں بلکہ ان سے کم بھی ھوتیں تب بھی علم اصول کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اصطلاح کی بنا پر ان کومتواتر کہنا صحیح تھا ۔
قارئین کرام ! حضرت امام مہدی کے بارے میں صاف صاف روایات موجود ھےں اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ھے کیونکہ علماء اھل سنت نے اس سلسلہ میں بہت سی روایات نقل کی ھیں جیسا کہ برزنجی صاحب نے ''الاشاعة لاشتراط الساعة'' میں ، جناب آلوسی صاحب نے اپنی تفسیر میں، ترمذی صاحب ، ابو داؤد، ابن ماجہ ، حاکم، ابویعلی ، طبرانی عبد الرازق، ابن حنبل، مسلم، ابونعیم ، ابن عساکر، بیہقی ، تاریخ بغداد ، دار قطنی ، ردیانی ونعیم بن حمادنے اپنی کتاب ''الفتن'' میں اور اسی طرح ابن ابی شیبہ، ابونعیم الکوفی، البزار، دیلمی، عبد الجبار الخولانی نے اپنی تاریخ میں، جوینی، ابن حبان، ابوعمرو الدانی نے اپنی سنن مینو۔۔۔
خلاصہ مذکورہ حضرات وغیرہ نے لکھا ھے کہ (امام مہدی) کے ظھور پر ایمان رکھنا ضروری ھے کیونکہ ان کے ظھور پر اعتقاد رکھنا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی احادیث کی تصدیق کرنا ھے۔[109]
قارئین کرام ! اکثر علماء اسلام نے مہدویت کے بارے میں اقرار کیا ھے اور اس سلسلہ میں اخبار وراوایات کی تصحیح کی خاطر کتابیں تالیف کی ھیںتاکہ زمانہ پر حقیقت واضح ھوجائے اور اس حقیقت کو لوگوں کے سامنے پیش کریں جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے پیش کیا ھے ، لہٰذا ھم مثال کے طور پر چند مولفین کے نام پیش کرتے ھیں ، اگرچہ مولفین کی تعداد اس سے کھیں زیادہ ھے جس کو ھم بیان کرتے ھیں:
۱۔ عباد بن یعقوب الرواجنی متوفی ۲۵۰ھ نے کتاب ''اخبار المہدی'' میں۔
۲۔ ابو نعیم اصفھانی متوفی ۴۳۰ھ نے کتاب ''اربعین حدیثا فی امر المہدی''[110] و کتاب ''مناقب المہدی''[111]و کتاب ''نعت المہدی'' میں۔
۳۔محمد بن یوسف کنجی شافعی متوفی ۶۵۸نے کتاب ''البیان فی اخبار صاحب الزمان'' میں۔
۴۔ یوسف بن یحییٰ سلمی شافعی متوفی ۶۸۵ھ نے کتاب ''عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر'' میں ۔[112]
۵۔ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ نے کتاب ''المہدی'' میں۔
۶۔ ابن حجر ھیتمی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے کتاب ''القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر'' میں[113]
۷۔ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے کتاب ''العرف الوردی فی اخبار المہدی'' جو شایع شدہ بھی ھے اسی طرح دوسری کتاب ''علامات المہدی'' مینبھی۔
۸۔ ابن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ نے کتاب ''تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزمان'' میں[114]
۹۔ محمد بن طولون دمشقی متوفی ۹۵۳ھ نے کتاب ''المہدی الی ماورد فی المہدی'' میں۔[115]
۱۰۔علی بن حسام الدین متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے کتاب ''البرھان فی علامات مہدی آخر الزمان'' اورکتاب ''تلخیص البیان فی اخبار مہدی آخر الزمان'' میں۔[116]
۱۱۔ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے کتاب ''الرد علی من حکم وقضی ان المہدی جاء ومضی'' وکتاب''المشرب الوردی فی اخبار المہدی'' میں ۔[117]
۱۲۔ مرعی بن یوسف الکرمی حنبلی متوفی ۱۰۳۱ھ نے کتاب ''فرائد فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر'' میں[118]
۱۳۔ قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے کتاب ''التوضیح فی تواتر ما جاء فی المہدی المنتظر والدجال والمسیح'' میں۔ [119]
۱۴۔ رشید الراشد التاذفی حلبی (معاصر) نے کتاب ''تنویر الرجال فی ظھور المہدی والدجال'' میں جو شایع شدہ بھی ھے۔
قارئین کرام ! یہ تھے چند اھل سنت مولف جنھوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث نقل کی اور کتابیں لکھیں ھیں۔
اسی طرح شعراء کرام نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں اپنے اپنے اشعار میں مہدی او رمہدویت کی طرف اشارہ کیا ھے چنانچہ انھوں نے اپنے اشعار وقصائد میں حضرت مہدی کی معرفت، ان کے ظھوراور ان کے وجود کی ضرورت کو بیان کیا ھے جن کی تعداد بھی بہت زیادہ ھے ، لہٰذا ھم یھاں پر چند شعراء کے ا شعار بطور مثال پیش کرتے ھیں:
۱۔ کمیت بن زید اسدی متوفی ۱۲۶ھ کہتے ھیں:
متیٰ یقوم الحق فیکم متیٰ یقوم مہدیکم الثانی[120]
کب ھمارے درمیان حق آئے گا اور کب ھمارا مہدی قیام کرے گا۔
۲۔ اسماعیل بن محمد حمیری متوفی ۱۷۳ھ کہتے ھیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بأن ولیَّ الامر والقائم الذی تطلع نفسی نحوہ بتطرّبِ
لہ غیبة لابد من أن یغیبها فصلی علیہ اللّٰہ من متغیب
فیمکث حیناً ثم یظهر حینہ فیملأ عدلا کل شرق ومغرب[121]
ولی امر قائم منتظر کے لئے میرا دل خوشحالی سے انتظار کرتا ھے۔
ان کے لئے غیبت ضروری ھے پس اس غائب پر خدا کا درود وسلام ھو۔
وہ پردہ غیب سے ظاھر ھونگے تو مشرق ومغرب (پوری دینا)کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔
۳۔ دعبل خزاعی متوفی ۲۴۶ھ کہتے ھیں:
خروج امامٍ لا محالة خارج یقوم علی اسم اللّٰہ والبرکاتِ
یمیز فینا کل حق وباطل ویجزی علی النعماء والنقمات[122]
امام کا ظھور (ایک روز) حتمی اور ضروری ھے اور آپ خدا کے نام او راس کی برکتوں کے ساتھ ظھور کریں گے۔
اور آپ کے ظھور کے وقت حق وباطل الگ الگ ھوجائے گا اور نعمت ونقمت کے لحاظ سے جزا دیں گے۔
۴۔ مھیار دیلمی متوفی ۴۲۸ھ کہتے ھیں:
عسیٰ الدھر یشفي غداً من عداک قلبَ مغیظٍ بھم مکمدِ
عسیٰ سطوة الحق تعلو المحال عسیٰ یُغلب النقص بالسودد
بسمعي لقائمکم دعوة یلبي لها کل مستنجد [123]
ھم اس دن کے منتظر ھیں کہ جب آپ کے دشمن ھلاک ھونگے اور ھم خوشحال۔
عنقریب وہ دن آنے والا ھے جب حق باطل پر اور کمزور متکبروں پر غلبہ حاصل کریں گے۔
اور جب ھمارے کانوں میں حضرت قائم(ع) کی آواز آئے گی تو ھم سب ان کی آواز پر لبیک کھیں گے۔
۵۔ ابن منیر طرابلسی متوفی ۵۴۸ھ مخالف کا مسخرہ کرتے ھوئے کہتے ھیں:
والیتُ آل امیة ة الطھر المیامین الغرر
واکذّب الراوی وأطعن ن فی ظھور المنتظر[124]
میں آل امیہ کو دوست رکھتا ھوں جن کے صفات عالی ھیں!!
اور میں اس راوی کی تکذیب کرتا ھوں جو ظھور مہدی کے انتظارمیں کہتا ھے!!
۶۔ محمد بن طلحہ شافعی متوفی ۶۵۲ھ کہتے ھیں :

وقد قال رسول اللّٰہ قولا قد رویناہ
وقد ابداہ بالنسبة والوصف و سمّاہ

یکفی قولہ ''منّی'' لاشراق محیاہُ
ومن بضعتہ الزھراء مرساہ ومسراہ

فمن قالوا ھو المہدی ما مانوابما فاھوا[125]

بلا شبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے (امام مہدی کے بارے مینارشاد فرمایا جس کو ھم نے بیان کیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے آپ کی نسبت، اوصاف اور نام بھی بیان کیا ھے۔
آپ کی شان میں لفظ ''مِنِّی'' کہنا ھی آپ کی عظمت پر دلالت کرتا ھے۔ حضرت زھرا (ع)آپ کا ایک جزء ھیں جن سے آپ باھر جاتے وقت اور واپس آتے وقت (سب سے پہلے) ملاقات کیا کرتے تھے۔ جو افراد حضرت مہدی کے بارے میں کہتے ھیں وہ کوئی نئی چیز پیش نہیں کرتے (بلکہ یہ حقیقت تو پہلے سے معلوم شدہ ھے)
۷۔ ابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۶ھ کہتے ھیں:
ولقد علمتُ بانہ لا بد من مہدیکم ولیومہ أتوقعُ
یحمیہ من جند الالہ کتائب کالیم أقبل زاخراً یتدفعُ
فیھا لآل أبی الحدید صوارم مشھورة ورماحُ خط شرَّع[126]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مجھے امام مہدی پر یقین ھے اور ان کے ظھور کا انتظار ھے۔ لشکر خدا کے سپاھی امام زمانہ کی اس طرح حمایت کریں گے جس طرح دریا کی لھریں اٹھتی ھیں۔
اس وقت آل ابی الحدید تیر وتلوار کے ساتھ آپ کی حمایت میں جنگ کرے گی۔
۸۔ شمس الدین محمد بن طولون حنفی دمشقی متوفی ۹۵۳ھ ، موصوف ارجوزہ کے ضمن میں فرماتے ھیں جس کوبارہ اماموں کی شان میں کھا ھے: والعسکری الحسن المطھرُ محمد المہدی سوف یظھرُ[127]
امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد حضرت مہدی ظاھر ھوں گے۔
۹۔ عبد اللہ بن علوی الحداد تریمی شافعی متوفی ۱۱۳۲ھ فرماتے ھیں:
محمد المہدی خلیفة ربنا امام المہدی بالقسط قامت ممالکہ
کأني بہ بین المقام ورکنھا یبایعہ من کل حزب مبارکہ
حضرت امام مہدی ھمارے رب کے خلیفہ ھیں جن کی وجہ سے پوری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ اور جب آپ رکن ومقام کے درمیان کھڑے ھوں گے اس وقت ھر گروہ آپ کی بیعت کرتا ھوا نظر آئے گا۔
ایک دوسرے مقام پر فرماتے ھیں:
ومنّا امام حان حین خروجہ یقوم بأمر اللہ خیر قیام
فیملؤھا بالحق والعدل والہدی کما ملئت جوراً بظلم طغام [128]
ھمارے امام کے ظھور کا وقت نزدیک ھے جو خدا کے حکم سے بہترین قیام کرےں گے۔ چنانچہ آپ ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

دوسرا مرحلہ: مہدی کون ھیں؟
حضرت مہدی (ع) کی معرفت

قارئین کرام ! اسلام نے یھودیوں کے اس نظریہ کو باطل قرار دیا ھے کہ ”ایلیا“ ھی مصلح منتظر ھے، اسی طرح نصاریٰ کا جناب عیسیٰ (ع)کو مصلح منتظر ماننے کوبھی باطل قرار دیا ھے ، نیز اسی طرح کیسانیہ کا محمد بن حنفیہ کا ، نیز اسماعلیوں کا جناب اسماعیل بن جعفر کا مصلح منتظر ماننے کو باطل اور بے بنیاد قرار دیا ھے کیونکہ محمد بن حنفیہ او راسماعیل بن جعفرزندہ نھیں ھیں۔
لہٰذا اب فقط شیعہ اور سنی حضرات کے درمیان یہ اختلاف باقی ھے کہ مہدی کون ھےں؟
چنانچہ اھل سنت کا نظریہ یہ ھے کہ مہدی آخری زمانہ میں تلوار کے ساتھ ظاھر ھونگے کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی روایات بہت زیادہ ھیں جو تواتر کی حد تک پھونچی ھوئی ھیں جن میں مہدی منتظر کی بشارت دی گئی ھے اور فرمایا ھے کہ وہ میرے اھل بیت میں سے ھوں گے اور یہ کہ وہ سات سال حکومت کریں گے نیز وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے ، ان کے ساتھ جناب عیسیٰ (ع) بھی ھونگے او ر جناب عیسیٰ (ع) ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔[129]
لیکن شیعوں کا نظریہ یہ ھے کہ امام مہدی آخری زمانہ میں ظاھر ھونگے ان کا نسب علوی ھوگا ان کے ھاتھ میں تلوار ھوگی اور وہ ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور پوری دنیا میں اسلام کا بول وبالا ھوگا۔
دونوں حضرات کے نظریات کا خلاصہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ، دونوں حضرت مہدی کے ظھور کے قائل ھیں تو پھر ان دونوں میں اختلاف کیا ھے؟
تو عرض خدمت ھے کہ اختلاف صرف اتناھے کہ اھل سنت کا اعتقاد یہ ھے کہ وہ آخری زمانہ میں پیدا ھوں گے یعنی وہ اس وقت موجود نھیں ھےں او ریہ بھی نھیں معلوم کہ وہ کب پیدا ھوں گے ان کے باپ کون ھوں گے۔!!
اسی نظریہ کے تحت ”سنوسی“ نے لیبی میں او رعبد الرحمن نے سوڈان میں تلوار کے ذریعہ قیام کیا او رمہدویت کا دعویٰ کرڈالا ۔
لیکن شیعوں کا عقیدہ یہ ھے کہ حضرت مہدی : محمد بن الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (علیھم السلام) ھیں اور آپ اس دنیا میں موجود ھیں لیکن کوئی ان کو د یکھ نھیں پاتا۔
اور یھی دونوں فریق میں نقطہ اختلاف ھے۔
اور چونکہ مدعی کے پاس دلیل کا ھونا ضروری ھوتا ھے (جیسا کہ فقھی قانون بھی کہتا ھے) لہٰذا ھم یھاں پر کچھ ایسے دلائل پیش کرتے ھیں جن کے ذریعہ شیعہ حضرات اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرتے ھیں نیز منکرین کی طرف سے بیان شدہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دلائل کی بھی ردّ کریں گے تاکہ صاحبان علم وبصیرت پر حقیقت بالکل واضح اور روشن ہوجائے۔
اور چونکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امامت الٰہی منصب ہوتا ہے جس میں نص اور تعین کا ہونا ضروری ہوتا ہے لہٰذا منطق واحادیث کے مستحکم دلائل کی بنا پر شیعہ حضرات امامت حضرت مہدی پر ایمان رکھتے ہیں ۔
یہاں پر کوئی شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ وہ احادیث جن کے ذریعہ آپ امام مہدی کی امامت پر ایمان رکھتے ہیں کہاں ہیں اور ان کے راوی کون کون ہیں۔؟
توھم جواب میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک یادو حدیث نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی بہت سی احادیث ہیں جن کو اکثر صحابہ نے نقل کیا ہے اور بہت سے حفاظ نے روایت کیا ہے اور اس قدر روایت وتواتر کے پیش نظر کسی کو ان احادیث کی صحت پر شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔
اس سلسلہ میں مزید دقت اور موضوع کی اھمیت کے پیش نظر ھم ان احادیث کو سند ودلالت کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:
۱۔ وہ احادیث جن کی سند صحیح ہے اور ان کی دلالت بھی واضح ہے نیز ان میں کوئی شک وشبہ بھی نہیں ہے، ائمہ حدیث اور بڑے بڑے حفاظ نے ان احادیث کے حسن وصحت کا اقرار کیا ہے، اور بعض نے ان کی صحت کو بخاری اور مسلم میں ہونے کو شرط کیا ہے لہٰذا ان احادیث کے مطابق عمل کرنا او ران پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔
۲۔ وہ احادیث جو دلالت کے اعتبار سے صحیح ہیں لیکن ان کی سند ضعیف ہے، ان احادیث پر بھی عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ علم حدیث کے قواعد کے مطابق ان احادیث کا ضعف سند پہلی قسم کے ذریعہ جبران ہوجاتا ہے او راکثر مشہور علماء کرام نے ان پر عمل کیا ہے بلکہ ان کے مضمون پر اجماع ہے۔
۳۔ وہ احادیث جن میں بعض صحیح ہیں اور بعض ضعیف، لیکن یہ احادیث متواتر احادیث کے مخالف ہیں لہٰذا اگر ان کی تاویل ممکن نہ ہو تو پھر ان پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور ان کو چھوڑدینا ضروری ہے مثلاً جس طرح یہ احادیث جو دلالت کرتی ہیں کہ'' حضرت مہدی کا نام احمد ہے یا امام مہدی کے والد کا نام رسول اللہ(ص) کے پدر بزرگوار کے نام پر ہوگا یا آپ ابو محمد حسن زکی کی اولاد سے ہونگے'' کیونکہ یہ احادیث شاذاور نادر ہیں اور مشہور نے ان سے اعراض کیا ہے یعنی ان کے مطابق عمل نہیں کیا۔ [130]
لہٰذا قسم اول اور قسم دوم باقی بچتی ہیں جن پر عمل کیا جانا چاہئے جو مختلف طریقہ سے ایک ھی مقصد تک پھونچاتی ہیں اگرچہ الفاظ مختلف ہیں لیکن سب ایک ھی ہدف کی طرف راہنمائی کرتی ہیں ، لہٰذا ھم یہاں پر ان احادیث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:
وہ احادیث جن میں کہا گیا ہے کہ حضرت مہدی قریش سے ہوں گے:
احمدا ورماوردی نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا:
''ابشروا بالمہدی ، رجل من قریش من عترتی، یخرج فی اختلاف من الناس وزلزال، فیملأ الارض عدلا وقسطا کما ملئت ظلماً وجوراً'' [131]
(میں تمھیں مہدی کے بارے میں بشارت دیتا ہوں جو قریش اور میرے عترت سے ہوں گے وہ لوگوں کے اختلاف اورتفرقہ کے وقت ظاھر ہونگے اور ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھردیں گے۔)
بعض احادیث میں امام مہدی کو اولاد عبد المطلب سے بتایا گیا ہے:
ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ جناب انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:
''نحن ولد عبد المطلب سادة اھل الجنة انا وحمزہ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمہدی''[132]
(ھم اولاد عبد المطلب اھل بہشت کے سردار ہیں: میں، جناب حمزہ حضرت علی جناب جعفر امام حسن وامام حسین او رامام مہدی (علیھم السلام)
جبکہ بعض احادیث کا بیان ہے کہ امام مہدی از آل محمد ہوں گے:
''قال رسول اللّٰہ (ص) یخرج فی آخر الزمان رجل من ولدی اسمہ کاسمی وکنیتہ ککنیتی، یملأ ا لأرض عدلاً کما ملئت جوراً فذلک ھو المہدی'' (وہذا حدیث مشہور)[133]
(حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا: میری اولاد میں سے ایک شخص ظاھر ہوگا جس کا نام میرے نام پر جس کی کنیت میری کنیت پر ہوگی اور وہ ظلم وجور سے بھری دینا کو عدل وانصاف سے بھر دیگا اور وہ مہدی ہوگا ،)اور یہ حدیث مشہور ہے۔[134]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور بعض کابیان ھے کہ مہدی میری عترت میں سے ھونگے:
ابوداؤد نے اپنی سند کے ذریعہ جناب ام سلمہ سے روایت کی ھے کہ انھوں نے فرمایا:
''سمعت رسول اللّٰہ (ص) یقول المہدی من عترتی''[135]
(میں نے رسول اللہ سنا کہ مہدی میری عترت سے ھوں گے)
بعض احادیث میں امام مہدی کو اھل بیت سے بتایا گیا ھے:
قال النبی (ص) لولم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللّٰہ رجلا من اھل بیتی یملؤھا عدلا کما ملئت جوراً[136]
(حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا کہ اگر (قیامت میں) ایک روز بھی باقی رہ جائے تو خداوندعالم میرے اھل بیت سے ایک شخص کو ظاھر کرے گا جو ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھردے گا)
جبکہ بعض روایات ،امام مہدی کو نسل علی علیہ السلام سے بتاتی ھیں:
سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا:
''ان علیا وصیي، و من ولدہ القائم المنتظر المہدی الذی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلماً''[137]
(بے شک علی میرے وصی ھیں اور ان ھی کی نسل سے قائم منتظر مہدی ھوں گے جو ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے)
جبکہ بعض روایات میں اولاد فاطمہ سلام اللہ علیھا سے بتایا گیا ھے:
مسلم ، ابوداؤد ، نسائی ، ابن ماجہ ، بیہقی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ھے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا:
''المہدی من عترتی من ولد فاطمة'' [138]
(مہدی میری عترت،جناب فاطمہ (ع) کی اولاد سے ھوں گے)
اوربعض روایات میںآیا ھے کہ امام حسین کی اولاد میں سے ھوں گے:
''قال رسول اللّٰہ (ص) لاتذھب الدنیا حتی یقوم بامتی رجل من ولد الحسین یملأ الارض عدلاً کما ملئت ظلما''[139]
(حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا:جب تک حسین کی اولاد سے میری امت مینایک شخص ظھور نہ کرلے اس وقت تک قیامت نہیں آسکتی او روہ ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا'')
بعض روایت میں آیا ھے کہ ذریت امام حسین علیہ السلام سے نہم ھوں گے:
''عن سلمان الفارسی رضی اللّٰہ عنہ قال۔دخلت علی النبی (ص) فاذا الحسین علی فخذیہ ھویقبل خدیہ ویلثم فاہ ویقول ۔انت سید ابن سید اخو سید وانت امام ابن امام اخو امام و انت حجة ابن حجة اخو حجة ابو حجج تسعہ، تاسعھم قائمھم المھدی[140]
(جناب فارسی راوی ھیں کہ جب مینرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی خدمت عالیہ مینمشرف ھوا تودیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کی آغوش میں بیٹھے ھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمآپ کے رخسار اور منھ کا بوسہ لے رھے ھیں اور کہہ رھے ھیں تم سید ، سید کے بیٹے اور سید کے بھائی ھو۔ تم امام، امام کے بیٹے ، اور امام کے بھائی ھو۔ تم حجت، حجت کے بیٹے ، حجت کے بھائی اور نو حجتوں کے باپ ھو جن کا نواں مھدی ھوگا)
بعض روایات میں بارہ اوصیا بارہ ائمہ ،بارہ خلیفہ بیان ھوا ھے:
''...ان وصیی علی بن ابی طالب وبعدہ سبطای الحسن والحسین تتلوہ تسعہ أئمہ من صلب الحسین، قال :یامحمد فسمھم لی، قال : اذا مضی الحسین فابنہ علی، فاذا مضی علی فابنہ محمد فاذا مضی محمد فابنہ جعفر، فاذا مضیٰ جعفر فابنہ موسی فاذامضی موسیٰ فابنہ علی فاذا مضی علی فابنہ محمد فاذا مضی محمد فابنہ علی فاذا مضی علی فابنہ الحسن فاذا مضی الحسن فابنہ الحجة محمد المہدی فھولاء اثنا عشر ''[141]
(میرے وصی علی ابن ابی طالب ھیں ان کے بعد میرے دونوں نواسے حسن وحسین (ع)ھیں اور ان کے بعد حسین کی نسل سے ۹ /وصی ھوں گے (سائل سے سوال کیا)یا رسول اللہ آپ ان کے بھی نام بیان فرمائیں ،تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا :
جب امام حسین گذر جائیں گے تو ان کے فرزند علی (زین العابدین) اور جب علی گذر جائیں گے تو ان کے فرزند محمد (باقر) اور جب محمد گذر جائیں گے تو ان کے فرزند جعفر (صادق)اور جب جعفر گذر جائیں گے تو ان کے فرزند موسیٰ (کاظم)اور جب موسی گذر جائیں گے ان کے فرزند علی (رضا) اور جب علی (رضا) گذر جائیں گے تو ان کے فرزند محمد (تقی) اور جب محمد گذر جائیں گے ان کے فرزند علی(نقی) اور جب محمد گذر جائیں گے ان کے فرزند حسن (عسکری)اور جب حسن گذر جائیں گے تو ان کے فرزند حجت محمد مھدی (علیھم السلام) ھوں گے بس یھی میرے وصی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بارہ ہیں۔")
یحییٰ بن الحسن نے کتاب عمدہ میں اس حدیث کے ۲۰/ طریقے نقل کئے ہیں کہ رسول اسلام کے بعد ۱۲ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے اور مذکورہ بیس طریقے درج ذیل کتابوں میں اس طرح ہیں :
صیح بخاری میں۳/ طریقے۔
صیح مسلم میں ۹/طریقے ۔
سنن ابی داؤدمیں ۳/ طریقے۔
سنن ترمذی میں ایک طریقہ۔
اور حمیدی میں۳ /طریقے ۔
اور بعض روایات کے مطابق مہدی (ع)، حسن عسکری (ع)کے فرزند ہوں گے ۔
مناقب میں جابر بن عبداللہ انصاری ، حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمسے روایت کرتے ہیں:
"...فبعدہ ابنہ الحسن یدعی العسکری فبعدہ ابنہ محمد یدعی بالمہدی و القائم والحجۃ فیغیب ثم یخرج فاذا خرج یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما"[142]
(آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمایک حدیث کے ضمن میں فرمایا: ان کے بعد ان کے فرزند حسن عسکری ان کے بعد ان کے فرزند محمد مہدی والقائم والحجۃ ہیں پس وہ ہونے کے بعد ظاہر ہوں گے اور ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے ۔)
قارئین کرام ! مذکورہ تمام احادیث کو جمع کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس امت کے مہدی امام حسن عسکری کے فرزند ہیں چنانچہ اس مسلم نتیجہ سے کوئی گریز نہیں کرسکتا ۔
اس حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان اصحاب کے اسماء گرامی کو بیان کیا جائے جنھوں نے حضرت مہدی سے متعلق احادیث نقل کی ہے اور چونکہ ہر روایت کے تمام افراد کو اس مختصر کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا ۔
(لہٰذا صرف راوی کو بیان کرتے ہیں)
۱) ابو اما مۃ الباھلی ۔
۲) ابو ایوب الانصاری ۔
۳)ابو سعید خدری
۴)ابو سلیمان راعی رسول اللہ (ص)۔
۵) ابوالطفیل۔
۶)ابو ہریرہ ۔
۷) ام حبیبہ ام المومنین ۔
۸) ام سلمہ ام المومنین ۔
۹) انس بن مالک ۔
۱۰) ثوبان (غلام رسول) ۔
۱۱) جابر بن سمرۃ ۔
۱۲) جابر بن عبد اللہ انصاری ۔
۱۳) حذیفہ الیمانی ۔
۱۴) سلمان فارسی ۔
۱۵) شہربن حوشب ۔
۱۶)طلحہ بن عبیداللہ ۔
۱۷)عائشہ ام المومنین ۔
۱۸) عبد الرحمن بن عوف ۔
۱۹) عبد اللہ بن الحارث بن حمزہ ۔
۲۰) عبداللہ بن عباس ۔
۲۱) عبداللہ بن عمر ۔
۲۲) عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۲۳) عبداللہ بن مسعود ۔
۲۴) عثمان بن عفان ۔
۲۵) علی بن ابی طالب ۔
۲۶) علی الھلالی ۔
(۲۷) عمار بن یاسر ۔
۲۸) عمران بن حصین۔
۲۹) عوف بن مالک ۔
۳۰) قرۃ بن ایاس ۔
۳۱) مجمع بن جاریۃ الانصاری [143]
قارئین کرام ! شیخ عبد المحسن صاحب نے امام مہدی (ع)کے سلسلے میں احادیث بیان کرنے والے مشہور و معروف حفاظ کی تعداد ۳۸ بتائی ھے ، چنانچہ ھم یہاں پر ان افراد کی فہرست بیان کرتے ھیں :
۱ ۔ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن میں ۔
۲۔ ترمذی نے اپنی کتاب جامع میں ۔
۳۔ ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن میں ۔
۴۔ نسائی نے اپنی کتاب کبری میں ۔
۵۔ احمد نے اپنی کتاب مسند میں ۔
۶۔ ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح میں ۔
۷۔ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں۔
۸۔ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف میں ۔
۹۔ نعیم بن حماد نے اپنی کتاب الفتن میں ۔
۱۰۔ ابو نعیم نے اپنی کتاب المھدی والحلیۃ میں ۔
۱۱۔ طبرانی نے اپنی کتاب کبیر، اوسط اور صغیر میں۔
۱۲۔ دار قطنی نے اپنی کتاب الافراد میں ۔
۱۳۔ بارودی نے اپنی کتاب معرفۃ الصحابہ میں ۔
۱۴۔ ابو یعلی الموصلی نے اپنی کتاب مسند میں۔
۱۵۔ بزار نے اپنی کتاب مسند میں ۔
۱۶۔ الحارث بن ابی اسامہ نے اپنی کتاب مسند میں ۔
۱۷۔ الخطیب نے اپنی کتاب تلخیص المتشابہ ، المتفق اور مفترق میں۔
۱۸۔ ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ میں۔
۱۹۔ ابن مندہ نے اپنی کتاب تاریخ اصفھان میں۔
۲۰۔ ابو الحسن حربی نے اپنی کتاب الاول من الحربیات میں۔
۲۱۔ تمام الرازی نے اپنی کتاب فوائد میں ۔
۲۲۔ ابن جریر نے اپنی کتاب تہذیب الآثار میں ۔
۲۳۔ ابو بکر بن المقری نے اپنی کتاب معجم میں ۔
۲۴۔ ابو عمر والدانی نے اپنی کتاب السنن میں۔
۲۵۔ ابو غنم الکوفی نے اپنی کتاب الفتن میں۔
۲۶۔ الدیلمی نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں۔
۲۷۔ ابو بکر الاسکاف نے اپنی کتاب فوائد الاخبار میں ۔
۲۸۔ ابو الحسین بن المناوی نے اپنی کتاب الملاحم میں ۔
۲۹۔بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ۔
۳۰۔ ابوعمرا ور المقری نے اپنی کتاب سنن میں ۔
۳۱۔ ابن الجوزی نے اپنی کتاب تاریخ میں ۔
۳۲۔ یحی الحمانی نے اپنی کتاب مسند میں ۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۳۳۔رویانی نے اپنی کتاب مسند میں۔
۳۴۔ ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات میں۔
قارئین کرام ! یہ تھی ان مولفین اور کتابوں کی فہرست جن میں حضرت امام مہدی کے سلسلہ میں احادیث بیان کی گئی ھیں۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت
آپ کی ولادت با سعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو فجر کے وقت شہرسامراء میں ہوئی [144]
آپ کے والد گرامی نے آپ کا نام محمد رکھا اور یہی نام رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی اس مشہور حدیث کا مصداق تھا جس میں آپ نے فرمایا تھا" یواطی اسمہ اسمی "[145]
(اس کا نام میرے نام پر ہوگا) اور آپ ھی کے والد گرامی نے آپ کی کنیت (ابوالقاسم) رکھی [146]
یہ وہ حقیقت ھے جس پر شیعہ امامیہ اور دیگر اسلامی فرقے متفق ھیں لیکن بعض مسلمانوں نے (حالانکہ مھدویت کا اقرار کیا ھے) حضرت مھدی کا اس وجہ سے انکار کیا چونکہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے کوئی فرزند نہیں تھا اور اس مدعا کو ثابت کرنے کے لئے چار دلیلیں بیان کی ھیں جن کو یہاں پر مختصر طور پر بیان کیا جاتا ھے :
۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنی والدہ ام الحسن کے لئے تمام مال وقف اور دیگر امور کے بارے میں وصیت کی اور اگر امام حسن عسکری (ع)کے کوئی فرزند ھوتا تو ان کو وصیت کرنا چاہئیے تھی۔
۲۔ حضرت امام مھدی کے چچا جعفر بن علی نے اس بات کی گواھی دی ھے کہ ان کے بھائی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے کوئی فرزند نہینتھا اور ایسے مسائل میں چچا کی گواھی خاص اھمیت رکھتی ھے ۔
۳۔ شیعہ حضرات جیسا کہ دعویٰ کرتے ھیں کہ امام عسکری علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو غیر خواص سے چھپایا (یعنی صرف خاص لوگوں ھی کو معلوم تھا) تو آپ نے ایسا کیوں کیا؟جب کہ اس زمانہ میں آپ کے اصحاب بہت زیادہ تھے اور ھر طرح کی طاقت و توانائی رکھتے تھے جب کہ گذشتہ ائمہ علیھم السلام جو اموی وعباسی حکام کے زمانے میں زندگی کرتے تھے اور اس وقت کے
حالات زیادہ خراب تھے ،لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس طرح اپنی اولاد کو نہیں چھپایا ۔
۴۔ تاریخ میں ایسا کوئی ذکر نہیں ھے جس میں امام حسن عسکری علیہ السلام کا کوئی فرزند ھو اور نہ ھی کسی نے اس طرح کی روایت کی ھے ۔
انھیں چار دلیلوں کے ذریعہ امام مھدی بن الحسن عسکری کی ولادت کا انکار کرتے ھیں ۔
قارئین کرام ! ھم ان چار دلیلوں کے جواب مختصر طور پر بیان کرتے ھیں تاکہ حق و حقیقت واضح ھوجائے ۔
پھلی دلیل کا جواب :
امام علیہ السلام کا اپنی والدہ گرامی کو وصیت کرنا دلیل نہیں ھوسکتا کہ امام کے کوئی فرزند نہ ھو، امام علیہ السلام اس وصیت کے ذریعہ دشمنوں کی نظروں کو امام مھدی کی طرف سے ہٹا نا چاہتے تھے اور دشمن کو شک و شبہ میں ڈالنا چاہتے تھے کہ ان کے کوئی اولاد ھے یا نہیں؟ اور آپ نے عمداً اس طرح کا شک ایجاد کیا تاکہ حکومت وقت اس وصیت کو دیکھ کر مزید شک و شبہ میں پڑ جائے -[147]
امام حسن عسکری علیہ السلام نے گویا اپنے جد امام جعفر صادق علیہ السلام کی روش پر عمل کیا کیونکہ امام صادق علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت درج ذیل پانچ افراد کے لئے وصیت کی:
۱۔منصورعباسی۔
۲۔ ربیع ۔
۳ و ۴ ۔ قاضی مدینہ اور اس کے ساتھ ان کی زوجہ حمیدہ ۔
۵۔ اپنے فرزند امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) ۔
کیونکہ امام صادق علیہ السلام اپنے اس کام سے دشمنوں کی نظروں کو اپنے فرزند موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہٹانا چاہتے تھے-[148]
اور اگر صرف امام موسی کاظم علیہ السلام ھی کو وصیت فرماتے تو پھر بنی عباس کا رویہ کچھ اور ھی ھوتا چنانچہ جب منصور عباسی کو امام صادق علیہ السلام کی وفات کی خبرپھونچی تو مدینہ میں اپنے والی کو خط بھیجا اور لکھا جو شخص بھی امام علیہ السلام کا وصی ھو اس پر زندگی تنگ کردی جائے ،چنانچہ والی مدینہ نے اپنی تحقیق کے بعد منصور کو خط لکھا کہ امام (علیہ السلام) کے پانچ وصی ھیں ، جن میں سب سے پھلے اور مھم خود جناب خلیفہ ھیں، لہٰذا امام علیہ السلام نے اپنی اس سیاست کے تحت اپنے فرزند موسی کاظم علیہ السلام کو آزار و اذیت سے بچالیا۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دوسری دلیل کا جواب :
جعفر بن علی (امام حسن عسکری کے بھائی) ایک عام انسان تھے اور ان سے بھی خطاو نسیان اور باطل دعوی کا امکان ھے ، اور وہ گویا قابیل کے مشابہ تھے جس نے اپنے بھا ئی ھابیل کو قتل کرڈالا، یا جناب یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں کی طرح جنھوں نے اپنے بھائی (جناب یوسف) کو کنویں میں ڈال دیا اور جھوٹی قسمیں کھانے لگے کہ ان کو بھیڑیا کھا گیا ۔
جعفر کا خیال یہ تھا چونکہ میرے بھائی کے کوئی اولاد نہیں ھے لہٰذا اگر وہ ان کا انکار کریں گے تو وہ امام ھوجائیں گے اور ان کے پاس بیت المال اکٹھا ھوجائے گا لیکن خدا وند عالم کا ارادہ ھر چیز پر غالب ھوتا ھے، جو وہ چاہتا ھے وھی ھوتاھے۔
چنانچہ ایک مدت بعد (جعفر) اپنے کئے پر شرمندہ ھوے اور توبہ کی یہاں تک کہ جعفر تواب کے نام سے مشہور ھوئے ۔
قارئین کرام ! چچا کا بھتیجہ کے مقابلہ میں آجانا کوئی عجیب چیز نہیں ھے کیونکہ ابو لھب و عباس دونوں اپنے بھتیجے(حضرت) محمد(صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے مقابلہ میں آگئے اور ان کی نبوت کا انکار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی طرف سحر وجنون کی نسبت دی، آپ سے مقابلہ کے لئے لشکر آمادہ کیا اور آپ کی دشمنی میں مختلف کا رنامے انجام دیئے۔
تیسری دلیل کاجواب :
امام عسکری علیہ السلام کا اپنے فرزند کے مسئلہ کو چھپانا ، ایک اھم مسئلہ تھا چونکہ امام عسکری جانتے تھے کہ یہ مشھور ھوچکا ھے کہ اھل بیت میں سے بارھواں امام، تلوار کے ساتھ قیام کرے گا اور باطل حکومتوں کو ختم کرکے حق کی حکومت قائم کرےگا اسی وجہ سے اس وقت کے تمام حکام خوف زدہ تھے لہٰذا آپ کی شناخت کے بعد آپ کو قتل کرنے کے درپے ھوجاتے ۔
اسی وجہ سے امام عسکری علیہ السلام کے لئے ضروری تھا کہ اپنے بیٹے مھدی کو خاص افراد کے علاوہ دوسرے لوگوں سے چھپائیں تاکہ محفوظ رہ سکیں ، اور اس بات کی وضاحت و تائید اس وقت ھوتی ھے،جب امام علیہ السلام کی شھادت کے بعد خلیفہ نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کے گھر میں پھونچ کر سب بچوں اور غلاموں کو پکڑ لو۔[149]اور اگر واقعا حکم خدا سے محمد بن الحسن (امام مھدی) مخفی نہ ھوتے تو ان کوبھی قتل کردیا جاتا ۔
گویاامام حسن عسکری (ع) کا یہ فعل ،مادر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھا کہ جب ان پر وحی نازل ھوئی کہ حضرت موسی (ع) کو (صندوق) میں چھپا دیا جائے ،کیون کہ فرعون سے ان کو خطرہ ھے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی بیان ھو ا ھے، لیکن گذشتہ ائمہ علیھم السلام کا ایسا نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کا قیام تلوار کے ذریعہ نہیں تھا بلکہ حالات زمانہ کے لحاظ سے ھی ان کی ذمہ داریاں تھیں ۔
اسی وجہ سے بعض ائمہ محفوظ اور آزاد تھے اگرچہ صحیح معنی میں امان اور آزاد نہ تھے ۔
چوتھی دلیل کا جواب :
شرع مقدس میں کسی کی اولاد، دایہ کے قول یا ولادت کے وقت حاضر عورتوں کی کہنے یا باپ کے اعتراف سے یا دو مسلم افراد کے اقرار سے کہ یہ فلاں کا بیٹا ھے ثابت ھوجاتی ھے ، لہٰذا یہ تمام پہلو اس سلسلے میں موجود ھیں ۔
چنانچہ جناب حکیمہ بنت امام جواد علیہ السلام نے دایہ کے فرائض انجام دئے ھیں اور ولادت (مھدی) پر گواھی دی ھے ۔
اسی طرح امام عسکری علیہ السلام نے اپنے خاص اصحاب کے سامنے اپنے فرزند کے بارے میں اقرار کیا [150]
اسی طرح یکے بعد دیگرے مسلمانوں نے (نسل در نسل) اس کی روایت کی ھے اور اس کی صحت کی گواھی دی ھے،
شیعہ امامیہ اجماع کے ساتھ ساتھ بہت سے مؤلفین و مورخین نے بھی خبر ولادت کی روایت کی ھے مثال کے طور پر چند افراد کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ھیں :
۱۔محمد بن طلحة الشافعی المتوفی ۶۵۲ھ[151]
۲۔ سبط ابن الجوزی المتوفی۶۵۴ھ[152]
۳۔ الکنجی الشافعی المتوفی ۶۵۸ھ[153]
۴۔ابن خلکان الشافعی المتوفی۶۸۱ھ[154]
۵۔ صلاح الدین الصفدی المتوفی ۷۶۴ھ[155]
۶۔ابن حجر ھیتمی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ[156]
۷۔ ابن الصباغ المالکی المتوفی ۸۵۵ھ[157]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۸۔ ابن طولون الدمشقی متوفی ۹۵۳ھ [158]
۹۔ الحسین بن عبداللہ سمرقندی متوفی ۱۰۴۳تقریبا۔[159]
۱۰۔ محمد العیان الشافعی متوفی ۱۲۰۶۔[160]
۱۱۔ سلیمان القندوزی الحنفی متوفی ۱۲۹۴ھ[161]
۱۲۔ محمد امین السویدی متوفی ۱۲۴۶ھ[162]
۱۳۔ مومن الشبلنجی الشافی متوفی ۱۴۵ھ[163]

تیسرا مرحلہ :
امکان غیبت اور اس کے دلائل

قارئین کرام ! گذشتہ مرحلوں سے یہ بات ثابت ہوجاتی ھے کہ عقیدہ مہدویت اسلام کابنیادی عقیدہ ھے جس کے بارے میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے بھی (گذشتہ احادیث میں) بشارت دی ھے اور اصحاب و علماء نے ھر زمانہ میں یکے بعد دیگرے روایت کی ھے ۔
اس طرح یہ بات بھی طے ھوگئی ھے کہ جس مہدی کا احادیث میں تذکرہ ھوا ھے وہ محمد بن الحسن العسکری (علیہ السلام) ھیں اور وہ سامرہ میں پیدا ھوئے اور آپ کی ولادت کی خبر اس روز خاص اصحاب تک پھونچی ھے نیز اس کے بعد سے تاریخ کے دامن میں اسی طرح مشھور ھے گذشتہ دو مرحلوں کے بعد ضروری ھے کہ تیسرے مرحلہ میں گفتگو کی جائے جو خود پھلے دو مرحلوں سے متعلق ھے کہ (حضرت) محمد (بن الحسن امام مہدی) کی ولادت ھو چکی ھے اور وھی مھدی ھیں، لہٰذا بہتر ھے درج ذیل بحث کو مختلف پھلوؤں سے واضح کریں:

۱۔کیا امام مھدی غائب ھیں ؟
۲۔اور اگر غائب ھیں تو کیا انسان اتنی طولانی عمر پا سکتا ھے ؟
اور چونکہ یہ مرحلہ بہت حساس ھے ، لہٰذا ضروری ھے کہ بحث میں وارد ھونے سے پھلے ایک مقدمہ بیان کریں تاکہ نتائج اور اہداف کو بہترین طریقہ سے واضح کرنے میں مدد مل سکے ۔
قارئین کرام ! جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ھے کہ اسلام نے عقیدہ و ایمان کے لئے عقل کو اساس و مصدر قرار دیا ھے اور اندھی تقلید سے روکا ھے چونکہ غرض یہ ھے کہ اصول اعتقاد عقل سے مستند ھوں ، اورعقل کے ذریعہ ھی ان کو پرکھ کر عقیدہ کی منزل تک پھونچا جائے ، اور اس میں ھوائے نفس نردم دلی اورذاتی نظریات کو دخل نہیں ھونا چاہئے ۔
عقل ھی کے ذریعہ انسان خدا کی معرفت حاصل کرتا ھے اور یھی ایمان کی طرف ہدایت کرتی ھے اوریھی خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلیل قائم کرتی ھے ۔
انسان اسی عقل کے ذریعہ خدا کے ایمان کے ساتھ ساتھ ضرورت نبوت ، امامت اور معاد پر دلیل قائم کرتا ھے ۔
لیکن احکام شرعی کے دوسرے فرعی احکام میں عقلی دلیل کی ضرورت نہیں ھوتی ، اور اس طرح کی دلیل قائم کرنا ضروری نہیں ھوتا بلکہ ان کو قبول کرنے کے لئے فقط شرعی طریقہ سے نصوص کا وارد ھوجانا ھی کافی ھے ۔اسی وجہ سے امت اسلامی ملائکہ کے وجود، جناب عیسی کے گھوارہ میں کلام کرنے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے ھاتھوں پر سنگریزوں کے تسبیح کرنے پراعتقاد رکھتے ھیں جو قرآن کریم اور سنت صحیحہ میں وارد ھوئے ھیں ۔
اسی طرح جب ھم اما م مھدی اور ان کی غیبت کی بحث کرتے ھیں تو ھماری اس بحث سے اصول اسلام کو قبول کرنے والے افراد مراد ھوتے ھیں ، اور جوافراد خدا کا بھی انکار کرتے ھیں یا اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذھب کو مانتے ھیں وہ ھماری مراد نہیں ھےں ۔ کیونکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن و احادیث کا سھارا لینا ضروری ھے اور جو شخص قرآن و سنت ھی کو نہ مانتا ھو تو اس کے سامنے قرآن و احادیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔
دوسرے الفاظ میں یہ عرض کیا جائے کہ ھم اس موضوع پر دینی اعتقاد کی بنیاد پر بحث کرتے ھیں جو شرعی دلائل سے مستند ھوتے ھیں اور تمام مسلمانوں کے نزدیک ان پر عمل کرنا ضروری ھوتا ھے ، چنانچہ ھم نے کسی دوسری چیز کو بنیاد نہیں بنایا، اور ھمارا یہ مسئلہ ایک آسان حساب کی طرح نہیں ھے جیسے ۲ اور۲ چار ھوتے ھیں یا کسی فلسفی قاعدہ کی طرح جو اپنی جگہ مسلم ھے اور اس میں کوئی مناقشہ نہیں کیا جاسکتا جیسے دور و تسلسل کے باطل ھونے میں کسی کو شک و شبہ نہیں ھوتا۔
قارئین کرام ! ھم اس مسئلہ میں ھر پھلو کی قرآن و سنت کے ذریعہ وضاحت کریں گے کیونکہ تمام مسلمانوں کے درمیا ن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یھی دونوں باب معرفت اور تشریع کے منابع ھیں ۔
اور اگر کوئی شخص ان دونوں کا انکار کردے وہ اسلام اور اسلام کے تمام احکام کے دائرہ سے خارج ھوجائے گا.[164]
اور جب ھمار ی تمھید واضح ھوگئی ھے تو ھم کہتے ھیں : ''وہ احادیث نبی '' جن کو اکثر حفاظ حدیث نے بیان کیا ھے اور ان احادیث میں لفظ ''غیبت'' کی [165]تکرار ھوئی ھے ۔
< وَلِيُمَحِّصَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ >[166]
''اور یہ بھی منظور تھا) کہ سچے ایمانداروں کو ثابت قدمی کی وجہ سے (نراکھرا) الگ کرلے اور نافرمانوں (بھاگنے والوں)کا ملیامیٹ کردے''
اس کے بعد جناب جابر سے کہا :یہ خدا کے امور میں سے ایک امر اور خدا کے اسرار میں سے ایک راز ھے پس تم کو کبھی اس سلسلے میں شک نہ ھو کیونکہ خدا وند عالم کے امور میں شک کرنا کفر ھے ۔
اور بعض احادیث میں اس طرح ھے :
تکون لہ غیبة و حیرة تضل فیھا الامم[167]
(اس امام مھدی) کے لئے ایسی غیبت ھوگی جس میں لوگوں کو حیرت ھوگی اور لوگ گمراہ ھوجائیں گے ۔
ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ھے :
''لا یثبت علی القول بامامة الامن امتحن اللّٰہ قلبہ للایمان ''[168]
ان کی غیبت ان کے اصحاب سے بھی ھوگی ان کی غیبت کا اقرار صرف وھی لوگ کرسکتے ھیں جن کا خدا وند عالم نے ایمان کے لئے امتحان لے لیا ھوگا ۔
اس طرح ابن عباس کی روایت ھے :
''یبعث المھدی بعد ایاس حتی یقول الناس :لا مھدی ''[169]
امام مھدی کا ظھور نا امیدی کے بعد ھوگا یھاں تک کہ لوگ کہنے لگیں گے کہ کوئی مھدی نھیں ھے ۔
قارئین کرام ! مذکورہ احادیث میں لفظ غیبت سے مراد یہ نھیں ھے کہ اما م مھدی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ھونگے اور اپنی وفات کے بعد دوبارہ اس دنیا میں لوٹائے جائینگے بلکہ لفظ غیبت اس بات کی طرف اشارہ کررھا ھے کہ وہ مخفی ھیں اور پردہ میں ھیں اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ھیں اور ان کو دیکھا نھیں جاسکتا، ان احادیث کا مطالعہ کرنے سے یھی بات انسان کے ذہن میں آتی ھے۔
اور اس حدیث شریف نقل کرنے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ھے:
''من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاھلیہ ''
(جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مر جائے اس کی موت جاھلیت کی موت ھوتی ھے۔)
اس حدیث کے مطابق ھر زمانہ میں امام کا ھونا ضروی ھے ۔
اب جبکہ ولادت محمد بن الحسن المھدی ثابت ھوگئی جس میں شک و شبہ کی گنجائش نھیں ،تو پھر لفظ ''غیبت '' اور ھر زمانہ میں وجود امام کی ضرورت بہترین اور جامع دلیل ھیں کہ حضرت امام مھدی علیہ السلام آج تک زندہ ھیں اور اس سلسلہ میں ھوئے تمام اعتراضات کا خاتمہ کردیتی ھیں۔
اور اگر کوئی شخص امام مھدی کی وفات کی بات کرے تو پھلے تو یہ گذشتہ احادیث کے مخالف ھے جن میں آپ کی غیبت اور استمرار حیات کے بارے میں بیان ھوا ھے اور اس کے علاوہ کسی نے بھی آپ کی وفات کے بارے مینکوئی دلیل نھیں بیان کی یھاں تک کہ منکرین کی کتابونمیں بھی اس طرح کی کوئی بات ذکر نھیں ھوئی کہ کب آپ کی وفات ھوئی کونسا دن تھا کونسی تاریخ تھی اور کیاسن تھا کب آپ کی تشیع جنازہ ھوئی کون لوگ آپ کی تشیع جنازہ میں شریک ھوئے؟ کھاں دفن ھوئے؟ کس شھر میں دفن ھوئے؟
لہٰذا ان تمام چیزوں کے پیش نظریہ بات ثابت ھوجاتی ھے کہ آپ کا وجومبارک باقی ھے اور آپ دشمنوں کی نگاھوں سے مخفی ھیں اور آپ اپنی زندگی کی محافظت کررھے ھیں ۔
قارئین کرام ! امام علیہ السلام کی غیبت کے دو مرحلہ تھے ۔
۱۔ آپ کا لوگوں کی نظرونسے مخفی ھوناجب خلیفۂ وقت کے لشکر نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا آپ اسی وقت سے صرف اپنے معتمد نائبین سے ملاقات کرتے تھے اور انھی کے ذریعہ شیعوں کے مسائل اور مشکلوں کا جواب دیا کرتے تھے (امام علیہ السلام کی غیبت کایہ سلسلہ ۷۰ /سال تک جاری رھا اور اس زمانہ کو غیبت صغریٰ کہتے ھیں)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۲۔ آپ کا مکمل طور سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوجا نا چنانچہ اب کسی سے بھی ملاقات نہیں کرتے ۔[170]
کسی انسان کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ھے کہ (جبکہ امام مھدی کے وجوداور آپ کی غیبت اور آپ کی ادامہ حیات کے بارے میں یقین ھے) کہ کیا کوئی انسان اتنی طولانی عمر پا سکتا ھے ؟ اور کیا عقل اس بات کو قبول کرتی ھے ؟
اس سوال کے جواب سے پہلے ھم قارئین کرام کے اذھان عالیہ کو گذشتہ مطلب کی طرف لے جانا چاہتے ھیں کہ اگر حقائق شرعی صحیح احادیث کے ذریعہ ثابت ھوجائیں تو چونکہ ھم مسلمان ھیں لہٰذا ان کا قبول کرنا ھمارے لئے ضروری ھے، چاھے ھمارے ذہن میں اس کا فلسفہ نہ بھی آئے اور اس بات کو سمجھنے سے قاصر رھیں۔
اور اگر کسی حکم کی حکمت اور علت نہ سمجھ پائیں تو اس کو انکارکرنے سے انسان بری الذمہ نہیں ھوسکتا بلکہ ھر حال میں اس پر یقین واعتقاد رکھنا ضروری ھے کیونکہ اسلام کے مسلم احکامات کا اس وجہ سے انکار کرنا صحیح نہیں ھے کہ یہ چیزیں ھماری سمجھ میں نہیں آرھی ھیں یا اس کی تاویل سے ھم قانع نہیں ھورھے ھیں۔
چنانچہ طول عمر اور سیکڑوں سال تک کسی کا زندہ رہنا محال نہیں ھے جیساکہ بعض لوگوں کا گمان ھے، بلکہ مورخین نے تاریخ بشریت کے ایسے بہت سے واقعات بیان کئے ھیں جن کی بہت زیادہ عمر رھی ھے، مثلاً حضرت آدم علیہ السلام نے ہزار سال کی عمر پائی۔
اسی طرح لقمان حکیم(صاحب نسور) نے ۳۵۰۰ سال عمر پائی، نیز جناب سلمان فارسی ش نے طویل عمر پائی جیسا کہ بعض مورخین کا کہنا ھے کہ جناب سلمان فارسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاصر تھے اور خلیفہ دوم کے زمانہ میں وفات پائی۔
اسی طرح بہت سے ایسے افراد تھے جنھوں نے سیکڑوں سال کی عمر کی، جن کے بارے میں بہت سے مورخین نے بیان کیا ھے خصوصاً جناب سجستانی صاحب نے زیادہ عمر کرنے والوں کو اپنی کتاب میں جمع کیا ھے جو ”المعمرون“ کے نام سے ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں مصر میں پھلی مرتبہ طبع ھو چکی ھے۔
قارئین کرام ! یہ تھا تاریخی پھلو جس کے ذریعہ کسی انسان کی طولانی عمر پانے کا اثبات کیا جاسکتا ھے۔
اب رھا قرآن کے ذریعہ استدلال، قرآن کریم کی گفتگو تمام مورخین اور روایوں سے زیادہ صادق اور بہترین دلیل ھے جیسا کہ خداوندعالم ارشاد فرماتا ھے:
”جناب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ”۹۵۰“ سال تبلیغ کی اور خدابہتر جانتا ھے کہ تبلیغ سے پہلے اور طوفان کے بعد جناب نوح کتنے سال زندہ رھے۔ اس طرح جناب یونس علیہ السلام بطن ماھی میں طویل مدت تک باقی رھے اور اگر خدا کا لطف و کرم نہ ھوتا تو بطن ماھی میں قیامت تک باقی رہتے :
[171]
”پھر اگر یونس (خدا کی) تسبیح (وذکر) نہ کرتے تو روز قیامت تک مچھلی ھی کے پیٹ میں رہتے پھر ھم نے ان کو (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) ایک میدان میں ڈال دیا“
حضرت یونس کا شکم ماھی میں باقی رہنا یعنی قیامت تک زندہ رہنا اس طرح ان کے ساتھ مچھلی کا بھی اس طولانی مدت تک زندہ رہنا ثابت ھوتا ھے ۔
اس طرح اصحاب کہف کے بارے میں ارشاد ھوتا ھے:
[172]
”اور اصحاب کہف اپنی غارمیں تو تین سو برس سے زیادہ رھے “
اور یہ بھی معلوم نہیں کہ غار میں جانے سے قبل اور غار سے باھر نکلنے کے بعد کتنے سال زندہ رھے۔
اسی طرح ارشاد خدا وندی ھوتاھے :
< أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ>[173]
”(اے رسول تم نے) مثلاً اس (بندے کے حال) پر بھی نظر کی جو ایک گاؤں پر سے (ھوکر) گزرا اور وہ ایسا اجڑا تھا کہ اپنی چھتوں پر ڈھے کر گرپڑا تھا یہ دیکھ کر وہ بندہ کہنے لگا اے اللہ اب گاؤں کو (ایسی) ویرانی کے بعد کیونکر آباد کرے گا اس پر خدا نے اس کو (مارڈالا) اور سو برس تک مردہ رکھا او رپھر اس کو جلا اٹھایا (تب) پوچھا تم کتنی دیر پڑے رھے ؟ عرض کی: ایک دن پڑا رھا یا ایک دن سے بھی کم ، فرمایا: نھیں ، تم (اس حالت میں) سو برس پڑے رھے ، اب ذرا اپنے کھانے پینے (کی چیزوں) کو دیکھو کہ ابھی تک خراب نہیں ھوئیں، اور ذرا اپنی سواری (گدھے) کو دیکھو کہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ھیں،اور ھم اسی طرح تمھیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنانا چاہتے ھیں، پھر ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ھم کس طرح جوڑ کر ان پر گوشت چڑھاتے ھیں، پھر جب ان پر یہ بات واضح ھوگئی تو بیساختہ آواز دی کہ مجھے معلوم ھے کہ خدا ھر شے پر قادر ھے''۔

کھانے پینے کی چیزوں کاسوسال تک خراب نہ ھونا انسان کی طولانی عمر سے بھی زیادہ تعجب خیز ھے [174]

ان کے علاوہ مولفین سیرت و حدیث نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ھے کہ جناب خضر علیہ السلام جناب موسی علیہ السلام سے پہلے تھے اور آخر زمان تک باقی رھیں گے ۔

تو کیا جن باتوں کو قرآن مجید اور سنت نبوی بیان کررھی ھے ان تمام باتوں کی تصدیق کرنا ایک مسلمان پر واجب نہیں ھے ؟ یا ان باتوں کی تصدیق کرنا واجب نہیں ؟ اور اگر ھماری عقل ان باتوں کو نہ سمجھے توکیا ھمارے لئے ان چیزوں کا انکار کرنا صحیح ھے جس کے بارے میں آج کا علم کشف اسرار کرنے سے قاصر ھے۔؟

قارئین کرام ! امام مھدی کی غیبت کا موضوع بھی اسی طرح ھے لہٰذا مذکورہ نصوص ودلائل کے مطابق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی تصدیق کرتے ھوئے آپ کی حیات پر اعتقاد رکھنا ضروری ھے۔

کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی شان میں خداوندعالم فرماتا ھے:

قارئین کرام ! تو کیا ڈاکٹر صاحب کو جناب نوح ،جناب یونس(علیھم السلام)،مچھلی اور اصحاب کہف پر موت کا حکم جاری نہ کرنا عقل کوگھودینے کے مترادف نہیں ھے ۔

< وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھویٰ اِنْ ھو اِلاَّ وَحْیٌ یُوْحٰی>[175]

''اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ھی نہیں، یہ تو بس وحی ھے جو بھیجی جاتی ھے۔''

آپ کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے حکم خدا ھے :

< وَمَا آتَاکُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوہُ وَمَا نَہَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھوا وَاتَّقُوا اللہَ إِنَّ اللہَ شَدِیدُ الْعِقَاب>[176]

''اور ھاں جو تم کو رسول دیدیں وہ لے لیاکرو، اور جس سے منع کریں اس سے باز رھو اور خدا سے ڈرتے رھو، بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ھے۔''

لہٰذا (امام مھدی پر) ھمارا ایمان و عقیدہ کوئی عجیب وغریب شی نہیں ھے اور نہ ھی کوئی ایسی چیز ھے جس کا سابقہ اسلام میں نہ ھو بلکہ یہ تو جناب نوح کی عمر اور جناب یونس کا شکم ماھی میں باقی رہنا یا سو سال تک کھانے کا خراب نہ ھونے پر ایمان کی طرح ھے ۔اب جبکہ قرآن واحادیث کے ذریعہ یہ ثابت ھوچکا ھے کہ انسان ہزاروں سال باقی رہ سکتا ھے اور گذشتہ امتوں میں اس طرح کے واقعات پیش آئے ھیں ۔بس یہ بات مافوق علم یا مافوق عقل نہیں ھے جیسا کہ آج کا علم بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ھے کہ انسان ہزاروں سال زندہ رہ سکتا ھے اگر اس کے بدن کی طاقت کو محفوظ رکھنے کے وسائل مھیا ھوجائیں ۔

چنانچہ آج کل کے ڈاکٹروں کا ماننا یہ ھے کہ جسم کے اھم اجزاء بی نہایت وقت تک باقی رہ سکتے ھیں اور انسان کے لئے ممکن ھے کہ وہ ہزاروں سال زندہ رھے اگر اس کے لئے ایسے عوارض پیش نہ آئیں جن سے ریسمان حیات قطع ھوجائے، اور ان کا یہ کہنا صرف ایک گمان ھی نہیں ھے بلکہ وہ اپنے تجربات سے اس نتیجہ پر پھونچے ھیں ۔انسان ساٹھ ،ستر یاسو سال کی عمر میں نہیں مرتا مگر یہ کہ بعض عوارض کی بنا پر اس کے بعض اعضاء خراب ھوجاتے ھیں یا بعض اعضاء کا دوسرے اعضاء سے ربط ختم ھوجانے پر انسان کی موت واقع ھوتی ھے اور جب سائنس اتنی ترقی کرلے گا کہ ان عوارض کو دور کرسکے تو پھر انسان کا سیکڑوں سال زندہ رہنا ممکنات میں سے ھوجائے گا [177]

اس طرح ''جان روسٹن'' اپنے تجربیات اور کشفیات کی بنا پر قائل ھے کہ انسان کو سالم زندہ رکھنا کوئی محال کام نہیں ھے [178]

کیونکہ مشھورو معروف ماھرین نے جو گذشتہ صدیوں میں اکتشافات کئے ھیں ان سے یہ امید کی جاتی ھے کہ انسان ایک ایسا مرکب نسخہ تیار کرے گا جس سے مزید تحقیق کرنے کے بعد اس مرحلہ تک پھونچ سکتا ھے جیسا کہ ''براون سیکوارڈ''،'' کسی کاریل''، ''فورنوف مینش بنکوف''، ''بوغو مولٹینر''اور ''فیلاتوف ''وغیرہ نے تجربات کئے ھیں ۔

لیکن'' روبرٹ ایٹنجر'' نے ابھی کچھ دنوں پہلے ایک بہترین کتاب بنام''کیاانسان کا ھمیشہ کے لئے زندہ رہنا ممکن ھے '' لکھی جس میں انسان کو مزید امیدوار کیا ھے اور یہ کھا یہ انسان جو زندہ ھے اور سانس لیتا ھے تو ان فیزیا ئیہ(وظائف اعضاء بدن) حصہ میں اپنی بقا کا مالک ھوجاتا ھے، یعنی انسان کے اعضاء وجوارح اگر ان پر کوئی مشکل نہ پڑے تو یہ طولانی مدت تک کام کرسکتے ھیں۔

ان تمام وضاحتوں کے بعد علاوہ جن میں انسان کا ہزاروں سال باقی رہنا ممکن ھے ،اور اگر انسانی خلیوں کو برف میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رکھ دیا جائے تو وہ خلیے محفوظ رہتے ھیں او راگر ان کو برف سے نکال کر مناسب گرمی دی جائے تو اس کی حرکت واپس آجائے گی۔اور جب حقیقت یہاں تک واضح ھوگئی اس کے علاوہ ھم عصر ماھرین نے بھی انسان کی طویل عمر کے امکان پر تاکید اور وضاحت کی ھے ، او ر ان وسائل کا پتہ لگانا جن کے ذریعہ سے انسان طولانی عمر حاصل کرسکتا ھے یھی ایک اسباب میں سے ایک اھم سبب ھے جس کی وجہ سے انسان دنیاوی مشکلات کو دفع کرسکتا ھے،پس جب انسان کا حسب استعداد وطبیعت باقی رہنے کا امکان صحیح ھے تو پھر حضرت امام مھدی (عج) کا اتنے سال زندہ رہنا حسب طبیعت اور ارادہ الٰھی کی بدولت ممکن اور صحیح ھے۔

قارئین کرام ! آپ نے گذشتہ مطالب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ آج کل کا یہ زمانہ جس میں ھم زندگی گذار رھے ھیں فکری اعتبار سے پر آشوب زمانہ ھے لہٰذا اس دور میں اس مصلح منتظر کی ضرورت کا احساس ھوتا ھے جو صحیح راہ سے بھٹکی انسانیت کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرے۔ اور چونکہ عقل بشری (مسلم وغیر مسلم) ایسے مصلح منتظر کے وجود ضروری کا اقرار کرتی ھے، اگرچہ اس کے پاس آیات وروایات سے کوئی نص بھی موجود نہ ھو جیسا کہ انگریزی مشھور ومعروف فلسفی ''برنارڈشَو'' نے اس مصلح منتظر کے بارے میں اشارہ کیا ھے او راپنے ذاتی نظریات کو اپنی کتاب ''الانسان والسوپر مین'' میں بیان کیا ھے ، اس کا نظریہ ھے کہ یہ مصلح منتظر ایک زندہ اور صاحب جسم انسان ھے جن کا بدن صحیح وسالم ھے اور خارق العادة عقل کا مالک ھے وہ ایک ایسا اعلیٰ انسان ھے جس تک ایک ادنیٰ انسان جدوجہد کے ذریعہ ھی پھونچ سکتا ھے ، اوراس کی عمر ۳۰۰سال سے کھیں زیادہ طولانی ھے، اور وہ قدرت رکھتا کہ ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھائے جس کو اس نے اپنی حیات میں حاصل کیا مثلاً اپنی زندگی میں تجربات کئے ھیں اور ان سے فائدہ اٹھاتا ھے تاکہ اپنے بدن کو صحیح وسالم رکھ سکے۔''[179]

چنانچہ جناب عباس محمود العقاد'' برنارڈشو'' کی گفتگو پر حاشیہ لگاتے ھوئے کہتے ھیں: ''موصوف کی باتوں سے یہ اندازہ لگایا جاتا ھے کہ ''سوپر مین شو'' کا وجود ومحال نھیں ھے اور ان کی دعوت دینا ایک مسلم حقیقت ھے'' [180]

آئےے آخر کلام میں خداوندعالم کی بارگاہ اقدس میں عرض کریں: ''اللّٰھم انا نشکو الیک فقد نبینا، وغیبة ولینا وکثرة عدونا وقلہ عددنا وشدة الفتن بنا، وتظاھر الزمان علینا، فصلی علی محمد وآلہ واعنا علی ذلک بفتح منک تعجلہ، وبضر تکشفہ ونصر تعزّہ وسلطان حق تظھرہ'' اللّٰھم انصرہ نصراً عزیزاً وافتح لہ فتحاً یسیراً واجعلنا من انصارہ واعوانہ انک سمیع مجیب''

وآخردعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ملحق کتاب

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے بعد استاد شیخ محمد رضوان الکسم (مقیم دمشق) کا ایک خط ملا جس میں انھوں نے ھماری بعض چیزوں پر اعتراض کیا ۔

لیکن اب جبکہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شایع رھا ھے ھم نے ان کے خط اور اپنے جواب کو اس بحث کے خاتمہ پر نقل کردینا مناسب سمجھاتاکہ ھمارے قارئین کرام بھی اعتراضات مع جوابات ملاحظہ کرلیں۔

شیخ کسم کا خط

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی خاتم النبین ۔

محترم جناب شیخ محمد حسن آل یاسین صاحب

سلام علیکم وروحمة اللّٰہ وبرکاتہ

امابعد:

آپ کی کتاب ''المہدی بین التصور والتصدیق''[181]نظروں سے گذری اور اس کامطالعہ کیا اور جیسا کہ آپ نے اس میں بیان کیا کہ ھماری یہ کتاب ایک بہترین اور صاف ستھری گفتگو نیز خود غرضی سے خالی ھے لیکن کتاب پڑھتے وقت آپ کی کچھ باتوں نے مجھے تعجب میں ڈال دیا جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''اسلام نے عقیدہ کے لئے عقل کو اصل قرار دیا ھے اور اندھی تقلید سے منع کیا ھے''

لیکن ھمارے لحاظ سے آپ کی یہ بات صحیح نھیں ھے کیونکہ اسلامی تعلیمات اس کے برعکس ھےں اور خداوند عالم نے کسی چیز پر بغیر یقین کے اعتقاد رکھنے کو سختی کے ساتھ منع فرمایا ھے جیسا کہ ارشاد رب العزت ھے :

[182]

''اے رسول تم کھو کہ کیا تمھارے پاس کوئی دلیل ھے (اگر ھے) تو ھمارے (دکھانے کے واسطے)اس کو نکالو ''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایضا :
< لَوْلَا یَا تُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَیِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ اِفْتَرَیٰ عَلَی اللّٰهِ کِذْباً>[183]
(پھر یہ لوگ ان کے معبود ہونے) کی کوئی صریح دلیل کیوں نہیں کرتے اور جو لوگ خدا پر جھوٹ بہتان باندھتے ھیں ان سے زیادہ ظالم اور کون ھوگا)
ایضا:
[184]
''ان کو اس واقع کی خبر ھی نھیں مگر فقط اس گمان کے پیچھے چل رھے ھیں ''
بس گویا خدا وند عالم ھم سے علم و یقین چاہتاھے اور ظن و گمان سے منع فرماتا ھے ،اور ظن پر عمل کرنے والوں کے لئے وعدہ عذاب دیا ھے لہٰذا ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ ھمارے اعتقادات یقین کے مطابق ھونے ضروری ھیں ۔
اسی طرح آپ کی اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کی اس بات پر بھی اعتراض ھوا کہ حضرت امام مھدی (عج) کے عقیدہ کے بارے میں علم و یقین موجود ھے جیسا کہ آپ نے تحریر کیا کہ آپ (امام مھدی عج) کے بارے مینمتواتر احادیث وارد ھوئی ھیں اوریہ احادیث صاف طور پر بھی اور اشارتاً بھی، اور آپ نے کتاب کے حاشیہ میں حوالہ دیا شیخ شرف الدین کی کتاب المراجعات اور علامہ امینی کی کتاب الغدیر ج اول کا ،لیکن جب ھم نے ان دونوں کتابوں میں رجوع کیا تو ھمیں اس نظریہ پر استدلال کرنے والی احادیث نھیں ملی چونکہ جو احادیث ھیں بھی ان کی سند ،،سند احاد ھیں نہ کہ تواتر جیسا کہ آپ نے دعوی کیا ھے، تو کیا یہ احادیث یقین کی منزل تک پھونچاتی ھیں؟ واقعا آپ کی باتیں تعجب خیز ھیں ۔
اس طرح آپ کا یہ قول کہ امام مختار کے لئے تمام برائیوں سے پاک و پاکیزہ اور تمام صفات کمال کا حامل ھونا ضروری ھے (اور اسی کو عصمت کہتے ھیں ۔۔تا آخر۔) برادر عزیز !یہ کون سی عصمت ھے کیا کوئی انسان معصوم ھوسکتا ھے کیا آپ ھی نے امام علیہ السلام کا قول نقل نھیں کیا کہ'' کل آدم خطا ء و خیرالخطائین توابون'' (ھرانسان خطاکارھے اور بہترین خطا کاروہ ھے جو توبہ کرلے)کیا اس قول سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی ذات مستثنیٰ ھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلممستثنیٰ نھیں ھیں تو پھر آپ کے پاس عصمت کے لئے کیا دلیل ھے ؟!
اس کے علاوہ آپ نے درج ذیل مرقوم صحیح حدیث :''من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاھلیة ''
(جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مرجائے اس کی موت جاھلیت کی موت ھوتی ھے)؛سے استدلال کیا اور اس سے محمد بن الحسن (امام مھدی) کی امامت ثابت کرنا چاھی کیا کوئی عقلمند انسان آپ کی اس بات کو قبول کرسکتا ھے ؟ ! مذکورہ حدیث تو اپنے منطوق و مفھوم سے صرف اس بات کی طرف اشارہ کرتی ھے کہ ھر مسلمان اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے اور کتاب وسنت پر عمل کے ذریعہ اس (امام)کی بیعت کرے، لہٰذا مذکورہ حدیث امامت پر دلالت نھیں کرتی ، تو آپ نے کس طرح (امام) مھدی کی امامت کو مراد لیا اور کس طرح سے بارہ اماموں کی امامت میں محصور کیا آپ کی یہ بات بغیر دلیل نھیں ھے ؟!!
کیونکہ خدا وند عالم نے ھم تک بیان پہنچادیا ھے لہٰذا ھمیں روایات و احادیث کی پیر وی کرنا ھوگی ،اور اگر وہ احادیث قطعی ھوں تو ھم ان سے اپنے عقائد اخذ کریں گے اور اگر احادیث ظنی ھونگی تو ان سے صرف احکامات اخذ کرسکتے ھیں ،پس کسی بھی عقلمند مسلمان کے لئے سزاوار نھیں ھے کہ وہ امور مظنونہ کے مطابق اعتقاد رکھے یعنی کسی چیز کاگمان کے مطابق معتقد ھوجائے اور کہنے لگے کہ (حضرت امام)مھدی عنقریب آئیں گے، جب تک اس کے پاس ایسی قرآنی دلیل نہ ھو جس کے ذریعہ برھان قائم کرسکے ۔ھم آپ اور آپ کے دوستوں سے امید وار ھیں کہ ھمارا یہ خط وکتابت کا سلسلہ اطمینان بخش ثابت ھو ،تاکہ خدا وند عالم کی رضایت و خوشنودی حاصل ھو سکے۔ والسلام علیکم و رحمةاللّٰہ وبرکاتہ۔

محمدرضوان الکسم
۱۵ربیع الثانی ۸۹ ۱۳ھ ۱۹۶۹/۷/۲۹ئ

خط کا جواب
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
جناب محترم محمد رضوان الکسم صاحب
سلام علیکم و رحمة اللّٰہ وبر کاتہ۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آپ کا خط ملا ،محبت کا شکریہ ۔
۱۔لیکن ھم اپنے اس قول سے ذرہ برابر بھی پیچھے نھیں ہٹےں گے کہ اسلام نے عقل کو مصدر عقیدہ اور ایمان کی بنیاد قرار دیا ھے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا : عقائد یقین کے ساتھ ھونے چاہئیں ھم اس بات کی تصدیق کرتے ھیں اس سلسلہ میں بھی ذرہ برابر عقب نشینی نھیں کریں گے چاھے اس کے نتائج ھمارے حق میں ھوں یا ھمارے ضرر میں ۔
۲۔ جن احادیث نبوی کے بارے میں ھم نے تو اتر کا ادعا کیا ھے وہ حضرت علی علیہ السلام سے مخصوص ھیناور وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکے بعد وھی شرعی طور پر امام ھیں اور ھم نے تواتر سے مراد تواتر معنوی لیا ھے تواتر لفظی نھیں،کیونکہ وہ تمام احادیث اپنی تمام تر تاکید کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی امامت پر دلالت کرتی ھیں اگرچہ آپ کے نظریہ کے مطابق ان احادیث کی سند احاد (غیر متواتر) ھیں لیکن وہ تمام ایک ھی مطلب(مسئلہ امامت) کی نشان دھی کرتی ھیں ،پس مسئلہ امامت تمام احادیث میں متواتر ھے ۔
۳۔ ھم نے عصمت کی تفصیلی بحث کتاب امامت میں کی ھے لہٰذا بحث عصمت کو مذکورہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ آپ ھمارے نظریہ سے متفق ھوجائیں گے ۔
۴۔ اب رھا آپ کا وہ اعتراض جس میں آپ نے کھا : یہ تعین کھاں سے اور بارہ اماموں سے کس طرح مخصوص کیا کس نے بیان کیا یہ سب کچھ بغیر دلیل کے نھیں ھے ؟
تو ان سب سوالوں کے جواب بھی بحث امامت میں ملاحظہ فرمائیں ۔
۵۔ لیکن وہ اعتراض جو آپ نے خط کے آخر میں کیا کہ (امام) مھدی (ع) کا اعتقاد امور مظنونہ (گمان) میں سے ھے لہٰذا اس پر اعتقاد رکھنا صحیح نھیں ھے ۔
آپ کا یہ اعتراض اس بات کی دلیل ھے کہ آپ نے ھماری کتاب کو غور سے نھیں پڑھا اور اگر آپ دوبارہ اس کتاب کو غور وفکرکے ساتھ ملاحظہ کریں تو آپ ان اصحاب و حفاظ کی فھرست دیکھیں گے جنھوں نے حضرت امام مھدی (عج) کے بارے میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی احادیث بیان کی ھےں اور ان افراد کی فھرست بھی دیکھیں گے جنھوں نے امام مھدی کے بارے میں کتابیں لکھی ھیں یا ان کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ھے،لہٰذا ان علماء کا امام مھدی کے بارے میں احادیث کا بیان کرنا اور ان کی صحت کا اقرار کرنا کیا انسان کو قطع و یقین کی منزل تک نھیں پھوچاتا ؟!
وسلام علی من اتبع الھدی وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد حسن آل یاسین

---

[1] لسان العرب ج۱۲ ص ۲۴ (مادہ أم
[2] سورہ بقرہ آیت ۱۲۴۔
[3] سورہ احقاف آیت ۱۲۔
[4] سورہ فرقان آیت ۷۴۔
[5] سورہ اسراء آیت ۷۱۔
[6] لسان العرب ج۹ص ۸۳، ۸۴، ۸۹(مادہ خلف)۔
[7] سورہ بقرہ آیت ۳۰۔
[8] سورہ ص آیت ۲۶۔
[9] سورہ انعام آیت ۱۶۵۔
[10] سورہ اعراف آیت ۶۹۔
[11] الاحکام السلطانیہ ص ۳۔
[12] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۵۹۔
[13] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۳۔
[14] نظریة الامامة ص ۲۲۔
[15] نظریة الامامة ص ۲۴۔
[16] نظریة الامامة ص ۲۰۔
[17] ھماری کتاب ”مفاھیم اسلامی“میں ”الاسلام دین ودولة“ عنوان پر رجوع فرمائیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[18] ڈاکٹر احمد محمود صبحی کہتے ھیں : ابوبکر وعمر کی خلافت ایک وقتی مسئلہ تھا تاکہ احتمالی فتنہ وفساد رونما نہ ھونے پائے اور ان کی حکومت، کامل نظام کی بنیاد کے لئے نہیں تھی۔ (نظریة الامامة ص ۲۶)

[19] سورہ قصص آیت ۶۸۔

[20] لسان العرب ج۱۲ص ۴۰۳(مادہ عصم)۔

[21] سورہ بقرہ آیت ۲۲۹۔

[22] سورہ طلاق آیت ۱۔

[23] سورہ ھود آیت ۱۸۔

[24] سورہ مریم آیت ۷۲۔

[25] سورہ مریم آیت ۷۲۔

[26] سورہ بقرہ آیت ۱۲۴۔

[27] نظریة الامامة ص ۱۳۵تا ۱۳۹۔

[28] یہ بات قابل توجہ ھے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکی وفات کے بعد انتخاب کے قائل تھے لیکن جناب ابوبکر نے اپنے بعد نص (جناب عمر کی خلافت کی وضاحت) کی توپھر انھوں نے بھی نص کے بارے میں کہنا شروع کردیا اور علت یہ بیان کی کہ عام حالت میں نص ھی کے ذریعہ اپنے بعد والے کو معین کرتے ھیں لیکن چونکہ اس وقت فتح کی جنگ تھی (یعنی مسلمان دوسرے شھروں کو فتح کرنا چاہتے تھے) اور سرکشی وبغاوت کرنے کا خوف تھا (لہٰذا رسول اسلام نے کسی کی خلافت پر واضح بیان نہیں دیا)

[29] سورہ آل عمران آیت ۱۴۴۔

[30] نظریة الامامة ص ۶۲۔

[31] سورہ شعراء آیت ۲۱۴۔

[32] اس روایت کو خلاصہ کرکے نقل کیا ھے، تاریخ طبری ج۲ص ۳۱۹،۳۲۱۔ مطبوع دار المعارف، مصر ۱۹۶۱ء ۔ اور جیسا کہ ڈاکٹر محمد حسین ھیکل نے اپنی کتاب ''حیاة محمد'' ص۱۰۴ کے پہلے ایڈیشن میں اس حدیث کو نقل کیا لیکن دوسرے ایڈیشن میں اس حدیث کوحذف کردیا، قارئین کرام اس حدیث کے مصادر اور سندوں کو کتاب الغدیر ج۲ ص ۲۵۲تا ۲۶۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

[33] صحیح مسلم ج۷ص ۱۲۰، اس حدیث کی سند اور منابع کے سلسلہ میں کتاب الغدیر جلد اول ص۴۸تا ۴۹ وج۳ص ۱۷۲تا ۱۷۶ ملاحظہ فرمائیں۔

[34] سورہ طٰہٰ آیت ۲۹۔

[35] سورہ طٰہٰ آیت ۳۰۔

[36] سورہ طٰہٰ آیت ۳۲۔

[37] سورہ اعراف آیت۲ ۱۴۔

[38] نظریة الامامة ص ۲۲۹۔

[39] ان صحابہ، تابعین علماء ،حفاظ اور رایوں کے اسماء گرامی نیز منابع حدیث کے بارے میں کتاب الغدیر جلد اول مکمل طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

[40] سورہ مائدہ آیت ۳

[41] سورہ مائدہ آیت ۶۷، اس آیت کی شان نزول کے بارے میں تفسیر ''الدر المنثور'' ج۲ص ۲۸۹، فتح الغدیر جلد اول ص ۶۰ اور کتاب الغدیر جلد اول ص ۱۹۶ تا ۲۰۹ میں ذکر شدہ کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

[42] سد الغابہ ج ۴ص۲۸، البدایة والنھایة ج۵ص ۲۰۹، ۲۱۳، اور الغدیر کی پہلی جلد میں بیان شدہ کتابیں۔

[43] سنن ابن ماجہ جلد اول ص ۴۳ ، البدایة والنھایة ج۵ص ۲۱۰، وفیات الاعیان ج۴ص ۳۱۸ ، اور الغدیر کی پہلی جلد میں بیان شدہ کتابیں۔

[44] اس آیت(سورہ مائدہ آیت۳) کی شان نزول کے بارے میں تاریخ بغداد ج۸ ص ۲۹۰، الدر المنثور ج۲ ص ۲۵۹، اور الغدیر کی پہلی جلدص۱۲۰تا ۲۱۷ میں بیان شدہ کتابیں۔

[45] تاریخ بغداد جلد ۸ص ۲۹۰، البدایہ والنھایة ج۵ ص ۲۱۰، اور الغدیر کی پہلی جلد میں بیان شدہ کتابیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[46] نظرية الامامة ص ۲۲۱۔
[47] نزهة المجالس ج۲ص۴۷۲۔
[48] منهاج السنة ج۴ص۲۱۰۔
[49] تعیین امامت کے سلسلہ میں حدیث نبوت کوگذشتہ حوالوں کے علاوہ ارشاد مفید، المناقب شہر آشوب السروی، فصول المہمہ، ابن صباغ مالکی ،مطالب السؤال ابن طلحہ شافعی، ینابیع المودة قندوزی حنفی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔
[50] شیخ قندوزی وغیرہ نے پیغمبر اکرم سے روایت کی ھے کہ آپ نے فرمایا:
”انا سید النبیین وعلی سید الوصیین وان اوصیاي بعدي اثنا عشر“اس حدیث اور حدیث اثنا عشر کے بارے میں کتاب ینابیع المودة ص ۴۴۷، ۴۸۶،۴۸۷، ۴۸۸، ۴۹۲، ۴۹۳ ملاحظہ فرمائیں۔
[51] صحیح بخاری ج۹ ص ۱۰۱، صحیح مسلم ج۶ص ۳، سنن ترمذی ج۴ ص ۵۰۱، وسنن ابی داؤد ج۲ص ۴۲۱، وجامع الاصول ج۴ص ۴۴۰تا ۴۴۲۔
اس حدیث کے طُرق کے بارے میں حافظ قندوزی کہتے ھیں: صحیح بخاری میں اس حدیث کو تین طریقوں سے بیان کیا گیا ھے اور صحیح مسلم میں نو طریقوں سے، سنن ابی داؤد میں دو طریقوں سے، سنن ترمذی میں ایک طریقہ سے اور حمیدی میں تین طریقوں سے بیان کیا گیا ھے، رجوع فرمائیں ینابیع المودة ص ۴۴۴۔
اضافہ مترجم: یہاں پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ایک ایک حدیث نقل کردینا بہتر ھے تاکہ قارئین کرام ان دونوں حضرات کی نقل کو بھی دیکھ لیں:
,,...عن عبد الملک؛ سمعت جابر بن سمرہ ؛قال: سمعت النبی یقول: یکون اثنیٰ عشرامیرا، فقال کلمة، لم اسمعها،فقال ابی: انہ قال: کلهم من قریش“
صحیح بخاری جلد ۹، کتاب الاحکام، باب۵۲ ”استخلاف“ حدیث۶۷۹۶۔ صحیح مسلم جلد۶، کتاب الاماره، باب۱۱ ” الناس تبع القریش و الخلافة فی قریش“ حدیث۱۸۲۱۔
ترجمہ :-...عبد الملک نے جابر بن سمرہ سے نقل کیا ھے کہ: میں نے رسول خدا سے سنا کہ آپ نے فرمایا: (میرے بعد میرے) بارہ امیر و خلیفہ ھوں گے، جابر کہتے ھیں کہ: دوسرا کلمہ میں نے صحیح سے نہیں سنا جس میں آنحضرت نے ان بارہ خلفاء کے بارے میں بتلایا تھا کہ وہ کس قبیلہ سے ھوں گے، لیکن بعد میں میرے پدر بزگوار نے مجھ سے کہا کہ: وہ جملہ جو اس نے نہیں سنا وہ یہ تھا کہ وہ تمام خلفاء قریش سے ھوں گے۔
مسلم نے بھی اس حدیث کو آٹھ سندوں کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کیا ھے، اور ا ن میں سے ایک حدیث میں اس طرح آیا ھے:
”جابر بن سمرہ؛ قال: انطلقتُ الی رسول اللّٰہ ومعی ابی، فسمعتہ، یقول: لایَزَالُ ہذَا الدین عَزِیزاً مَنِیعاً اِلیٰ اِثْنیٰ عَشَرَ خلیفةً قال کلمة ،صَمَّنِیْہَا الناسُ، فقلتُ لابی ما قال؟ قال :کلهم من قریش“ ، صحیح مسلم جلد ۶ ،کتاب الاماره ،باب۱ حدیث۱۸۲۱،کتاب الاماره کی حدیث نمبر۹۔
ترجمہ:-...جابر بن سمرہ کہتے ھیں کہ: ایک مرتبہ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ خدمت رسول خدا سے مشرف ھوا تو میں نے رسول سے سنا کہ آپ فرما رھے تھے کہ: یہ دین الٰھی بارہ خلفاء تک عزیز اور غالب رھے گا ، اس کے بعد دوسرا جملہ میں نہ سن سکا کیو نکہ صدائے مجلس سننے سے حائل ھوگئی تھی، لیکن میرے پدر بزرگوار نے کہا :وہ جملہ یہ تھا کہ: تمام یہ بارہ خلفاء قریش سے ھوں گے۔ (مترجم)۔
[52] صحیح مسلم ج۶ص۴۔
[53] حلیة الاولیاء جلد اول ص ۶۳۔
[54] الارشاد ، شیخ مفید ص ۳۔
[55] سب سے پہلے مسلمان کو تعین کرنے کے سلسلہ میں کتاب الغدیر ج۳ ص ۱۹۲ تا ۲۰۹ پر رجوع فرمائیں کیونکہ وھاں پر ۶۶/اصحاب اور تابعین کے اقوال نقل کئے ھیں کہ حضرت علی علیہ السلام ھی سب سے پہلے مسلمان ھیں۔
[56] جناب فاطمہ زھرا (ع) آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی اکلوتی بیٹی تھیں اس سلسلہ میں باب نبوت ص ۲۴۳/ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔
[57] چنانچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پیشن گوئی کی تھی کہ خوارج آپ سے جنگ کریں گے ، مراجعہ کریں تاریخ بغداد ج۸ص ۳۴۰، وج۱۲ص ۱۸۷، والاستیعاب ج۳ص۵۳۔
[58] اس شب میں آپ کی شہادت کے سلسلہ میں مروج الذھب ج۲ ص ۲۹۱، الکافی جلد اول ص ۴۲۵، ارشاد ص ۶ ،اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جیسا کہ طبری نے اپنی تاریخ ج۵ص ۱۴۳ میں بیان کیا ھے کہ عبد الرحمن بن ملجم نے آپ کو ۱۷ وینیا ۱۹ویں کی شب کو ضربت لگائی اور ضربت کے بعد آپ دو دن تک زندہ رھے لہٰذا طبری کی ایک روایت کے مطابق ۲۱ویں شب کو آپ کی شھادت واقع ھوئی۔

[59] نزہۃ المجالس ج۲ ص ۴۷۶۔

[60] سنن ترمذی ج۵ ص ۶۵۶۔

[61] ایضاً ج۵ ص ۶۵۸۔

[62] عقیدۃ الشیعہ ص ۹۰۔

[63] اھل البیت ص ۲۸۰تا ۲۸۲۔

[64] اھل البیت ص ۲۸۲۔

[65] نظریۃ الامامۃ ص ۲۸۲ تا ۳۲۸۔

[66] الولادۃ والوفات از ارشاد ص ۱۹۱ وص ۱۹۷۔

[67] صلح حسن، ص۲۵۹۔

[68] المناقب ج۲ ص ۲۰۸۔

[69] الارشاد ، ص ۲۱۰۔

[70] العواصم من القواصم ص ۲۳۱۔

[71] نظریۃ الامامۃ ص ۳۳۶۔

[72] تاریخ ولادت وتاریخ شھادت ماخوذ از کتاب ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۳۔(تاریخ ولادت مولف نے ارشاد کے مطابق پانچ شعبان بیان کی تھی جبکہ مشھور ومعروف تاریخ ولادت ۳ شعبان ھے(مترجم)

[73] الکامل ج۳ ص ۳۱۱۔

[74] صحیفہ سجادیہ کے درج ذیل صفحات پر رجوع فرمائیں: ص ۲۵، ۳۸، ۵۶، ۸۲، ۱۰۷، ۱۶۹، ۱۹۶، ۲۳۶، ۲۶۱، ۲۶۲، ۳۰۴، اور ص ۳۰۸۔

[75] تاریخ ولادت وشھادت نقل از کتاب ”الارشاد“ شیخ مفید ص ۲۷۰۔

[76] اس سلسلہ میں مزید آگاھی کے لئے کتاب ”المحاسن والمساوی ،بیہقی، ص ۲۳۲تا ۲۳۶تک مراجعہ فرمائیں۔

[77] تاریخ ولادت وشھادت بنقل از الارشاد ص ۲۷۹۔

[78] المناقب ج۲ ص ۳۲۴۔

[79] الشیعۃ من حیاۃ الصادق جلد اول ص ۸۸۔

[80] یہ دونوں کتاب نجف، قاھرہ ، ایران اور بیروت سے متعد د بار چھپ چکی ھیں۔

[81] رجوع کریں کتاب ”الامام الصادق ملھم الکیمیا “ ڈاکٹر ھاشمی، طبع دوم سوریا ۱۹۵۸ء ۔

[82] مجلہ البلاغ ، سال دوم شمارہ دوم ص ۸۳۔

[83] تاریخ ولادت وشھادت بنقل از الارشاد ص ۲۸۹۔

[84] سورہ آل عمران آیت ۶۱۔

[85] سورہ انعام آیت ۸۴،۸۵ ۔

[86] ولادت وشھادت منقول از الارشاد ص ۳۰۷۔

[87] تاریخ ولادت وشھادت بنابر نقل الارشاد ص ۳۲۵۔

[88] تاریخ ولادت وشھادت نقل از الارشاد ص ۳۳۹۔

[89] یہ رسالہ مکمل طور پر تحف العقول میں نقل کیا گیا ھے ص ۳۴۱تا ۳۵۶۔

[90] تاریخ ولادت وشھادت منقول از الارشاد ۳۵۲۔

[91] تاریخ ولادت وشھادت بنقل از الارشاد ص ۳۶۰۔

[92] پھلی حدیث ینابیع المودۃ ص ۴۴۸، دوسری حدیث صواعق المحرقہ ص ۹۹۔ اس سلسلہ کی مزید احادیث کو سنن ابی داؤد ج۲ ص ۴۲۲ والحاوی ج۲ص ۱۲۴ تا ۱۲۵ ملاحظہ فرمائیں۔

[93] اصول الاسماعیلیہ ص ۸۶،تا ۸۷۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[94] الفتنة الکبریٰ جلد اول ص ۱۳۱، ص ۱۳۴۔
[95] مجلة المجمع العلمی العراقی ج۳ جز اول ص ۵۳۔
[96] وعاظ السلاطین ڈاکٹر علی الوردی۔
[97] الیمین والیسار فی الاسلام ص ۹۶۔
[98] سورہ بینہ آیت ۷۔
[99] تفسیر طبری ج۳۰ ص ۲۶۵، الصواعق المحرقہ ص ۹۶، نہایہ ابن الاثیر ج۳ ص ۲۲۶، الدر المنثور سیوطی ص ۳۷۹۔
[100] سورہ زخرف آیت ۶۱۔
[101] سورہ توبہ آیت ۳۳
[102] اسی کتاب کی فصل امامت پر رجوع فرمائیں۔
[103] اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمکو جناب ابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب صواعق المحرقہ ص۹۹ میں بیان کیا ہے۔
[104] المہدی والمہدویہ ، تالیف ڈاکٹر احمد امین ص ۱۱۰۔
[105] مجلة الجامعة الاسلامیہ شمارہ ۳ص ۱۶۱تا۱۶۲۔
[106] ادب الشیعہ ص ۱۰۱، اور اسی بات کی تائید ڈاکٹر عبد الحلیم النجار کتاب ''المہدیة فی الاسلام'' کے مقدمہ مینکرتے ہوئے کہتے ہیں: علماء حدیث نے حضرت مہدی کے سلسلہ میں اس قدر روایت بیان کی ہیں جو کہ تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہےں۔
[107] ادب الشیعہ ص ۱۶۔
[108] وعاظ السلاطین ، ڈاکٹر علی الوردی۔
[109] مجلہ التربیہ اسلامیہ سال 14 شمارہ 7 ص 30.
[110] اس کتاب سے ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ ص ۲۷۵ میں روایت نقل کی ہے۔
[111] اس کتاب سے حافظ کنجی شافعی نے اپنی کتاب ''البیان''میں بہت سی روایات نقل کی ہیں۔
[112] اس کتاب کا نسخہ ''عہد مخطوطات عربیہ'' قاہرہ میں موجود ہے۔
[113] اس کتاب کی روایت ''اسعاف الراغبین'' ص ۱۳۹ میں پائی جاتی ہیں اور اس کتاب کے قلمی نسخے ''حلب'' اور ''استنالبول'' میں موجود ہیں ، نیز ہمارے پاس بھی اس کی ایک فوٹو کاپی موجود ہے جو کہ مولف کے سامنے قرائت شدہ نسخہ (موجود در ''حلب'') ؛کے مطابق ہے۔
[114] اس کتاب کا قلمی نسخہ استانبول (ترکیہ) میں موجود ہے۔
[115] اس کتاب کا ذکر خود مولف نے اپنی کتاب ''الائمہ الاثنی عشر'' ص ۱۱۸ میں کیا ہے۔
[116] ان دونوں کتابوں کے قلمی نسخے استانبول میں موجود ہیں، اور ہمارے پاس بھی کتاب برہان کی ایک فوٹو کاپی حرم مکی کتب خانہ سے اخذ شدہ موجودہے۔
[117] پہلی کتاب کا نسخہ ہندوستان میں اور دوسری کتاب کا نسخہ استانبول میں موجود ہے۔
[118] اس کتاب کا قلمی نسخہ استانبول میں موجود ہے۔
[119] مجلة الجامعة الاسلامیہ / شمارہ ۳/ ص ۱۳۱۔
[120] الغدیر ج۲ ص ۱۸۴۔ مطبوعہ نجف اشرف ۱۳۶۵ھ
[121] الغدیر ج۲ ص ۲۲۳۔
[122] دیوان دعبل ص ۴۲۔
[123] دیوان مہیار جلد اول ص ۳۰۰۔
[124] الغدیر ج۴ص ۲۷۹۔
[125] مطالب السوال ج۲ ص ۷۹۔
[126] شرح القصائد السبع العلویات ص ۷۰۔
[127] الائمہ الاثنی عشر ص ۱۱۸۔
[128] دیوان عبد اللہ بن علوی المسمیٰ ''الدر المنظوم ص ۱۸و ۱۴۶۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[129] الصواعق المحرقہ ص ۹۹ نیز مراجعہ کریں المہدی والمہدویہ۔
[130] رجوع کریں کتاب المہدی ص ۹پر ۔
[131] الصواعق المحرقہ ص ۹۹، اسعاف الراغبین ص ۲۴۳، الحاوی ص ۱۲۴۔
[132] سنن ابن ماجہ ج۲ص۱۳۶، فصول المہمہ ص ۲۷۶، ینابیع المودۃ ص ۴۳۵، الحاوی ج۲ص۱۲۴۔
[133] تذکرۃ الخواص ص ۳۷۷،سنن ابی داؤد ج۲ص ۴۲۲، الصواعق المحرقہ ص ۹۸، نور الابصار ص ۱۵۶تا ۱۵۷ والحاوی ج۲ ص ۱۲۹تا ۱۳۷۔
[134] ظاھراً یہ جملہ راوی کا ھے۔مترجم)
[135] سنن ابی داؤد ج۲ص ۴۲۲، الصواعق المحرقہ ص ۹۷، االسعاف الراغبین ۱۳۱، الحاوی ج۲ ص ۱۲۴۔
[136] سنن ابی داؤد ج۲ص ۴۲۲، الصواعق المحرقہ ص ۹۷، نور الابصار ۱۵۷، الحاوی ج۲ ص ۱۲۴تا ۱۲۶ ، اور مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۷۶،ص۴۴۸،۴۳۰،۳۷۷ میں یہ حدیث اس طرح ھے: ”لا تذھب الدنیا اولا تنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی“اسی طرح سنن ترمذی ج۴ص ۵۰۵، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۴۸۸ میں بھی ھے، نیز مراجعہ کریں سنن ابن ماجہ ج۲ ص ۱۳۶۶۔
[137] ینابیع المودۃ ص ۴۸۸، الحاوی ج۲ ص ۱۳۰۔
[138] سنن ابی داؤد ج۲ص ۴۲۲، البیان ص ۶۴، الصواعق المحرقہ ص ۹۷، اسعاف الراغبین ص ۱۳۱،سنن ابن ماجہ ص ۲ ص۱۳۶۸، الحاوی ج۲ ص ۱۲۴تا ۱۲۷ ۔
[139] ینابیع المودۃ ص ۴۴۵، کتاب البیان میں اس حدیث کے ۸۲جملے ھیں جس میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے امام حسین علیہ السلام کے منکب پر ھاتھ رکھ کر فرمایا: ”من ہذا مہدی الامۃ“(یعنی ان کی نسل سے مہدی امت ھوں گے)۔
[140] ینابیع المودۃص ۴۴۵۔
[141] ینابیع المودۃص ۴۴۱۔
[142] ینا بیع المودۃ ص ۴۴۳و اسعاف الراغبین ص ۱۳۹تا ۱۴۰۔
[143] اس سلسلے میں مذکورہ حوالوں کے علاوہ شیخ عبد الحسن العباد کی بحث در مجلہ الاسلامیہ نمبر ۳ ص ۱۲۸ بعنوان عقیدۃ اھل بیت السنۃ وا لاثر فی مھدی المنتظر ۔
[144] الاشاد ص ۳۷۲ ینابیع الموۃ ص ۴۵۱ و ۴۵۲۔
[145] صحیح ترمزی ج ۲ ص ۲۷۰ و الصواعق المحرقہ ص ۹۷۔
[146] تذ کرۃ الخواص ص ۳۷۷و صواعق المحرقہ ص۱۲۴، و مطالب السوؤل ج ۲ ص ۷۹،اور نورالابصارص۱۵۴۔
[147] الفصول العشرۃ شیخ مفید ص ۱۳و۱۴۔
[148] الفصول العشرۃ شیخ مفید ص ۱۴۔
[149] الارشاد ص ۳۷۲۔
[150] ارشاد ص ۳۷۲۔
[151] مطالب السئوول ج ۲ ص ۷۹ ۔
[152] تذکرۃ الخواص ص ۳۷۷۔
[153] البیان ص ۱۰۲تا۱۱۲۔
[154] وفیات الاعیان ج۳ ص ۳۱۶۔
[155] الوافی بالوفیات ج۲ ص۳۳۶۔
[156] الصواعق محرقہ ص ۱۲۴۔
[157] الفصول المھمۃص۲۷۴۔
[158] الائمہ الاثنیٰ عشر ص ۱۱۷۔
[159] تحفۃ الطالب ص ۱۷(خطی نسخہ در مکتبہ حرم تحت رقم ۳۳تاریخ دھلوی ۔)
[160] اسعاف الراغبین ص ۱۴۰۔
[161] ینابیع المودۃ ص۴۵۰تا۴۵۱۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[162] سبائک الذهب ص۷۸۔
[163] نور الابصار ص ۱۵۴۔
[164] اس سلسہ میں ڈاکٹر احمد امین صاحب کا قول (اپنی کتاب المهدی والمهدویہ ص۱۰۸میں) کتنا عجیب ھے ، وہ کہتے ھیں ابن خلدون کا عقیدہ یہ ھے کہ اگر خبر واحد کی تائید عقل کے ذریعہ ھورھی ھے تو اس کو قبول کیا جائے گا، اور خبر کثیرہ کو چھوڑنا ضروری ھے اگر عقل ان کی تائید نہ کرے ،اسی وجہ سے اس نے مھدی و مھدویت کا انکار کیا کیوں کہ یہ سب کچھ حکم عقل کے خلاف ھے ۔
[165] حافظ گنجی شافعی کی کتاب ”البیان “ ص ۱۰۲تا ص۱۱۳پر رجوع فرمائیں ۔اس طرح شیخ قندوزی حنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ ص ۴۴۸ میں یہ روایت نقل کی ھے کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ھے کہ رسول اسلام (ص) نے ارشاد فرمایا : ”علی میرے وصی ھیں اور انھی کی نسل سے القائم المنتظر المھدی ھونگے جو ظلم و جور سے بھری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، قسم اس پروردگار کی جس نے مجھے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا کہ جو لوگ ان کی امامت کو ان کی غیبت کے زمانہ میں قبول کرلیں گے تو ان کے لئے باعث عزت و احترام ھے، یہ سن کر جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ھوئے اور عرض کیا : یا رسول اللہ ! کیا آپ کے قائم کے لئے غیبت ھوگی؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمنے فرمایا : قسم بخدا،ھاں ۔
[166] سورہ آل عمران آیت ۱۴۱
[167] ینابیع المودۃ ص۴۸۸۔
[168] ینابیع المودۃ ص ۴۹۵۔
[169] الحادی ج ۲ ص ۱۵۲۔
[170] ڈاکٹر احمد امین امام مھدی کے سلسلے میں کہتے ھیں کہ شیعہ معتقد ھیں کہ امام مھدی غائب ھے اور اپنے شیعوں اور تابعین کو ہدایت کرتے ھیں تاکہ ان سے مظالم سے دور رھیں اور وہ پردہ کے پیچھے سے امرو نھی کرتے ھیں المھدی والمھدویہ ص ۱۰۹تا ۱۱۹ ۔
[171] سورہ صافات آیت ۱۴۳تا ۱۴۴۔
[172] سورہ کہف آیت ۲۵۔
[173] سورہ بقرہ آیت ۲۵۹۔
[174] قرآن مجید کی ان تمام واضح آیات کے بعد بھی ڈاکڑ احمد امین صاحب کہتے ھیں کہ انسان کے لئے ممکن نھیں ھے کہ وہ اتنی طولانی عمر مخفی رھے یا زندہ رھے مگر یہ کہ خدا وند عالم اس پر حکم موت جاری کرے لیکن یہ کہ ان لوگوں کے گمان کے ذریعہ جنھوں نے اپنی عقل کو کھو دیا ھو (المھدی و المھدوية ص ۹۶)
[175] سورہ نجم آیت ۳تا ۴۔
[176] سورہ حشر آیت ۷۔
[177] مجلۂ مقتطفہ سال ۵۹/ حصہ سوم۔
[178] اگرچہ محال کہنا صحیح نھیں ھے بلکہ بعید کہنا صحیح ھے کہ انسان کو زندہ رکھنا بعید نھیں ھے۔
[179] برنارڈ شو ، عباس محمود العقاد/ سلسلہ اقراء/ شمارہ ۸۹ ص ۱۲۴تا ۱۲۵۔
[180] برنارڈ شو ، عباس محمود العقاد/ سلسلہ اقراء/ شمارہ ۸۹ ص ۱۲۴تا ۱۲۵۔
[181] علامہ موصوف کی یہ کتاب پہلے الگ الگ حصوں میں چھپی تھی بعد میں ان کو ایک جگہ جمع کرکے چھاپا گیا ھے۔(مترجم)
[182] سورہ انعام آیت ۱۴۸۔
[183] سورہ کہف آیت ۱۵۔
[184] سورہ نساء آیت ۱۵۷۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قیامت

[1]
”کافروں کا خیال یہ ھے کہ یہ لوگ دوبارہ نہ اٹھا ئے جائیں گے (اے رسول) تم کہہ دو، وھاں اپنے پروردگار کی قسم تم ضرور اٹھا ئے جاؤ گے پھر جو جو کام تم کرتے رھے اس بارے میں تم کو ضرور بتادیا جائے گا اور یہ تو خدا پر آسان ھے“
[2]
”(اے رسول)تم کہہ دو کہ خدا ھی تم کو زندہ (پیدا)کرتا ھے اوروھی تم کو مارتا ھے پھر وھی تم کو قیامت کے دن جس (کے ھونے)میں کسی طرح کا شک نہیں“

مقدمہ
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و السلام علی خیرخلقہ محمد وآلہ الطیبین الطاھرین۔
یہ وہ عظیم اسلام ھے جس نے اپنے احکامات و تکالیف نوع بشریت کے حوالے کئے ھیں اور اپنے تمام احکامات میں یا تو کسی فعل کو طلب کیا ھے یا اس فعل کے ترک کرنے کے لئے کہا ھے اسی طرح اپنے تمام اھداف و مقاصد میں جتنے بھی رابطے پائے جاتے ھیں چاھے اس شخص کامعاشرہ سے رابطہ ھو یا معاشرہ کا افراد سے رابطہ ھو یا ان تمام کا حکومت سے رابطہ ھو یا حکومت کا اپنے تمام شعبہ جات سے رابطہ ھو، اس کے بعد (ان تمام رابطوں سے بڑھ کر)انسان کا اپنے پروردگار سے رابطہ کس طریقہ سے ھو یا کس طریقہ سے خدا کی عبادت کی جائے اور اس کا تقرب حاصل کیا جا سکے۔
اس ھمیشہ باقی رہنے والے ا سلام نے اپنی تمام تر تعلیمات احکام،فرائض اور نظم و ضبط کے باوجود کیااس نے ایک مسلمان کو عملی میدان میں آزادی کا اختیار دیا ھے؟کہ اگر وہ چاھے تو عمل کرے اور نہ چاھے تو عمل نہ کرے؟
یا اس کو ملزَم اور مجبور کر دیا گیا کہ احکامات و تکالیف پر ھر حال میں عمل کرے اور کسی بھی صورت میں ان سے غفلت نہ کرے، کیونکہ اگر ان فرائض و احکام کی مخالفت کرے گا تو مستحق عقاب ھوگا ۔
اور جب ایک مسلمان کے لئے ان تمام احکام پر مکمل طریقہ سے عمل کرنا ضروری ھے، تو کیا صرف ان مخالفتوں پر عذاب وعقوبت ھوگی جس کا علم حاکم وقت کو ھوجائے اور وہ اس کے لئے قانون کے معین شدہ عقوبت کو اس پر جاری کرے اور بس؟
لیکن وہ جرائم اور مخالفتیں جو مخفی طورپر انجام پاتی ھیں تو اس صورت میں تو کسی حاکم کو معلوم نہیں ھوتا تو کیا ان مخالفتوں پر کوئی عقاب نہیں ھوگا؟!
تو اس بارے میں کیا نظریہ ھے جس میں مخالفت اور قانون شکنی پر کوئی بھی دیکھنے والا نہیں ھوتا تاکہ اس کو اس کے جرائم کی سزا دلاسکے، لہٰذا یہ بات ثابت ھوجاتی ھے کہ یہ خدا کے اوامر واحکامات کی مخالفت ھے مثلاً انسان کا نمازنہ پڑھنا یا روزہ نہ رکھنا۔
اور جن مخالفتوں پر مجرم پر حد جاری ھوتی ھے یا اس کو دیت دینا پڑتی ھے تو کیا ان میں خداوندعالم کا حق بھی ھوتا ھے ”جس پر قانون وضعی کی اصطلاح مینعام حق کا اطلاق ھوتا ھے“ یا فقط مجرم پر حد جاری ھونے سے مجرم بالکل بری الذمہ ھوجاتا ھے؟
اور یہ مسلمان جو خدا کی خلوص کے ساتھ اطاعت کرتا ھے اور بہت سی لذات وشھوات اور رغبات کو اپنی اوپر حرام کرتا ھے تاکہ خدا کے احکام کی پابندی کرتے ھوئے اس کا تقرب حاصل کرے ، جیسا روزہ دار جس کو بھوک وپیاس کا احساس ھوتا ھے لیکن خدا کی اطاعت میں روزہ بجالاتا ھے، یا جس طرح کوئی سامان کا بیچنے والا اگر وہ چاھے تو کم تول سکتا ھے یا کسی چیز میں ملاوٹ کرسکتا ھے ، لیکن خدا کی اطاعت کی خاطر یہ کام نہیں کرتا، یا اسی طرح کی دوسری مثالیں، جن میں انسان مخفی طریقہ سے کوئی حرام کام کرسکتا ھے لیکن خدا کی رضا کے پیش نظر اس کو انجام نہیں دے سکتا۔
چنانچہ یہ مسلمان جو اپنے نفس پر اتنی چیز وں کو صرف خدا کی خوشنودی کے لئے حرام قرار دیتا ھے، تو کیا اس کا ثمر ہ صرف یہ ھے کہ اس نے خدا کی اطاعت کرلی اور بس ، مرحبا،! یعنی اس کے بعد کوئی ثواب وجزا نہیں، یا اس کے بعد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انسان کے لئے اس کا معاوضہ ملے گا جو اس نے اس دنیا میں رہ کر بہت سی چیزوں سے پرھیز کیا ھے اس کے بدلہ میں اس کو روزقیامت اتنااجر ملے گا کہ اس کا کوئی گھاٹا نہیں ھوگا، بلکہ اس کا بدلہ کھیں زیادہ ملے گا ۔
اور جبکہ اس کو یہ معلوم ھے کہ اس کو ان تمام چیزوں کے بدلے میں اتنا سب کچھ ملے گا تو وہ یہ کام اطمینان اور سکون کے ساتھ انجام دے سکتا ھے ، اور اس راہ میں آنے والی تمام روکاٹوں کا مقابلہ کرنے کےلئے دلی طور پر آمادہ رھے گا۔
اور جب یہ بدلہ صحیح ھے جیسا کہ ھم نے ابھی اشارہ کیا تو یہ کب ھوگا اور کس طرح؟
تو پھر ضروری ھے کہ انسان اپنی زندگی گذارنے کے بعد اس منزل پر پہنچے جھاں اس کو اطاعت کے بدلے میں انعام واکرام ملے اور معصیت نافرمانی کے بدلے میں عقوبت و عذاب ملے۔
تو پھر انسان کے مرنے کے بعد ایک ایسے دن کا آنا ضروری ھے کہ جب اس کوحساب اور قضاوت کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے تاکہ معلوم ھوجائے کہ یہ شخص اپنے گذشتہ کاموں کی بنا پر مستحق ثواب وجزا ھے یا مستحق عذاب وسزا۔
لیکن یھاں پر پھونچنے کے بعد یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ کیا یہ سب ممکن ھے؟ اور اس کی کیا دلیل ھے؟ اور کیا کوئی عقلمند انسان اس بات کو قبول کرسکتا ھے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ھے؟ تا کہ اس کا حساب وکتاب ھوسکے اور اس کے ثواب وعذاب کے بارے میں طے کیا جاسکے؟!
قارئین کرام ! ھم نے انھیں تمام باتوں کی تفصیل بیان کرنے کے لئے اس حصہ کو مرتب دیا ھے تاکہ ھم اپنے قارئین کے سامنے ان مسائل کی تھوڑی تفصیل بیان کریں، البتہ ھم مطالب کو آسان عبارت میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے او رفلسفی اور دقیق اصطلاحوں سے پرھیز کریں گے تاکہ مطالب کماحقہ آپ حضرات تک پھونچ سکیں، اور آپ حضرات کی فکر روشن ھوجائے۔
ھمیں امید ھے کہ ان صفحات میں اپنے مقصد کو کما حقہ آپ تک پھونچائیں اور پیچیدہ مسائل کی توضیح وتفسیر بیان کرینتاکہ آپ حضرات تک اسلامی حقائق پھونچ جائیں۔
اوریہ بات بھی عرض کردینا ضروری ھے کہ: ھمارے قارئین کرام ھم سے یہ چاھیں (جبکہ ھم اصول دین کی اس اھم اصل (قیامت) کے بارے میں گفتگو کریں گے) کہ آپ کی بحث صرف عقلی ھونی چاہئے تاکہ نقض وبررسی کی جاسکے اور وہ بھی فلسفی روش کے مطابق تاکہ اس میں قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ھو۔
لیکن حقیقت یہ ھے کہ ھم یھاں پر ایک دوسرا طریقہ اختیار کررھے ھیں جو آپ کی خواہش سے تھوڑا مختلف ھے۔
کیونکہ ھم دیکھتے ھیں کہ کلی طور پر قیامت کا مسئلہ ھمارے عقیدہ اور شریعت اسلام کی حدود میں ھے، لہٰذا ھمارے لئے ضروری ھے کہ پھلے ھم قرآن کریم سے کوئی نظریہ اوردلائل پیش کریں اور اس کے بعد قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیارآپ لوگوں کوھوگا یا اس پر اشکال کا بھی اختیار ھوگا، لہٰذا ھم اسی روش کو اختیار کرتے ھیں۔
چنانچہ اس چیز کو ماننے میں کوئی عقلی قباحت نھیں ھے بلکہ یہ تو منطق صحیح کا نتیجہ ھے جس کو ھر شخص قبول کرتا ھے اور اسی عقل کے ذریعہ انسان آہستہ آہستہ اپنے ایمان کو پختہ کرتا ھے او ر اس کو ھر اعتبار سے اپنے لئے مشعل راہ قرار دیتا ھے۔
اورھم خداوندعالم پر ایمان رکھتے ھیں کہ وھی ھماراخالق اور ایجاد کرنے والا ھے، جبکہ اس ایمان پر عقل کے علاوہ اور کوئی دلیل نھیں ھے۔[3]
اسی طرح ھم خدا وندعالم پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کو عادل مانتے ھیں جو ھر طرح کی ھواء نفسی، جھوٹ، ظلم اور برے قصد سے پاک و پاکیزہ ھے۔ [4]
اسی طرح خدا کے ایمان کے ساتھ ساتھ ھم نبوت عامہ (گذشتہ انبیاء کی نبوت) اور نبوت خاتم (نبوت حضرت محمد مصفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) پر بھی ایمان رکھتے ھیں[5]
کیونکہ یہ ایمان کے تینوں مراحل ایسے ھیں جو پھلے مرحلہ پر موقوف ھیں اور انھیں تینوں مراحل کی بنا پر ایک دوسرے مرحلہ کی نوبت آتی ھے جس کو قیامت کھا جاتا ھے، کیونکہ جب پھلے مرتبہ میں خدائے خالق وعادل پر ایمان رکھتے ھیں تو دوسری منزل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمپر ایمان رکھنا ضروری ھے اور تیسرے مرحلہ میں خداکی نازل کردہ کتاب (قرآن کریم) پر ایمان رکھنا ضروری ھوجائے گا، توپھر تعجب کی کوئی بات نھیں کہ اس سلسلہ میں ان احادیث نبوی پر بھی عمل کریں جو خدا کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمپر وحی نازل ھوئی ھےں۔
ان تمام باتوں کے باوجود ھم اس موضوع کو بیان کرنے میں صرف عقلی دلائل وبرھان پر ھی اکتفاء نھیں کریں گے بلکہ ھم یہ بھی بیان کریں گے کہ آیا عقلی طور پر قیامت کا وجود ممکن ھے یا محال؟ اور کیا عقل قیامت کے وجود کا تصور کرسکتی ھے یا نھیں؟ اور کیا یہ عقیدہ کے ساتھ ھم آہنگ بھی ھے یا نھیں ، خلاصہ یہ کہ وجود قیامت کو ثابت کرنے کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لئے قرآن واحادیث اور عقلی دلائل کی روشنی میں بغیر افراط وتفریط کے حق کو بیان کریں گے۔
خداوندعالم کا قول صادق اور سچا ھے جیسا کہ ارشاد ھوتا ھے:
< اللهُ لاَإِلَہَ إِلاَّ ھو لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَرَيْبَ فِيہِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنْ اللهِ حَدِيثًا>[6]
''کوئی خدا نھیں سوائے اس کے وہ تم کو قیامت کے دن جس میں ذرا بھی شک نھیں ضرور راکھٹا کرے گا اور خدا سے بڑھ کر بات میں کون سچا ھوگا''
< وَيَقُولُونَ مَتَى ہَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لاَتَسْتَأْخِرُونَ عَنْہُ سَاعَةً وَلاَتَسْتَقْدِمُونَ >[7]
''اور (الٹے) کہتے ھیں کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ھو تو (آخر)یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ھوگا، (اے رسول) تم ان سے کہہ دو کہ تم لوگوں کے واسطے ایک خاص دن کی میعاد مقرر ھے کہ نہ تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ھو اور نہ آگے ھی بڑھ سکتے ھو۔''
< يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ >[8]
''اور(اس دن کو یادرکھو) جس دن ھر شخص جو کچھ اس نے (دنیا میں) نیکی کی ھے اور جو کچھ برائی کی ھے اس کو موجود پائے گا''
< يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيہِ . وَأُمِّہِ وَأَبِيہِ . وَصَاحِبَتِہِ وَبَنِيہِ . لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْہُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيہِ . وُجُوہٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ . ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ . وَوُجُوہٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْہَا غَبَرَةٌ . تَرْہَقُہَا قَتَرَةٌ>[9]
''اس دن (قیامت) آدمی اپنے بھائی اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنے لڑکوں سے بھاگے گا اس دن ھر شخص (اپنی نجات) کی)ایسی فکر میں ھوگا جو اس کے (مشغول ھونے کے)لئے کافی ھو، بہت سے چھرے تو اس دن چمکتے ھونگے خنداں شادمان (یھی نیکوکار ھیں) اور بہت سے چھرے ایسے ھوں گے جن پر گرد پڑی ھوگی اس پر سیاھی چھائی ھوئی ھوگی (اور یھی کفار بدکار ھیں)''
وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين

محمد حسن آل یاسین
کاظمین، عراق --------

قیامت کی ضرورت
جو شخص موضوع قیامت پر گفتگو کرنا چاھے ،تو اس کے لئے ضروری ھے کہ سب سے پھلے مر حلے میں ''قیامت'' کو غیر تفصیلی طور سے ثابت کرے تاکہ اس کی ضرورت اور اس کے یقینی ھونے پرعقیدہ رکھے ،نیز اس ضرورت اور یقینی ھونے کے اسباب کو تلاش کرے اور اس کی ضرورت پر دینی دلائل قائم کرے۔
اور جب اس ضرورت(معاد) کو انسان دلیل و برھان سے ثابت کر لیتاھے تو ایک دوسری بحث کا آغاز ھوتا ھے: کہ اس معاد کی جزئیات کیا کیا ھیں، کیونکہ ضرورت معاد وہ بنیادی مسئلہ ھے کہ جس کے بغیر جزئیات معاد کے بارے میں بحث کرنا فضول ھے۔
کیونکہ انسان کسی ٹھوس نتیجہ تک نھیں پھونچ سکتا مگر یہ کہ تدریجی طور پر اس طرح کہ بعد والا مرحلہ پھلے والے مرحلے سے مر تبط ھو اور ان کے درمیان ایک مستحکم رابطہ ھو جس کے ذریعہ حقائق سے پردہ اٹھ جائے اور حقیقت واضح ھوجائے :

۱۔کیا خدا وند عالم امر و نھی کرتا ھے؟
ھمارے لحاظ سے ھر عقل مند انسان اس بات کو سمجھتا ھے کہ خدا وند عالم نے امر و نھی کیا ھے ،کیونکہ انھیں اوامر نواھی کے عظیم مجموعہ کو شریعت اسلام کھا جاتاھے ،
اور اگر ھم قرآن مجید پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو اس بات کی دلیل آسانی سے مل سکتی ھے: جیسا کہ ارشاد خدا وند عالم ھوتا ھے:
[10]
''پا بندی سے نماز اداکرو اور زکوٰۃدیا کرو''
[11]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

”روزہ رکھنا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا ۔“
[12]
”اور لوگوں پر واجب ھے کہ محض خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں“
[13]
”اور جان لو کہ جو کچھ تم (مال لڑکر)لوٹو ان میں کا پانچواں حصہ مخصوص خدا “
[14]
”جو حق جہاد کرنے کا ھے خدا کی راہ میں جہاد کرو “
[15]
”حالانکہ خرید وفروخت کو خدا نے حلال اور سود کو حرام قرار دیا “
[16]
”اس میں شک نہیں کہ خدا انصا ف اور(لوگوں کے ساتھ)نیکی کرنے اور قرابت داروں کو (کچھ)دینے کا حکم کرتا ھے اور بدکاری اور ناشایستہ حرکتوں اور سر کشی کرنے سے منع کرتا ھے“
[17]
”نہ تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت کرے“
[18]
”ایک دوسرے کے مال کی ٹوہ میں نہ رھا کرو“
[19]
”بہتان تو بس وھی لوگ باندھا کرتے ھیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔“
[20]
”بہت سے گمان (بد)سے بچے رھو“
[21]
”ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی خرابی ھے“
ان کے علاوہ اور دیگر آیات کریمہ ھیں جن میں خدا وندا عالم کی طرف سے امر و نہی بیان ھوئے ھیں۔
لہٰذااس وقت ھم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ھیں کہ خدا وند عالم نے امر و نہی کیا ھے ۔

۲۔کیا یہ اوامر و نواھی الزامی ھوتے ھینیا ارشادی؟
یہ مسئلہ علم اصول فقہ میں تفصیلی طور پر ثابت ھو چکا ھے جس کا خلاصہ یہ ھے کہ جو چیز وجوب پر دلالت کرے اور وجوب میں ظاھر بھی ھو اگر مستحب پر دلالت کرنے والے قرینہ سے خالی ھو، اس کو امر کھا جاتا ھے،اورحکم عقل کے ذریعہ اس کا وجوب ھوتا ھے کیونکہ عبد پر مولا کے حکم کی اطاعت کرنا ضروری ھے اور مولا جس کام کا ارادہ کرلے اس کو انجام دینے کے لئے حرکت کرنا ضروری ھے تاکہ عبودیت و مالکیت کا حق ادا ھو سکے۔
جس طرح مسئلہ نھی کا خلاصہ تھا:
نھی بھی الزام پر دلالت کر نے میں امر کی طرح ھوتی ھے اور حرمت میں ظاھر ھوتی ھے اور جب صیغہ نھی کسی ایسے شخص سے صادر ھو جس کی اطاعت واجب ھے تو اس مولیٰ کی وجوب اطاعت ،و حرمت نا فرمانی عقلی طور پر ثابت ھونے کا تقاضا یہ ھے کہ جس کام سے مولیٰ منع فرمائے اس کو انجام دینا جائز نہیں ھے،،[22]
اور کیونکر مذکورہ مطلب صحیح نہ ھو ، جبکہ خدا وند عالم ارشاد فرماتا ھے:
[23]
”جو تم کو رسول دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس سے باز رھو“
[24]
”جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ھیں ان کو اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ(مبادا) ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا ان پر کوئی درد ناک عذاب نازل ھو“
پس ان تما م چیزوں سے ثابت یہ ھوا کہ خدا وند عالم کے اوامر و نواھی مکمل طور پر الزامی (ضروری)ھوتے ھیں ،اور اس میں کسی کو کوئی اختیار و رخصت نہیں ھے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۳۔اگر کوئی ان اوامر و نواھی کی مخالفت کرے تو؟
جیسا کہ ثابت ھو چکا ھے کہ خدا وند عالم نے امر ونھی کیا ھے اور ان اوامر و نواھی پر عمل کرنا ضروری ھے نیز ان کی مخالفت جائز نھیں ھے تو کیا اگر کوئی انسان خدا کے امر و نھی کی مخالفت کرے تو کیا اس پر عقوبت و عذاب (مادی معنی میں)ھونا چاہئے یا نھیں ؟یا ان کی مخالفت پر معنوی آثار مرتب ھوں گے؟
اس سوال کے جواب میں ھمارے لئے کافی ھے کہ ھم چند قرآنی آیات کا مطالعہ کرینتاکہ خدا وند عالم کی مخالفت کا نتیجہ معلوم ھو سکے۔
ارشاد خداوندی ھوتا ھے:
[25]
''اور ان میں سے جس نے ھمارے حکم سے انحراف کیا اسے ھم (قیامت میں)جہنم کے عذاب کا مزا چکھائیں گے''
[26]
''(اے رسول)تم کھو کہ اگر میں نافرمانی کروں تو بیشک ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب سے ڈرتا ھوں''
[27]
''اور بہت سے بستیوں (والے)نے اپنے پروردگار اور اس کے رسولوں کے حکم سے سر کشی کی تو ھم نے ان کا بڑی سختی سے حساب لیا اور انھیں بُرے عذاب کی سزا دی''
[28]
''آخر تمھیں دوزخ میں کون سی چیز (گھسیٹ)لائی وہ لوگ کھیں گے کہ ھم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے''
[29]
''جن لوگوں نے ظلم کیا ان پر درد ناک عذاب سے افسوس ھے''
پس مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ بات ثابت ھوتی ھے کہ خدا وند عالم کے اوامر و نواھی جس کو شریعت اسلام کھا جاتا ھے؛ کی مخالفت پر (ابدی)عذاب ھوتا ھے۔
۴۔کیا خدا وند عالم کے وعدوعید حقیقی ھیں یا صرف لوگوں کو اطاعت پر تحریک کرنے کے لئے ؟
بعض لوگ یہ کہتے ھیں کہ خدا وند کریم کا قرآن مجیدمیں بار با ر اس بات کا ذکر کرنا کہ انسان کو مرنے کے بعد قیامت میں اٹھا یا جائے گا اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بہشت میں اور برے اعمال کرنے والوں کو جہنم مینبھیجا جائے گا،یہ وعد و وعید صرف لوگوں کی ترغیب اور تحریک کے لئے ھیں ۔تاکہ لوگ خدا کی اطاعت کریں اور اس کی نا فرمانی نہ کریں جب کہ در حقیقت ان میں کوئی انعام یا عذاب نھیں ھے گویا اس قول کا کہنے والا یہ عقیدہ رکھتا ھے کہ یہ مادی جسم چونکہ موت کے بعد ختم ھو جاتا ھے اور اس کا دوبارہ اپنی حالت پر پلٹنا محال ھے کیونکہ جو چیز ختم ھو جاتی ھے دوبارہ واپس نھیں پلٹ سکتی ۔لہٰذامادی معنی کے لحاظ سے انعام و جزا اور عذاب کا تصور ھی نھیں پایا جاتا۔گویا یہ وعدہ وعید صرف ایک (دھمکی)ھوتی ھے جس میں حقیقت کچھ نھیں ھوتی۔
جب کہ حقیقت یہ ھے کہ ھم قرآن کریم میں پڑھتے ھیں(اور خدا وند عالم نے قرآن کریم کو عر بی زبان میں واضح طور پر نازل کیا ھے)اور ھم عربی زبان کو جانتے ھیں اور اس کے مورد استعمال نیز اس کے الفاظ کی دلالت سے بھی با خبر ھیں ۔چنانچہ ھم کوئی ایسا جواز نھیں پاتے جس سے الفاظ کو اس کے ظاھر کے خلاف حمل کریں حالانکہ خلاف ظاھر پر دلالت کرنے والے قرینہ سے خالی ھو۔
اور جب قرآن مجید میں استعمال شدہ الفاظ کے ذریعہ کسی کو مخاطب کیا گیا ھو اور اس میں کوئی ایسا قرینہ بھی نہ ھو جس سے اس کی تاویل کی جاسکے تو پھر اس کو اس کے حقیقی معنی میں ھی استعمال کیا جائے گا ،اور ھمیں ذرہ برابر بھی اس کو مجاز ،مبالغہ اور جھوٹے وعدوں پر حمل کرنے کا حق نھیں ھے۔
قارئین کرام ! ھم آپ کے سامنے ایسی آیات قرآنی کو بیان کرینگے جن میں حشر و نشر اور قیامت پر واضح طور پر تائید کی گئی ھے اور ایسی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ھے جس میں کسی قسم کی تاویل اور تقیید کی کوئی گنجائش نھیں ھے ،اور جن میں ذرہ برابر بھی ھیرا پھیری نھینکی جاسکتی۔
چنانچہ ارشاد خدا وندی ھے:
[30]
''جس طرح ھم نے (مخلوقات کو)پھلی بار پید ا کیا تھا (اسی طرح)دوبارہ (پیدا)کر چھوڑیں گے(یہ وہ)وعدہ (ھے جس کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرنا)ھم پر (لازم)ھے اور ھم اسے ضرور کر کے رھیں گے''
[31]
''اس نے ان(کے موت)کی ایک میعاد مقرر کر دی ھے جس میں ذرا بھی شک نھیں ''
[32]
''اور ھم ان سبھونکو اکٹھا کریں گے تو ان میں سے ایک کو نہ چھوڑیں گے''
< وَوُضِعَ الْکِتَابُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمّآ فِیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ یَا وَیْلَتَنَا مَالِ ھٰذَا الْکِتَابِ لَایُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَلَا کَبِیْرَۃً اِلَّا اَحْصَاھَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لاَ یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا>[33]
''اور(لوگوں کے اعمال کی)کتاب (سامنے رکھی جائے گی)تو تم گناہگار وں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا)ھے (دیکھ دیکھ کر)سھمے ھوئے ھیں اور کہتے جاتے ھیں ھائے ھماری شامت یہ کیسی کتاب ھے کہ نہ چھوٹے ھی گناہ کو بے قلمبند کئے چھوڑتی ھے نہ بڑے گناہ کو اور جو کچھ ان لوگوں نے (دنیامیں) کیا تھا وہ سب (لکھاھوا)موجود پائیں گے اور تیرا پرور دگار کسی پر (ذرہ برابر)ظلم نھیں کرے گا''
[34]
''پھراس کے بعد یقیناً تم سب لوگوں کو(ایک نہ ایک دن) مرنا ھے اس کے بعد قیامت کے دن تم سب کے سب قبروں سے اٹھائے جاؤگے''
[35]
''کیا تم یہ خیال کرتے ھو کہ ھم نے تم کو (یونھی) بیکار پیدا کیا اور یہ کہ تم ھمارے حضور لوٹا کر نھیں لائے جاؤگے ''
[36]
''اے ھمارے پروردگار بیشک تو ایک نہ ایک دن جس کے آنے میں شبہ نھیں لوگوں کو اکٹھا کرے گا(تو ھم پر نظر عنایت رھے)بیشک خدا اپنے وعدے کے خلاف نھیں کرتا ''
[37]
''(پھر ھم پوچھیں گے) کہ کیوناے گروہ جن و انس کیا تمھارے پا س تم ھی میں کے پیغمبر نھیں آئے جو تم سے ھماری آیتیں بیان کریں اور تمھیں تمھارے اس روز (قیامت)کے پیش آنے سے ڈرائیں، وہ سب عرض کریں گے(بیشک آئے تھے)ھم خود اپنے اوپر آپ اپنے (خلاف) گواھی دیتے ھیں (واقعی)ان کو دنیا کی(چند روزہ)زندگی نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا''
[38]
''بیشک فیصلہ کا دن مقرر ھے''
[39]
''وہ دن بر حق ھے تو جو شخص چاھے اپنے پروردگار کی بارگاہ (اپنا) ٹھکانا بنائے''
[40]
''اور جس شخص نے جیسا کیا ھو اسے اس کا پوراپورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ لوگ کرتے ھیں وہ اس سے خوب واقف ھے''
[41]
''اور کفار کہنے لگے کہ ھم پر تو قیا مت آئے گی ھی نھیں (اے رسول)تم کہہ دو ھاں(ھاں)مجھ کو اپنے اس عالم الغیب پروردگار کی قسم ھے جس سے ذرہ برابر(کوئی چیز)نہ آسمان میں چھپی ھوئی ھے اور نہ زمین میں کہ قیامت ضرور آئے گی اور ذرہ سے چھوٹی چیز اور ذرہ سے بڑی (غرض جتنی چیزیں ھیں سب)واضح و روشن کتاب(لوح محفوظ)میں محفوظ ھیں تاکہ جن لوگوں نے اچھے کام کئے ان کو خدا جزاء خیر دے، یھی وہ لوگ ھیں جن کے لئے (گناھوں کی)مغفرت اور (بہت ھی)عزت کی روزی ھے ''
[42]
''اور یہ کفار خدا کی جتنی قسمیں ان کے امکان میں تھیں کھا (کر کہتے)ھیں کہ جو شخص مرجاتا ھے پھر اس کو خدا دوبارہ زندہ نھیں کرے گا (اے رسول کہدوکہ)ھاں ضرور ایسا کرے گا)اس پر اپنے وعدہ کی وفا لازم و ضروری ھے مگر بہتیرے آدمی نھیں جانتے ھیں(دوبارہ زندہ کرنا اس لئے ضروری ھے)کہ جن باتوں پر یہ لوگ جھگڑ ا کرتے ھیں انھیں ان کے سامنے صاف و واضح کر دے گا اور تاکہ کفار یہ سمجھ لیں کہ یہ لوگ (دنیامیں)جھوٹے تھے''

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[43]

''اور تمهیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیا هے پهر تمهیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیا چیز هے، اس دن کوئی شخص کسی کی بهلائی نہ کر سکے گا اور اس دن حکم صرف خدا هی کا هوگا''

پس نتیجہ بحث یہ هوا :

۱۔خدا وندعالم امر و نهی کرتا هے۔

۲۔ اس کے امر ونهی الزامی هوتے هیں ۔

۳۔ان اوامر و نواهی کی مخالفت موجب عقوبت هوتی هے۔

۴۔اسی عقوبت کے حقیقی (مادی)معنی هیں اور صرف ڈرانے کے لئے نهیں هیں ۔

لہٰذاهم کہتے هیں کہ ان تمام مطالب کے پیش نظر قیامت کا هونا ضروری هے اور ایک مسلمان پر قیامت کا ایمان رکهنا اس کو ضروری اور قطعی ماننا ضروری هے۔

اور اسی بات پر مذکورہ تما م آیات دلالت کرتی هیں، کیونکہ انهیں آیات میں وضاحت کی گئی هے کہ قیامت وہ چیز هے ''جس میں کوئی شک نهیں''اور یهی(یوم الحق)هے جس میں ایک ساعت بهی کم و زیادتی نهیں هو سکتی ،اوراس قیامت کا مقصد حساب و کتاب هے کیونکہ هر انسان کو اس کے اعمال کی بنا پر جزا یا سزا دی جائے گی۔

انهیں آیات میں وضاحت کی گئی هے کہ:

< لَایُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَلَا کَبِیْرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا>[44]

''نہ چهوٹے گناہ کو بے قلمبند کئے چهوڑتی هے نہ بڑے گناہ کو''

انهی آیات میں موجود هے:

[45]

''هر شخص جو کچه اس نے (دنیامیں) نیکی کی هے اور جو کچه برائی کی هے اس کو موجود پائے گا''

اور انهیں آیات کی بنا پر مجرمین ''مشفقین مما فیہ''دکهائی دیتے هیں ۔

پس خدا وند عالم کا وعدۂ قیامت ''حق '' هے اور خدا سے زیادہ کون صادق الوعد هو سکتا هے، اور جولوگ گمان کرتے هیں:

(وہ مبعوث نهیں کئے جائیں گے)اور کہتے هیں کہ قیامت نهیں آئے گی وہ کافر اور جهوٹے هیں۔

[46]

''اس دن کو جهٹلانے والوں کی خرابی هے جو لوگ روز جزا کو جهٹلاتے هیں حالانکہ اس کو حد سے نکل جانے والے گنہگار کے سوا کوئی جهٹلاتا۔''

اور جب گفتگو اس نتیجہ پر پهونچ چکی هے تو ضروری هے (تاکہ بحث کے تمام پهلؤں پر گفتگو هو جائے)کہ هم غور و فکر اور یقین کے ساته یہ بات طے کر یں قیامت کے دن کیا چیزپلٹائی جائے گی؟

کیا وہ فقط ''روح''هے جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان هے کہ روح کا جسم میں پلٹنا محال هے؟

یا فقط''جسم''هے جیسا کہ جناب جبائی اور ان کے پیر و کار افراد کا نظریہ هے کیونکہ ان کا نظریہ یہ هے کہ روح هی جسم هے؟

یا جسم کے ساته روح بهی جیسا کہ اکثر علماء اسلام کا عقیدہ هے۔

اس موضوع سے متعلق آیاتِ قرآنی کے سیاق سے ذہن میناس بات کا تبادر هوتا هے کہ قیامت میں ایسے زندہ جسم کے ساته اٹها یا جائے گا جو لذتِ نعمت اور دردِ عذا ب درک کر سکے ،یعنی ''جسم کے ساته روح''جس میں تمام عضوو تمام صفات و خصوصیات موجود هوں گے۔قرآن مجید کی مذکورہ آیات اپنی تمام وضاحت کے ساته اپنے مقصود و معنی کو بیان کرتی هیں اور کسی بهی طرح کی تاویل و قید سے منزہ هے ،اور دلالت کے اعتبار سے بهی اتنی واضح هیں کہ ان میں کسی طرح کی هیرا پهیری نهیں کی جا سکتی ۔

ارشاد خدا وندی هے:

[47]

''اور جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف ہکائے جائیں گے تو یہ لوگ ترتیب وار کهڑے کئے جائیں گے یهاں تک کہ جب سب کے سب جهنم کے پاس جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکهیں اور ان کے(گوشت پوست) ان کے خلاف ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے مقابلہ میں ان کی کارستانیوں کی گواھی دیں گے اور یہ لوگ اپنے اعضاء سے کھیں گے کہ تم نے ھمارے خلاف کیوں گواھی دی؟!! تو وہ جواب دیں گے کہ جس خدا نے ھرچیز کو گویا کیا، اس نے ھم کو بھی (اپنے قدرت سے)گویا کیا، اور اسی نے تم کو پھلی بار پیدا کیا تھا اور (آخر)اسی کی طرف لوٹ کرجاؤ گے اور(تمھاری تو یہ حالت تھی کہ)تم لوگ اس خیال سے (اپنے گناھوں کی)پردا داری بھی تو نھیں کرتے تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے اعضاء تمھارے بر خلاف گواھی دیں گے بلکہ تم اس خیال میں (پھولے ھو)تھے کہ خدا کو تمھارے بہت سے کاموں کی خبر ھی نھیں"

[48]

آج ھم ان کے منھ پر مھر لگا دیں گے اور جو(جو)کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کر رھے تھے خود ان کے ھاتھ ھمیں بتا دیں گے اور ان کے پاؤں گواھی دیں گے"

[49]

"(یاد رھے)کہ جن لوگوں نے ھماری آیتوں سے انکار کیا انھیں ضرورعنقریب جہنم کی آگ میں جھونک دیں گے (اورجب ان کی کھالیں (جل) جائیں گی تو ھم ان کے لئے دوسری کھالیں بدل کر پیدا کر دیں گے تاکہ وہ اچھی طرح عذاب کا مزہ چکھیں"

[50]

"کیا انسان یہ خیا ل کرتا ھے کہ ھم اس کی ہڈیوں کو بو سیدہ ھونے کے بعد (جمع نہ کریں گے ھاں ضرور کریں گے) ھم اس پر قادر ھیں کہ ھم اس کی پور پور درست کریں۔"

قارئین کرام ! مذکورہ آیات کا غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرنا اس بات کی طرف واضح اشارہ ھے کہ قیامت میں انسان کو "جسم و روح"کے ساتھ اٹھایا جائے گا کیونکہ آنکھیں، کان، کھال، منھ، ھاتھ، پیر، ہڈی اور درد عذاب کا احسا س سب کچھ دنیاوی طرح سے ھوگا، اوران تما م چیزوں کے پیش نظر شک و تاویلات کی کوئی گنجائش باقی نھیں ر ہ جا تی۔

قارئین کرام ! ھم مذکورہ آیات میں سے صرف آخری دو آیات کے بارے میں کچھ علمی مطالب بیان کرنا چاہتے ھیں اور یہ وہ حقائق ھیں جن کو خدا وند عالم نے اس وقت بیان کیا جب یہ علمی کشفیات نھیں تھے،اور ھم ان مطالب کو قرآن کے معجزہ ھونے پر دلیل بھی کہہ سکتے ھیں۔

چنانچہ پھلی آیت میں کفار کو نار جہنم میں جلانے کے بارے میں ارشاد ھوتا ھے:

[51]

"جس وقت جہنم کی آگ انسان کی کھال کو جلائے گی تو ھم اس کھال کو دوبارہ بنادیں گے تاکہ ھمیشہ دردو تکلیف میں مبتلا رھے اورعذاب الیم کا مزہ لیتا رھے"۔

پس یہ ان کی کھال کا تبدیل کرنا کس لئے ؟

اس کی وجہ کو آج کا علم طب بیان کرتا ھے کہ انسان کی کھال میں دردو الم کاشدید احساس پایا جاتا ھے لیکن گوشت اور اندرون اعضاء میں کم احساس ھوتا ھے اسی وجہ سے ایک طبیب کا یہ ماننا ھے کہ اگر انسان کا جسم معمولی طورپر اس طرح جلے کہ فقط کھال تک اس کا اثر جائے تو اس کو بہت شدید درد ھوتا ھے اس کے برخلاف اس کے جس کے بدن کا اندرونی حصہ بھی جل جائے اگر چہ اس میں خطرہ زیادہ ھے لیکن درد و تکلیف کا احساس زیادہ نھیں ھوتا۔

قارئین کرام ! آپ نے خدا وندعالم کی حکمت کو ملاحظہ فرمایا،جب کہ آج کا انسان تر قی کر کے اس نتیجہ پر پھونچا ھے "خداوندعالم عزیز و حکیم ھے"[52]

دوسری آیت :

جس میں قیامت کے منکرین کے اعتقاد کو بیان کیا گیا ھے اور اس کے بعد قیامت کے بارے میں تاکید و اصرار کیا ھے:

[53]

انگلیوں کے سرے (پورے)کیا خاصیت رکھتے ھیں؟

آج کا سائنس کہتا ھے :

"انگلیوں کے سرے گویا ایک عجیب شئی ھے جن میں لکیرینھوتی ھیں اور ان لکیروں کی شکل و صورت ایک دوسرے انسان سے مکمل طور پر مختلف ھوتی ھیں اگر چہ حسب و نسب میں یا خونی رشتہ میں ایک دوسرے کے قریب ھوں پس اس پورے عالم بشریت میں ایک جیسی انگلیوں کی لکیریں رکھنے والے نھیں پائے جاسکتے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سب سے پہلے جب ۱۸۸۴ء میں انسان کی انگلیوں کی لکیروں کے بارے میں تحقیق پیش کی گئی کیونکہ جس وقت بڑی بڑی دور بین بنائی گئی اور ان کے ذریعہ سے اس بات کو ثابت کیا گیا کہ ہر انسان کے لئے جدا جدااور دقیق لکیریں ھیں جو انسان کی انگلیوں کی کھال میں خوبصورتی بھی عطا کرتی ھیں جس کو خدا وند عالم نے اس کی انگلیوں مینقرار دیا ھے۔ اور جو انسا ن کی شخصیت کی نشاندھی کرتی ھیں۔

یہ تمام لکیریں ایسی بناوٹ اور شکل کی ھوتی ھیں کہ ان کے تمام دقیق اجزاء اور تمام مختلف شکل کاغذ پر آجاتی ھیں ،مثلاًانگلیوں پر روشنائی لگاکر ایک کاغذ پر لگانے سے یہ ساری لکیریں واضح طور پر نمایاں ھو جاتی ھیں ، اسی طریقہ سے انگلیوں کے یہ نشانات لوھے ،شیشے یا چکنی لکڑی وغیرہ پر ظاھر ھو سکتے ھیں ،ایک عالمی رپورٹ کے مطابق ۴۰۰ ملین "Million" لوگوں کی انگلیوں کے نشانات میں سے صرف ایک نشان معمولی طور پر ایک دوسرے سے مشابہ پایا گیا ھے ،لیکن وہ بھی دو افراد میں مکمل طور پر ایک دوسرے سے جدا ھے ، کیو نکہ ان دونوں افراد میں جو شباہت پائی گئی ھے وہ مکمل طور پر ایک دوسرے پر منطبق نہیں ھوتی ۔

آج کے زمانہ میں تو دنیا کی اعلیٰ درسگاھوں میں اس موضوع کے لئے خاص شعبہ جات کھل گئے ھیں ،تاکہ انگلیوں کی لکیروں کے بارے میں مکمل طور پر تحقیق کر سکیں اور بعض معاملات اور بعض حوادث اور چوری وغیرہ میں اشخاص کی پہچان کر سکیں ،کیونکہ کسی بھی چیز پر مثلاً اسلحہ کو پکڑنے یا دروازے یا تالے پر ھاتھ لگا نے سے ھاتھوں کے نشانات ان پر منتقل ھو جاتے ھیں ،اور پھران نشانات کو مشینوں کے ذریعہ کاغذپر اتار لیا جاتا ھے اور ان کو بڑا کر کے مزید واضح کیا جاتا ھے تاکہ انھیں نشانیوں کے ذریعہ متھم اور ملزم کی شناخت ھو سکے۔

واقعاً یہ بات بھی عجیب ھے کہ ھاتھوں کی نشانیوں کا یہ عجیب سسٹم ھے کہ یہ ولادت کے وقت سے آخر وقت تک ثابت رہتی ھیں اور ان میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں آتی ،یہاں تک کہ انسان اپنی عمر کے مختلف حصوں سے گذرتا ھوا رشد ونمو کرتا ھے لیکن ان میں کوئی بھی تحریف کوئی بھی تبدیلی نہیں آتی ،گویا یہ ایک بڑی دور بین کے مابین ھیں جو بچپن کی لکیروں کو دیکھ کر جوانی اور بڑھاپے کے عالم کی لکیروں کو اصل کے مطابق بناتی رہتی ھیں۔

در حقیقت یہ بات بھی تعجب آور ھے کہ جب انسان کے ھاتھوں کی لکیریں کسی حادثہ کی بناپر ختم ھوجاتی ھیں یا جل جاتی ھیں تو نظام قدرت کے تحت یہ پھر دوبارہ اپنی اسی پرانی حالت کے مطابق نقشہ بناتی ھیں جو بالکل پرانی شکل سے ملتی ھیں، یعنی ان میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ھوتی۔ چنانچہ اس علم کے ما ھرین نے ان خطوط اور لکیروں کو چار حصوں میں تقسیم کیا ھے:

۱۔فصیلة الخطوط المتقوسة ،(قوس دار لکیریں)

۲۔فصیلة الخطوط المرادیة ۔(جالی ٹائپ کی)

۳۔ فصیلة الخطوط الدوامیة ۔(گول او ردائرہ والی) جو ایک دوسرے پر چڑھی رہتی ھیں جو آہستہ آہستہ اندر کی طرف باھر کی طرف کو پھیلتی بھی ھیں اور یہ وسط میں موجود مر کز میں پائی جاتی ھیں۔

۴۔فصائل المرکبات ،یہ گذشتہ تینوں قسموں سے مل کر بنتی ھے ،اورصرف یھی قسم دوسرے لوگوں سے ملتی جلتی ھوتی ھے،لیکن ان کا پہچاننا مشکل ھوتا ھے۔

المختصر آج کے دور میں جرائم کی دنیا میںان لکیروں کے ذرریعہ بہت سے جرائم کو کشف کرلیا جا تا ھے یہاں تک کہ ہزاروں انکشافات اس الٰھی راز سے ھوتے رہتے ھیں جس کو خداوند عالم نے انسان کی ھاتھ کی انگلیوں کے سرے میں قرار دیا ھے۔

واقعاً اسلام نے پہلے ھی روز جسم میں پو شیدہ اس عظیم راز کی طرف نشاندھی کر دی تھی اور قرآن مجید نے لوگوں کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ ھر انسان کی انگلیوں کے سرے پرخاص لکیریں ھوتی ھیں جو ایک دوسرے سے ذرہ برابر بھی نہیں ملتی ۔[54]

قیامت کا ممکن ھونا اوراس کی دلیل

ھم نے اس بحث کے مقدمہ میں عر ض کیا تھا کہ ھم مسئلہ معاد پر مکمل طور پر عقیدہ رکھتے ھیں اور وھاں پر ھم نے یہ اشارہ بھی کیا کہ قیامت پر ایمان رکھنا خدا وند عالم کے ایمان کانتیجہ ھے کیونکہ وھی تمام مخلوقات کا خالق ھے اور تمام موجودات کی اصل وجہ ھے اور وھی مسبب الاسباب ھے،بغیر اس کے کہ اس کے وجود کے لئے کوئی سبب ھو،یا اس کے وجود کے لئے کوئی مسبب ھو۔ اور جب ھم نے خدا وند عالم کی ذات اقدس پر مکمل ایمان کر لیا اور یہ مان لیا کہ وھی تمام مخلوقات کی علت ھے،اور یہ کہ مادہ اس کی ایک مخلوقات میں سے ھے اگر چہ بعض نے مادہ کو ازلی اور ابدی تصور کیا ھے[55]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لہٰذا انسان حشر ونشر اور قیامت کے عقیدہ سے فرار نہیں کرسکتا ،کیونکہ قیامت کا امکان پایا جاتا ھے اور اس کا واقع ہونا محال نہیں ھے۔
وہ عقل جو فاعل اول پر ایمان رکھتی ھے وہ ایسے راستے کھول دیتی ھے کہ اس فاعل کی ایسی قدرت پر ایمان رکھے جو اس فعل کو دوسری مرتبہ بلکہ ہزاروں مرتبہ انجام دے سکتا ھے اور یہ بات بالکل واضح ھے جس کے لئے مزید وضاحت و استدلال کی ضرورت نہیں ھے لیکن اس چیز کے لئے ھم ایک مثال پر اکتفاء کرتے ھیں کہ وہ شخص جو کوئی ایک چیز بنا سکتا ھے (مثلاً الکٹرونک عقل یا کوئی گاڑی)تو وہ انسان اس چیز کو دوبارہ بنانے کی بھی قدرت رکھتا ھے ،اور اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ھے ،جب کہ ھم یہ بھی عقیدہ رکھتے ھیں کہ صانع اول خدا وندعالم کی ذات ھے۔
اسی طرح ایک گاڑی بنانے والا انجینئر اگراس گاڑی کے چھوٹے چھوٹے ہزاروں مختلف پرزوں کو الگ الگ بھی کردے ،تو وہ پھر بھی اس بات پر قادر ھے کہ اس گاڑی کو ویسی ھی بنادے جس طرح وہ پہلے تھی ،اور کوئی شخص بھی اس سے کوئی دلیل طلب نہیں کرے گا کہ وہ ایسی قدرت کس طرح رکھتا ھے ،کیونکہ جو شخص کسی چیز کو پہلی مرتبہ بنا سکتا ھے وہ اس کو دوبارہ کیا بلکہ سیکڑوں اور ہزاروں بار بنا سکتا ھے۔
بالکل اسی طرح قیامت کے امکان پر بھی دلیل قائم ھو سکتی ھے چنانچہ اس سلسلے میں قرآن مجید نے واضح طورپر حشر ونشر اور قیامت کے عقیدہ کو بیان کیا ھے،لہٰذاھم یہاں پر صاحبان ارباب کے لئے قرآن مجید کی وہ آیات بیان کرتے ھیں جن میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ھے۔ارشاد خدا وندی ھوتا ھے:
< وَقَالُوا أَءِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَءِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا۔ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ۔ أَوْ خَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا قُلْ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ >[56]
”اور یہ لوگ کہتے ھیں کہ جب ھم (مرنے کے بعد سڑ گل کر)ہڈیاں رہ جائیں گے اور ریزہ ریزہ ھوجائیں گے تو کیا از سر نو پیدا کرکے اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟!! (اے رسول)تم کہہ دو کہ تم (مرنے کے بعد)چاھے پتھر بن جاؤ یا لوھا یا کوئی اور چیز جو تمھارے خیال میں بڑی (سخت)ھواور اس کا زندہ ھونا دشوار بھی ھو، وہ بھی ضرور زندہ ھوگی، تو یہ لوگ عنقریب ھی تم سے پوچھیں گے بھلا ھمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا تم کہہ دو کہ وھی (خدا)جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا“
[57]
”اور(بعض)آدمی (ابی بن خلف)تعجب سے کھا کرتے ھیں کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو جلدی سے جیتا جاگتا (قبرسے)نکالا جاؤں گاکیا وہ (آدمی)اس کو نہیں یادکرتا کہ اس کو اس سے پہلے جب وہ کچھ نہیں تھا پیدا کیا“
[58]
”(یہ) وہ دن (ھوگا)جب ھم آسمان کو اس طرح لپیٹینگے جس طرح خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ھے جس طرح ھم نے (مخلوقات کو)پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح) دوبارہ (پیدا)کر چھوڑیں گے (یہ وہ)وعدہ (ھے جس کا کرنا) ھم پر لازم ھے اور ھم اسے ضرور کر کے رھیں گے“
[59]
”خدا ھی نے مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا وھی دوبارہ (پیدا) کرے گا پھر تم سب لوگ اس کی طرف لوٹائے جاؤگے“
[60]
”اور یہ لوگ کہتے ھیں کہ جب ھم (مرنے کے بعد سڑ گل کر)ہڈیاں رہ جائیں گے اور ریزہ ریزہ ھو جائیں گے، تو کیا از سر نو پیدا کرکے اٹھا کھڑے کئے جائیں گے“
[61]
”کیا ان لوگوں نے اس پر بھی نہیں غور کیا کہ وہ خدا جس نے سارے آسمان اور زمین بنائے اس پر بھی (ضرور) قادر ھے کہ ان ایسے آدمی دوبارہ پیدا کرے“
[62]
”اور ھم نے آدمی کو گیلی مٹی کے جوھر سے پیدا کیا ،پھر ھم نے ا س کو ایک محفوظ جگہ (عورت کے رحم میں)نطفہ بنا کر رکھا پھر ھم نے نطفہ کو جما ھوا خون بنا یا ،پھر ھم نے منجمد خون کو گو شت کا لوتھڑا بنایا، ھم ھی نے لوتھڑے کی ہڈیاں بنائیںپھر ھم ھی نے ہڈیوں پر گو شت چڑھایا پھر ھم ھی نے اس کو (روح ڈال کر)ایک دوسری صورت میں پیدا کیا تو (سبحان اللہ)خدابا برکت ھے جو سب بنانے والوں سے بہتر ھے پھر اس کے بعد یقینا تم سب لوگوں کو (ایک نہ ایک

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دن)مرنا ھے اس کے بعد قیامت کے دن تم سب کے سب قبروں سے اٹھائے جاؤگے“
[63]
”تم لوگوں کو(پھلی بار بھی) ھم ھی نے پیدا کیا ھے پھر تم لوگ (دوبارہ کی) کیوں نھیں تصدیق کرتے تو جس نطفہ کو تم (عورت کے)رحم میں ڈالتے ھو کیا تم نے دیکھ بھال لیا، کیا تم اس سے آدمی بناتے ھو؟ یا ھم بناتے ھیں ھم نے تم لوگوں میں موت کو مقرر کر دیا ھے اورھم اس سے عاجز نھیں ھیں کہ تمھارے ایسے او ر لوگ بدل ڈالیں اور تم لوگوں کو اس (صورت)میں پیدا کریں جسے تم مطلق نھیں جانتے اور تم نے پھلی پیدائش تو سمجھ ھی لی ھے (کہ ھم نے کی)پھر تم غور کیوں نھیں کرتے؟“
[64]
”کیا انسان یہ سمجھتا ھے کہ وہ یوں ھی چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ (ابتداً)منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالی جاتی ھے پھر لوتھڑا ھوا پھر خدا نے اسے بنایا پھر اسے درست کیا پھر اس کی دو قسمیں بنائیں (ایک)مرد اور(ایک) عورت ،کیا اس پر قادر نھیں کہ (قیامت میں)مردوں کو زندہ کر دے“
[65]
”کیا ان لوگوں نے یہ نھیں غور کیا کہ جس خدا نے سارے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے ذرا بھی تھکا نھیں ،وہ اس بات پر قادر ھے کہ مردوں کو زندہ کرے ھاں(ضرور) و یقینا ھر چیز پر قادر ھے“
[66]
”کیا ھم نے تم کو ذلیل پانی (منی) سے پیدا نھیں کیا؟! پھر ھم نے اس کوایک معین وقت تک ایک محفوظ مقام (رحم)میں رکھا، پھر(اس کا) ایک اندازہ مقرر کیا، تو ھم اچھا اندازہ مقرر کرنے والے ھیں، اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ھے“
[67]
”کیا آدمی نے اس پر بھی غور نھیں کیا ھم ھی نے اس کو ایک ذلیل نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک (ھمارا ھی)کھلم کھلامقابل (بنا)ھے اور ھماری نسبت باتیں بنانے لگا ھے اور اپنی خلقت (کی حالت)بھول گیا (اور)کہنے لگا کہ بھلا جب یہ ہڈیاں (سڑ گل کر)خاک ھوجائیں گی تو (پھر) کون (دوبارہ)زندہ کر سکتا ھے (اے رسول) تم کہدو کہ اس کو وھی زندہ کرے گا جس نے ان کو (جب یہ کچھ نہ تھے)پھلی مرتبہ حیات دی، وہ ھر طرح کی پیدایش سے واقف ھے“
[68]
”(بھلا)جس (خدا)نے سارے آسمان اور زمین پیدا کئے کیا وہ اس پر قابو نھیں رکھتا کہ ان کے مثل (دوبارہ)پیدا کردے ھاں(ضرور قابو رکھتا ھے)اور وہ تو پیدا کرنے والاواقف کار ھے“
[69]
”تو کیا ھم پھلی بار پیدا کرکے تھک گئے ھیں؟(ھر گز نھیں)،مگر یہ لوگ ازسر نو(دوبارہ)پیداکرنے کی نسبت شک میں پڑے ھیں“
[70]
”سارے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا،لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت یقینی بڑا(کام) ھے مگر اکثر لوگ (اتنابھی) نھیں جانتے“
[71]
”اے لوگو! اگر تم کو (مرنے کے بعد)دوبارہ جی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ھے تو اس میں شک نھیں کہ ھم نے تمھیں (شروع شروع مٹی)سے اس کے بعد نطفہ سے اس کے بعد جمے ھوئے خون سے پھر اس لوتھڑ ے سے جو پورا(سڈول)ھو یا ادھوراھو؛ پیداکیا تاکہ تم پر(اپنی قدرت)ظاھر کر یں (پھر تمھارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ھے)؟! اور ھم عورتونکے پیٹ میں جس (نطفہ)کو چاہتے ھیں ایک مدت معین تک ٹھھرا رکھتے ھیں ،پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ھیں پھر (تمھیںپالتے ھیں)تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، اور تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ھینجو (قبل بڑھاپے کے)مر جاتے ھیں اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ھیں جو ناکارہ زندگی (بڑھاپے)تک پھیر لائے جاتے ھیں تاکہ سمجھنے کے بعدسٹھیاکے کچھ بھی (خاک)نہ سمجھ سکے اور وہ تو زمین کو مردہ (بیکار افتادہ) دیکھ رھا ھے ،پھر جب ھم اس پر پانی برساتے ھیں تو لھلھانے اور ابھرنے لگتی ھے اور ھر طرح کی خو شنما چیزیں اگاتی ھے تو یہ (قدرت کے تماشے اس لئے دکھاتے ھیں تاکہ تم جانو)کہ بیشک خدا بر حق ھے اور (یہ بھی کہ)بیشک وھی مردوں کو جلاتا ھے اور وہ یقینا ھر چیز پر قادر ھے اور قیامت یقینا آنے والی ھے اس میں کوئی شک نھیں اور بیشک جو لوگ قبروں میں ھیں ان کو خدا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دوبارہ زندہ کرے گا“
[72]
”اور (اس وقت ھم یاد دلائیں گے کہ جس طرح ھم نے تم کو پھلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح)تم لوگوں کو (آخر)ھمارے پاس آنا پڑا، مگر تم تو یہ خیال کرتے تھے کہ تمھارے (دوبارہ پیداکرنے کے) لئے کوئی وقت ھی نھیں ٹھھرائیں گے“
اس طرح ھمارے بہترین طریقہ سے یہ واضح ھو جا تا ھے :
[73]
”وہ خدا جس نے سارے آسمان اور زمین بنائے اس پر بھی (ضرور)قادر ھے کہ ایسے آدمی دوبارہ پیدا کرے “
کیونکہ دوسری مرتبہ کسی چیز کا پیدا کرنا یا اس کو دوبارہ بنانا پھلی پیدائش سے مختلف نھیں ھو سکتا ،اور اس کو ھم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ھیں اور اس پر دلیل بھی قائم ھے۔
اور اس مینکوئی شک نھیں ھے کہ نطفہ میں اسی طرح کی صلاحیت ھے کہ وہ نطفہ سے علقہ بنے اور علقہ سے مضغہ بنے ،اور مضغہ سے جنین بنے اور جنین سے بچہ بنے اور پھر جوان ھو جائے اور آخر مینبڑھاپے کی منز ل تک پھونچ جائے ،تو جو خدا ان تمام چیزوں پر قادر ھے، تووہ اس بات پر بھی قادر ھے کہ وہ تخلیق کے ان مراحل کو دوبارہ بھی انجام دے، انسان کے لئے حشر و نشر قرار دے اور ان کو دوبارہ زندہ کرے۔
[74]
” وہ ہڈیوں کو راکھ ھونے کے بعد بھی زندہ کر سکتا ھے“
جیسا کہ اس نے انسان کو اس وقت بھی پیدا کیا جب کچھ نہ تھا۔
کیونکہ خدا وندا عالم کی ذات کے سامنے کوئی تعجب والی بات نھیں ھے کیونکہ اس کی ذات وہ ھے:
[75]
”اس کو وھی زندہ کرے گا جس نے ان کو(جب یہ کچھ نہ تھے پھلی مرتبہ زندہ کیا“
اس کی ذات وہ ھے:
[76]
”آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے ذرا بھی تھکا نھیں“
اورخدا کی ذات ھی وہ ھے :
[77]
”اور وہ تو پیدا کرنے والا واقف کار ھے“
[78]
”وہ خدا(ھر نفس سے)پاک صاف ھے جس کے قبضۂ قدرت مینھر چیز کی حکومت ھے“
[79]
”اور وہ خدا جو سارے جھاں کا پالنے والا ھے“
قارئین کرام ! یہ منطق و فطرت اور وجدان ھے ،جس میں کسی طرح کے شک و شبہ اور بے جا احتمال کی کوئی گنجائش نھیں ھے۔
لیکن اگر کوئی شخص اس ٹھوس حقیقت میں شک کرے بھی تو ھم اس کو قیامت میں شک کرنے والا نھیں کھیں گے ،کیونکہ ھم اس پر اعتراض کریں گے ،کہ اس کا یہ شک اس بات پر دلالت کرتا ھے کہ وہ اپنے ایمان کے دعوے میں کہ” خدا ھی مبداء اول ھے“ سچا نھینھے،اور اس کو اس وقت یہ بھی حق نھیں پھونچتا کہ وہ قیامت کے بارے میں استدلال طلب کرے یا قیامت کا انکار کرے یا قیامت پر یقین نہ کر ے بلکہ اس کے لئے ضروری ھے کہ وہ خلق اول اور خالق اول پر ایمان کے سلسلے میں بحث کرے،کیونکہ قیامت کا مسئلہ (جیسا کہ ھم پھلے بھی کہہ چکے ھیں) ایسے عمل کی تکرار ھے جو خدا وندا عالم نے پھلے انجام دیا ھے کیونکہ اگر کوئی شخص گذشتہ مسئلہ پر یقین و ایمان رکھتا ھے تو پھربعد والے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ھی باقی نھینرہ جاتی۔
مذکورہ مطالب کے پیش نظر کوئی یہ اعتراض کر سکتا ھے کہ قیامت کا انکا ر کرنا خدا وند عالم کے خالق ھونے کا انکار نھیں ھے بلکہ یہ تو حکم عقل کی بنا پر ھے کہ کسی چیز کا واپس پلٹانا محال ھے، کیونکہ انسان مرنے کے بعد معدوم ھو جاتا ھے ،اور یہ بات واضح ھے کہ معدوم کا اعادہ محال ھے، یعنی جو چیز بالکل ختم ھوجائے اس کو دوبارہ اسی حالت پر پلٹانا غیر ممکن ھے اور ایک عقلمند انسان کے لئے محالات پر ایمان رکھنا معقول نھیں ھے۔!!

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قارئین کرام ! یہ تھا بعض لوگوں کے اعتراض کا خلاصہ ،کیونکہ ان پر یہ بات مخفی رھی ھے اور موت و معاد کے حقیقی معنی کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پائے۔
کیونکہ اگر معتر ض اپنے اعتراض پر تھوڑا سا بھی غور کرے تو اس پر یہ بات واضح ھو جائے گی کہ ان کی موت کامطلب اس کے اجزاء و اعضاء کا معدوم ھونا نہیں ھے،بلکہ در حقیقت موت کے ذریعہ وہ اجزاء متفرق اور پرا کندہ ھو جاتے ھیں ۔ (جیسا کہ مشھور شعر ھے:)
(”موت کیا ھے انہیں اجزاء کا پریشاں ھونا“)
جبکہ بعض لوگوں نے یہ گمان کر لیا ھے جسم کے اعضاء کا متفرق اور بکھرجانا ان کا معدوم ھونا ھے یعنی اس کا کوئی وجود ھی باقی نہیں رہتا،جب کہ حقیقت میں یہ اجزاء موجود رہتے ھیں اگر چہ متفرق اور جدا جدا ھوجائیں،اور جب خدا ان بکھرے ھوئے اعضاء کو اپنی قدرت کاملہ سے جمع کرنا چاھے گا تو ان کو پرانی حالت پر پلٹادے گا اور جسم و روح ایک جگہ جمع ھو جائیں گے اور اسی کا نام معاد ھے۔
چنانچہ اس معنی کی طرف قرآن کریم کی وہ آیت جس میں جناب ابراھیم علیہ السلام نے اپنے پر وردگار سے سوال کیا تھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا ،بہترین دلیل ھے۔
ارشادخدا وندی ھے:
[80]
(پالنے والے تو مجھے دکھا دے کہ مردونکو کس طرح زندہ کرے گا)
تو اس وقت خدا وند عالم نے جناب ابراھیم علیہ السلام کے جواب میں فرمایا:
< قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنْ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْک>[81]
(یعنی جناب ابراھیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ چار پرندوں کو لے کر ان کا قیمہ بنا لو ،اور اس کو آپس میں اس طرح ملالو کہ وہ ایک دوسرے سے الگ کر نے کے قابل نہ رھیں۔
< ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْء اً>[82]
”یعنی پھر ا س مخلوط قیمہ کو الگ الگ پھاڑوں پر رکھ دو ۔“
< ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَکَ سَعْيًا >[83]
”اس کے بعد تم ان کو پکارنا ،وہ دوڑے ھوئے تمھارے پاس آجائینگے۔“
یعنی خدا وندعالم نے ان پرندوں کے اعضاء و اجزاء کو ان کے اصلی صاحب سے ملادیا جبکہ وہ مستقل طریقہ سے ایک دوسرے سے جدا جدا ھوگئے ،اور جب ھر پرندہ کے سارے اجزاء اس سے مل گئے تو خدا وندعالم نے ان کو حیات عطا کر دی۔
قارئین کرام ! قرآن مجید کی یہ آیت ھمارے لئے بہترین دلیل ھے کہ موت نام ھے اجزاء و اعضاء کا متفرق ھوجانا،اور موت کسی بھی صورت میں انعدام نہیں ھے جیسا کہ قیامت کے بعض منکرین کا گمان ھے۔
لہٰذاطے یہ ھوا کہ اس کام (دوبارہ زندہ کرنے میں)استحالہ اور محال ھونے کی کوئی بات نہیں ھے،اور عقلی طور پر شک شبہ کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ھے،جیسا کہ بعض گمان کرنے والوں کا گمان ھے۔
اور جب یہ طے ھو گیا کہ معاد نام ھے انسان کو موت کے بعد حساب و کتاب کے لئے واپس پلٹانے کا،اور اسی محاکمہ کے نتیجہ میں ثواب وعقاب کیا جائے گا :
[84]
”اورھم ان سبھوں کو اکٹھا کریں گے تو ان میں سے ایک کو نہ چھوڑیں گے“
< يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ >[85]
”اور اس دن کو یا رکھو)جس دن ھر شخص جو اس نے (دنیا میں)نیکی کی ھے اور جو کچھ برائی کی ھے اس کو موجود پائے گا“
تو پھر ضروری ھے کہ تمام عالم اور جو کچھ اس میں موجود ھے وہ فنا ھوں اور ان کی حرکت حیات کی چکی بند ھو ،اور تمام زندہ چیزوں کو موت آئے۔
[86]
”جب ھم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ھے“
[87]

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

”جس دن یہ زمین بدل کردوسری زمین کر دی جائے گی اور (اسی طرح) آسمان (بھی بدل دئے جائیں گے“
تو کیا یہ باتیں عقل میں آتی ھیں؟اور کیا آج کا سائنس اس سلسلہ میں ھماری راہنمائی کرتا ھے تاکہ ھمارے سامنے آفاق کی مجمل باتیں واضح و روشن ھو جائیں؟

(چند دانشوروں کے نظریات)
قارئین کرام ! اس سلسلے میں چند دانشوروں کے نظریات ملاحظہ فرمائیں:
پرو فیسر ”فرانک لین“کہتے ھیں:
”ڈینا میکا حراری“ "Thermo Dynamics"کے قوانین اس بات پر دلالت کرتے ھیں کہ اس کائنات کی حرارت آہستہ آہستہ ختم ھو جائے گی،اور ایک دن وہ آئے گا کہ تمام چیزوں کا درجہ حرارت گھٹ کر بالکل ”صفر“ھوجائے گا ،اور اس وقت تمام طاقتیں ختم ھو جائیں گی، اور پھر زندگی محال بن جائے گی، لہٰذاضروری ھے کہ ایک ایسی حالت پیدا ھو جس میں تمام طاقتیں ختم ھو جائیں کیونکہ مرور زمان کے ساتھ ساتھ تمام چیزوں کا درجہ حرارت بالکل (صفر) ھو جائےگا“
اسی طرح پرو فیسر ”اڈوارڈ لوٹر کیل“کہتے ھیں :
” حرارت گرم چیزوں سے ٹھنڈی چیزوں کی طرف منتقل ھوتی ھے اور کبھی اس کے بر عکس نہیں ھوتا یعنی حرارت اس کے بر عکس نہیں چلتی کہ ٹھنڈی چیزوں سے گرم چیزوں کی طرف منتقل ھو، اس کا مطلب یہ ھے کہ ایک دن وہ آئے گا جب اس دنیا کی حرارت تمام اجسام میں برابر ھو جائے گی ،اور اس صورت میں تمام چیزوں کی طاقت ختم ھو جائے گی ،اور اس وقت کیمیاوی یا طبعی عملیات ختم ھو جائیں گی،اور پھر اس کائنات کی حیات ختم ھوجائے گی “
نیز پرو فیسر کلوڈ۔ھا ثاوی کہتے ھیں:
”اسحاق نیوٹن،،کی تحقیق یہ ھے کہ یہ نظام کائنات نابودی کی طرف بڑھ رھا ھے ،اور ایک دن وہ آئے گا جب تمام چیزوں کی حرارت برابر ھو جائے گی...اور حرارت کے بارے مینتحقیق ان نظریات کی تائید کرتی ھے اور” طاقت میسور“”طاقت غیر میسور“ میں تبدیل ھو جائے گی ،اور جب حرارت میں تبدیلی آئے گی تو طاقت میسور غیر میسور میں بدل جائے گی ،اور اس کے بر عکس ھونے کا کوئی راستہ نہیں ھے “
اسی طرح”بولٹز مین“ نے بھی اس نظریہ کی تائید کی ھے کیونکہ وہ اپنی لا جواب تدریس اورریاضی تحقیق کو بروئے کار لایا ھے یہاں تک کہ اس نے ثابت کیا ھے کہ طاقت میسور کا ختم ھو جانا جس کی طرف ڈینا میکا" Thermo Dynamics"قوانین کا قانون دوم اشارہ کرتا ھے،اور یہ ایک ایسی خاص حالت کا پیدا ھونا ھے جس میں ھر طبیعی تغیر و تبدلی نظام کائنات میں نقص اور تحول ایجاد کرتی ھے، اور حرارت کی اس حالت میں طاقت میسور ،طاقت غیر میسور میں تبدیل ھوکر کم اور ختم ھو جائے گی ،یا بالفاظ دیگر تمام چیزیں منحل اور ختم ھو جائیں گی۔“
اسی طرح ڈاکٹر جمال الدین الفندی کہتے ھیں:
”تمام علماء فلک اس بات پر تائید کرتے ھیں کہ سورج (دیگر سیاروں کی طرح)کی حرارت ،اس کا حجم اور اس کی شعاعیں اس حد تک خطرناک ھوجاتی ھیں جن تک عقل کی رسائی ممکن نہیں ،اور جب یہ حرارت بیرونی سطح میں پھیل جائے گی تو اس کے شعلہ اور دھواں اس قدر پھیل جائے گا کہ وہ چاند تک پھونچ جائیں گے ،اور تمام نظام شمسی اپنا تو ازن ختم کردے گا ، آسمان میں ھر ستارہ کے لئے ضروری ھے کہ وہ اپنا ھمیشگی کار نامہ سے پہلے ایسی حالت رکھتا ھو ،لیکن ھمارا یہ سورج اب تک اس مرحلہ تک نہیں پھونچا ھے۔“[88]
خداوندعالم کا ارشاد ھے:
[89]
”تو تم اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے ظاھر بظاھر دھواں نکلے گا“
[90]
”جب آنکھیں چکا چوند میں آجائیں گی اور چاند گہن میں چلا جائے گا اور سورج اور چاند اکھٹا کر دئے جائیں گے تو انسان کھے گا آج کھاں بھاگ کر جاؤ گے“
[91]
”زمین اور پھاڑ اٹھا کر اکبارگی (ٹکراکر)ریزہ ریزہ کر دئے جائیں گے“
قارئین کرام ! جیسا کہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا کہ بڑے بڑے دانشوروں کے نظریہ کے مطابق بھی یہ کائنات اور تمام عالم سب کچھ فنا کی طرف بڑھ رھا ھے تو پھر قیامت کے دن کا آنا بہت ممکن ھے ،بلکہ آج کے علمی لحاظ سے ایک

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یقینی اور قطعی بات ھے۔
اور اب جب کہ آج کے سائنس نے اس حقیقت کے بارے میں ھمیں مزید اطمینان عطا کردیا ھے ،لیکن بعض قدیم فلاسفہ جن کے زمانہ میں آج کا جدید علم نھیں تھا ،لہٰذاان کا نظریہ یہ تھا کہ یہ کائنات اسی صورت پر باقی رھے گی اور اس میں زوال و فنا نھیں ھو گا، کیونکہ وہ یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ چونکہ سورج میں (اتنی طولانی عمر کے بعد بھی) کوئی کمی اور کاستی نھیں آئی ھے،لہٰذایہ ھمیشہ ھمیشہ کے لئے باقی رھے گا ،اور اگر اس میں فنا کی بات ھوتی تو اب تک اس میں تبدیلی یا نقص پیدا ھوگیا ھوتا ۔
لیکن ان کا یہ نظریہ درج ذیل حقائق کی روشنی میں باطل ھو جاتا ھے:
۱۔ڈینا میکا حراری "Thermo Dynamics" قانون نے یہ بات ثابت کر دی ھے کہ یہ حرارت ھمیشہ باقی رہنے والی نھیں ھے،اور ایک دن ایسا آئے گا جب یہ کائنات فنا ھوجائے گی (جیسا کہ تفصیل گزر چکی ھے)
۲۔ستارہ شناس افراد نے بہت سی مرتبہ سورج پر ھوئے دھماکوں کا تجربہ کیا جن کے بعد یہ پتہ چلتا ھے کہ سورج کے اس حصے میں بوسیدگی آگئی ھے۔
۳۔فلکی ماھرین کی اس بات کی تائید کرنا کہ سورج کی سطح خارجی چاند تک پھونچ جائے گی، اور پھر نظام شمسی کا تو زان ختم ھو جائے گا (جیسا کہ تفصیل گزر چکی ھے)
لہٰذاان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ھوا کہ یہ کائنات ضرور بالضرور فنا ھوجائے گی ،جبکہ سورج کا ھمیشہ کے لئے باقی رہنے والوں کے قول کے لئے کوئی بھی دلیل موجود نھیں ھے۔
اسی طرح جب لوگوں نے قاعدۂ ''المادۃ لاتفنیٰ''(مادہ کے لئے فنا نھیں ھے)کی بنا پر قیامت کا انکار کیا ھے ،لیکن ان کا یہ قول بھی بے بنیاد اور باطل ھے ،کیونکہ ان کا یہ قول بہت قدیمی ھے اور آج کے علم نے یہ بات ثابت کی ھے کہ مادہ بھی فنا ھو نے والا ھے، چاھے مادہ فنا ھو یا نہ ھو، اس مسئلہ کا ھماری بحث (معاد) سے کوئی رابطہ نھیں ھے،کیونکہ معاد مادہ کی صورت کا بدلنا ھے نہ کہ مادہ کا فنا ھونا،جیسا کہ خدا وند عالم کا ارشاد ھے :
< یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَیْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ >[92]
''(مگر کب) جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین کردی جائے گی۔''
اور تبدل اور فنا میں زمین آسمان کا فرق ھے۔
جبکہ ھمیں یہ بھی معلوم ھے کہ'' تبدل مادہ'' اور ''فنا'' میں بہت بڑا فرق ھے۔

خلاصہ بحث !

[93]
''اور قیامت یقینا آنے والی ھے اس میں کوئی شک نھیں اوربیشک جو لوگ قبروں میں ھیں ان کو خدا دوبارہ زندہ کرے گا''
[94]
''جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ھیں وہ بڑے پر لے درجے کی گمراھی میں ھیں ''
[95]
''او ر جس روز قیامت بر پا ھوگی اس روز اھل باطل بڑے گھا ٹے میں رھیں گے۔''
اور یہ قیامت عنقریب آئے گی جب زمین اپنی پوری آب وتاب پر پھونچ جائے گی اور انسان ترقی کی آخری منزلوں کو طے کرلے گا ، اور زمین اپنی تمام تر زینتوں کے ساتھ مزین ھوجائے گی، اور انسان یہ گمان کرنے لگے گا کہ وہ ھر چیز پر قادر ھے اور اس کی حکومت تمام اشیاء پر ھے یھاں تک کہ بارش پر بھی کنٹرول کرنے لگے گا، اور پھاڑوں پر بھی زراعت کرنے لگے گا، نیزمشکل امراض کا علاج کرنے لگے گا، اور مردہ لوگوں کے دلوں اور آنکھوں کا زندہ انسان میں پیوند لگانے لگے گا، اور ستاروں کے درمیان سیر کرے گا ، اور ذرہ کو روشن کردے گا، اور پھاڑوں کو ہٹانے لگے گا، کیونکہ انھیں تمام چیزوں کے بارے میں خداوندعالم نے ڈرایا ھے، ارشاد ھوتا ھے:
[96]
''یھاں تک کہ جب زمین نے(فصل کی چیزوں سے)اپنا بناؤ سنگار کر لیا اور ھر طرح آراستہ ھوگئی اور کھیت والوں نے سمجھ لیا کہ اب وہ اس پر یقینا قابو پا لیں گے (جب چاھیں گے کاٹ لیں گے) یکا یک ھمارا حکم و عذاب رات یا دن کو آپھونچا تو ھم نے اس کھیت کو ایسا صاف کٹا ھو ا بنادیاجیسے کل اس میں کچھ تھا ھی نھیں''
قارئین کرام !مذکورہ آیت میں ایک بڑا لطیف اشارہ ھے کہ خدا وند عالم فرماتا ھے کہ قیامت رات میں آئے گی یا دن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں،اوراس کی تفسیر اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتی کہ زمین کروی(انڈے کے شکل کی)ہے جس میں آدھی میں رات ہوتی ہے اور آدھی میں دن، اور جب قیامت آئے گی تو وہ ایک لمحہ میں آئے گی:
[97]
''قیامت کا واقع ہونا تو ایسا ہے جیسے پلک جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلد تر''
یعنی قیامت کے وقت آدھی زمین میں رات ہوگی اور آدھی میں دن اس کے علاوہ قرآن مجید نے قیامت کی ایک دوسری نشانی بھی بیان کی ہے ،اور وہ یہ کہ جب صور پھونکا جائے گا تب قیامت آئے گی ۔
اسی طرح قیامت کے لئے قرآن مجید نے ایک اور نشانی بیان کی ہے کہ تمام لوگوں میں خون برف بن جائے گا چاند و سورج کو گہن لگے گا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ،ستارے پھیکے (ماند)پڑجائیں گے دریا پھٹنے لگیں گے،زمین میں زلزلہ آجائے گا ،اور زمین و آسمان میں تمام زندہ چیزیں نابو د ہو جائینگی۔
اور سب کچھ پہلے صور پھونکنے کے نتیجہ میں ہوگا۔اور دوسرے صور میں تمام کے تمام زندہ ہو جائیں گے اور حساب کتاب شروع ہوجائےگا۔[98]
< وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَاوَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لاَيُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلاَكَبِيرَةً إِلاَّ أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلاَيَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا>[99]
''نہ چھوٹے ھی گناہ ہو بے قلمبند کئے چھوڑتی ہے نہ بڑے گناہ کو اور جو کچھ ان لوگوں نے(دنیامیں)کیا تھا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر (ذرہ برابر) بھی ظلم نہیں کرے گا''
< وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لاَيُظْلَمُونَ ۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهو أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ>[100]
''اور اعمال کی کتاب (لوگوں کے سامنے)رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ لاکر حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر (ذرہ برابر) ظلم نہیں کیا جائے گا اور جس شخص نے جیسا کیا ہوگا اسے اس کا پورا پورا بدلا مل جائے گا اور جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں وہ اس سے خوب واقف ہے''

والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] سورہ تغابن آیت۷۔
[2] سورہ جاثیہ آیت ۲۶۔
[3] شروع کتاب خدا شناسی پر رجوع فرمائیں۔
[4] بحث عدل الٰھی رجوع فرمائیں۔
[5] رجوع فرمائیں بحث نبوت پر ۔
[6] سورہ نساء آیت ۸۷۔
[7] سورہ سباء آیت ۲۹،۳۰۔
[8] سورہ آل عمران ۳۰۔
[9] سورہ عبس ۳۴تا ۴۱۔
[10] سورہ بقرہ آیت۴۳۔
[11] سورہ بقرہ آیت۱۸۳۔
[12] سورہ آل عمران آیت ۹۷۔
[13] سورہ انفال آیت ۴۱۔
[14] سورہ حج آیت ۷۸۔
[15] سورہ بقرہ آیت ۲۷۵۔
[16] سورہ نحل آیت۹۰۔
[17] سورہ حجرات آیت ۱۲۔
[18] سورہ حجرات آیت ۱۲۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[19] سورہ نحل آیت ۱۰۵۔
[20] سورہ حجرات آیت۱۲۔
[21] سورہ مطففین آیت۱۔
[22] صول الفقہ شیخ مظفرش جلد اول ص۹۰،۸۹،۵۹،۵۵۔
[23] اورہ حشر آیت۷۔
[24] سورہ نور آیت۶۳۔
[25] سورہ سباء آیت ۱۲۔
[26] سورہ انعام آیت۱۵۔
[27] سورہ طلاق آیت ۸۔
[28] سورہ مدثر آیت۴۳،۴۲۔
[29] سورہ زخرف آیت ۶۵۔
[30] سورہ انبیاء آیت ۱۰۴۔
[31] سورہ اسراء آیت۹۹۔
[32] سورہ کہف آیت ۴۷۔
[33] سورہ کہف آیت۴۹۔
[34] سورہ مومنون آیت ۱۵۔
[35] سورہ مومنون آیت ۱۱۵۔
[36] سورہ آل عمران آیت۹۔
[37] سورہ انعام آیت ۱۳۰۔
[38] سورہ نباء آیت ۱۷۔
[39] سورہ نباء آیت ۳۹۔
[40] سورہ زمر آیت ۷۰۔
[41] سورہ سباء آیت ۳،۴۔
[42] سورہ نحل آیت۳۹۔
[43] سورہ انفطار آیت۱۷تا۱۹۔
[44] سورہ کہف آیت۴۹۔
[45] سورہ آل عمران آیت ۳۰۔
[46] سورہ مطففین آیت ۱۰تا۱۲۔
[47] سورہ فصلت حم السجدہ آیت ۱۹تا ۲۲۔
[48] سورہ یٰس آیت ۶۵۔
[49] سورہ نساء آیت۵۶۔
[50] سورہ قیامت ۳تا۴۔
[51] سورہ نساء آیت ۵۶۔
[52] الاسلام و الطب الحدیث ص۶۶۔
[53] سورہ قیامت آیت۴۔
[54] ڈاکٹر ابراھیم الراوی ،مجلة العدل النجفية ۔ ع #۱ س۶ص۲۔
[55] مادہ"ازلی نہ ہونے کے سلسلہ میں اور ازلی کہنے والوں کی دلیل کی رد"ھماری کتاب ھوامش علی کتاب نقد الفکرالدینی "طبع بیروت ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں ملاحظہ فرمائیں۔
[56] سورہ اسراء آیت ۵۰،۴۹۔
[57] سورہ مریم آیت ۶۷،۶۶۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[58] سورہ انبیاء آیت ۱۰۴ ۔
[59] سور ہ روم آیت ۱۱۔
[60] سورہ اسراء آیت ۴۹۔
[61] سورہ بنی اسرائیل (اسراء) آیت ۹۹۔
[62] سورہ مومنون آیت ۱۲ تا ۱۶۔
[63] سورہ واقعہ آیت ۵۷تا ۶۲۔
[64] سورہ القیامۃ ۳۶تا ۴۰۔
[65] سورہ احقاف آیت۳۳۔
[66] سورہ المرسلات آیت ۲۰تا۲۴۔
[67] سورہ یٰس آیت ۷۷تا۷۹۔
[68] سورہ یٰس آیت ۸۱۔
[69] سورہ ق آیت ۱۵
[70] سورہ مومن آیت۵۷۔
[71] سورہ حج آیت۵تا۷۔
[72] سورہ کہف آیت ۴۷۔
[73] سورہ اسراء آیت ۹۹۔
[74] سورہ یٰس آیت۷۸۔
[75] سورہ یٰس آیت۷۹۔
[76] سورہ احقاف آیت۳۳۔
[77] سورہ یٰس آیت ۸۱۔
[78] سورہ یٰس آیت۸۳۔
[79] سورہ نمل آیت ۸۔
[80] سورہ بقرہ آیت ۲۶۰۔
[81] سورہ بقرہ آیت ۲۶۰۔
[82] سورہ بقرہ آیت ۲۶۰۔
[83] سورہ بقرہ آیت ۲۶۰۔
[84] سورہ کہف آیت ۴۷۔
[85] سورہ آل عمران آیت ۳۰۔
[86] سورہ انبیاء آیت ۱۰۴۔
[87] سورہ ابراھیم ۴۸۔
[88] گذشتہ علمی مطالب کے سلسلہ میں کتاب"اللہ یتجلی فی عصر العلم" ص۸۳،۹۲،۲۹، ۸، ۱۶۷ پر رجوع فرمائیں۔
[89] سورہ دخان آیت ۱۰۔
[90] سورہ قیامت آیت۱۰۔
[91] سورہ الحاقۃ آیت ۱۴۔
[92] سورہ ابراھیم آیت۴۸۔
[93]سورہ حجر آیت۷۔
[94] سورہ شوری آیت ۱۸۔
[95] سورہ الجاشیہ آیت ۲۷۔
[96] سور یونس آیت۲۴۔
[97] سورہ نحل آیت۷۷،وسورہ قمر آیت ۵۰۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

[98] القرآن مصطفی محمود :ص۲۰۷ تا ۲۰۹۔
[99] سورہ کہف آیت ۴۹۔
[100] سورہ زمر آیت۶۹تا ۷۰۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com